باغِ فدک

شیعہ وسُنّی نظریات کی روشنی میں

تالیفِ لطیف

محسن الملک نواب محمد مہدی علیخان صاحب حیدرآبادی

ناشر
مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

باغِ فدک

شیعہ و سُنّی نظریات کی روشنی میں

تالیفِ لطیف:

محسن الملک نواب محمد مہدی علیخان صاحب حیدرآبادی

ناشر:

مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ ○ لاہور

معاونین تقسیم

— مکتبہ تعمیر انسانیت۔ اردو بازار۔ لاہور
— مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی
— عباسی کتب خانہ کراچی
— رضویہ کتب خانہ۔ کراچی
— کتب خانہ مولوی محمد رمضان
شاہی بازار حیدرآباد
— مکتبہ اویسیہ۔ بہاولپور
— کتب خانہ حاجی محمد مشتاق۔ ملتان
— مکتبہ فریدیہ۔ ساہیوال
— نوری کتب خانہ۔ لاہور
— شرکت حنفیہ۔ لاہور
— المعارف۔ لاہور
— الکتاب۔ لاہور
— ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور
— مکتبہ حامدیہ۔ لاہور
— مکتبہ نوریہ رضویہ۔ لاہور
— مکتبہ رضوان۔ لاہور
— رضا پبلی کیشنز۔ لاہور
— مکتبہ رحمانیہ۔ لاہور
— دار المؤمنین۔ اسلام آباد
— شیخ عنایت اللہ اینڈ سنز۔ لاڑکانہ

— حامد اینڈ کمپنی۔ لاہور
— نعمانی کتب خانہ۔ لاہور
— مکتبہ برکاتیہ۔ لاہور
— مکتبہ قادریہ۔ لاہور
— چشتی کتب خانہ۔ فیصل آباد
— مکتبہ معین الاسلام۔ فیصل آباد
— مکتبہ غوثیہ رضویہ۔ گوجرہ
— اسلامی کتب خانہ۔ راولپنڈی
— مکتبہ رضائے مصطفیٰ۔ گوجرانوالہ
— اسلامی کتب خانہ۔ سیالکوٹ
— مکتبہ رضویہ۔ پشاور
— سُنّی دار الاشاعت۔ فیصل آباد
— مکتبہ رضویہ۔ بریڈفورڈ برطانیہ
— مکتبہ رضا۔ مانچسٹر۔ برطانیہ
— اسلامک فاؤنڈیشن۔ واشنگٹن۔ امریکہ
— بیت الرضا۔ نیوجرسی۔ امریکہ

نام کتاب : باغ فدک شیعہ سنی نظریات کی روشنی میں
مصنف : محسن الملک نواب محمد مہدی علی خاں صاحب
صفحات : ۱۹۲
ناشر : مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ لاہور
طابع : الکتاب پرنٹرز۔ لاہور
قیمت : ۱۰/۵۰ روپے

موضوعات

تعارفِ فدک

شمالی حجاز میں خیبر کے قریب ایک قدیم قصبہ جو یاقوت کے بیان کے مطابق مدینہ منورہ سے دو یا تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ بظاہر اس نام کی کوئی شئے اب موجود نہیں ہے۔ البتہ حافظ وہبہ (جزیرۃ العرب فی القرآن العشرین صد۱۲) نے بیان کیا ہے کہ الحویط (پروفیسر حیتی۔ الحائط) کا گاؤں جو کہ حرّہ خیبر کے آخری سرے پر واقع ہے۔ فدک ہی کی پرانی بستی کی جگہ آباد ہوا ہے خیبر کی طرح فدک بھی یہودی کاشت کاروں کی ایک آبادی تھی یہاں پانی کے چشمے تھے اور کھجور کے سرسبز اور بارآور درخت تھے۔ اناج کی پیداوار ہوتی تھی۔ یہ قصبہ دستکاری کے لئے بھی مشہور تھا اور یہاں کمبل بنے جاتے تھے۔

۷ھ میں فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محیصہ بن مسعود انصاری (رضی اللہ عنہ) کو اہل فدک کی طرف روانہ کیا تاکہ انہیں دعوتِ اسلام دیں۔ اس زمانہ میں ان کا سردار یوشع بن نون یہودی تھا (بقول ابن حزم آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اہل فدک کے بنو عبداللہ بن سعد کی طرف بھیجا تھا (جوامع السیرۃ ص ۱۰۸ انساب الاشراف ص۳۷۸) نے اہل فدک نے اسلام تو قبول نہیں کیا لیکن انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ نصف زمین کی پیداوار مسلمانوں کے حوالے کریں گے۔ چنانچہ بغیر جنگ وجدل یہ سرزمین اللہ تعالیٰ نے (بطور فئی) اپنے رسول کو عطا کی۔ فدک کی زمین اور باغات وغیرہ حضور کی زندگی میں آپ کے لئے مخصوص رہے اور آپ ان کی آمدنی کو اپنے اہل بیت ابنا السبیل (مسافروں) کے اخراجات کے لئے استعمال فرماتے رہے۔ ابو داؤد (باب الصفایا رسول اللہ) اور ابو داقدی (باب صدقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

کے مطابق تین زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھیں۔

(۱) ارض بنی نضیر (مدینہ) جس کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے استعمال ہوتی تھی۔

(۲) ارض خیبر۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصوں میں تقسیم فرمادیا تھا۔ دو حصے عام مسلمانوں کے لئے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف کے لئے اس میں سے جو کچھ بھی بچ جاتا وہ غریب اور نادار مہاجرین کی اعانت میں صرف ہوتا۔

(۳) فدک کی زمین۔ جو ابناء السبیل کے لئے وقف تھی (فتوح البلدان ص۳۴)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکم بن سعید بن ابی العاص کو فدک اور مدینہ کی بستیوں کا والی مقرر فرمایا جوامع السیرۃ ص۲۴)

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے تک یہود فدک میں آباد رہے بعد میں انہوں نے یہودیوں کے حصے کی قیمت ادا کر دی اور انہیں وہاں سے نکال کر شام کی طرف بھیج دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خیبر اور فدک کی زمین اور باغات کی حیثیت کے بارے میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف رائے رونما ہوا۔ ایک طرف حضور کی ازواج مطہرات نے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ رسول اللہ کے ترکے سے ان کا ایک حصہ ادا کیا جائے دوسری طرف آپ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تقاضا کیا کہ خیبر اور فدک کی جائیداد حضور کی میراث کے طور پر ان میں تقسیم کی جائے (بعد میں حضرت علی بھی حضرت فاطمہ کی وجہ سے اس معاملہ میں فریق بنے۔)

کتب حدیث اور تاریخ میں جو روایات ملتی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر نے ایک اصول کی بنا پر یہ مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا یہ زمین اس مصرف میں لائی جائے گی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود لایا کرتے تھے اور اس میں وراثت کا اصول نہیں چلے گا حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی یہی موقف اختیار کیا۔ اور پھر حضرت علی اور حضرت حسین نے بھی

یہی حیثیت برقرار رکھی۔ (البلاذری۔ فتوح البلدان ص۳۷) اس موقف میں حضرت صدیق کے پاس یہ حدیث تھی۔

لَا نُورَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ۔ "ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں گے صدقہ ہوگا۔" حضرت ابوبکر کے انکار پر حضرت فاطمہ رنجیدہ خاطر ہوئیں اور بہ تقاضائے بشریت ایک قدرتی بات تھی۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق حضرت فاطمہ کی علالت کے زمانہ میں ان کی عیادت کے لئے گئے۔ دل جوئی کی اور اصول وراثت پر وضاحت سے گفتگو کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دل سے غم دور کر دیا (ابن کثیر البدائیہ والنہائیہ ص۳۳۳) اور یہی خانوادۂ رسول کی شان تھی۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ اور جملہ اہل بیت سے معاش کے سلسلہ میں جملہ مراعات برقرار رکھیں۔ فدک کا قضیہ خلفائے راشدین کے بعد کبھی بنو ہاشم اور کبھی ان کے خلاف چلتا رہا۔ عہد بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بنو ہاشم کی دلجوئی کی مگر اس خانوادے کے دوسرے افراد اسے اپنی ضرورتوں کے مطابق استعمال کرتے رہے یہی صورت بنو عباس کے زمانہ میں رہی لیکن اس کا وہ مصرف برقرار نہ رکھا جا سکا جس کی بنیاد پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ساری قوم کی ملکیت قرار دیا تھا۔ ڈاکٹر امین اللہ وثیر

شیعی نقطہ نظر

فتح خیبر سے فراغت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل فدک کو دعوت اسلام دی۔ اہلِ فدک نے صلح کی درخواست کی اور نصف زمین معاہدے میں دینی قبول کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ شرط قبول فرمائی۔ اور اس وقت سے یہ زمین آپ کے لئے مخصوص ہو گئی۔ (فتوح البلدان ص۲۹ تا ص۳۲) اور مختلف دینی اور نجی مقاصد کے لئے اس سے استفادہ کرتے رہے۔ بعد ازاں یہ علاقہ حضور نے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا کو عطا فرما دیا۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیت "آت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل (۱۷ بنی اسرائیل ۲۶) میں اس بات کی تصریح موجود ہے (معارج النبوت رکن سوم ۱۲۸) (مجمع البیان الطبرسی جلد دوم۔ ص۱۲۵) اور (التفسیر الغنی جلد دوم صفحہ ۱۸) مذکورہ بالا آیۃ کریمہ

مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس کی تائید کتب احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً الکافی جلد اول صفحہ ۵۴۳۔ بحار الانوار۔ سفینۃ البحار جلد اول صفحہ ۳۵۱۔ کتاب الاحتجاج صفحہ ۵۸۔ علی متقی کنز العمال جلد دوم صفحہ ۱۰۸۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ نے فدک کا دعویٰ کیا تو اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نحن معشر الانبیاء۔ لا نورث ما ترکن صدقۃ (البخاری) ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوگا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں گے وہ صدقہ ہوگا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے گواہوں اور تقریر کے ذریعہ اپنے حق پر روشنی ڈالی (الاحتجاج ص۵۹)۔ دلائل الامامۃ ص۳۱۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد چہارم ص۹۶) لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کو کرتے تھے میں اس کو اسی طرح کروں گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر کبیدہ خاطر واپس چلی گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے ناراض رہیں (البخاری۔ جامع الصحیح مطبوعہ دہلی جلد دوم ص۹۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد فرمایا۔ اور فدک کی تولیت حضرت علی اور حضرت عباس کو دے دی (یاقوت۔ معجم البلدان، جلد صفحہ ۸۵۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں بھی فدک مسلمانوں کے لئے صدقہ تھا (البخاری جامع الصحیح صفحہ ۴۳۶) امیر معاویہ نے اپنے عہد میں یہ جاگیر مروان بن الحکم کو دے دی۔ مروان نے اپنے فرزند عبد العزیز کو دے دی۔

حضرت عمر عبد العزیز نے خلیفہ ہوتے ہی یہ علاقہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب یا زین العابدین کو واپس کر دیا لیکن یزید بن عبد الملک نے اسے پھر واپس لے لیا۔

بنو عباس کے پہلے حکمران ابو العباس السفاح نے فدک اہل بیت کے وارثوں کو دے دیا۔ لیکن المنصور نے ضبط کر لیا۔ المہدی نے پھر واپس کر دیا۔ (عمدۃ الاخیار صفحہ ۳۹۵) جب مامون خلیفہ ہوا تو اس نے فدک بنو ہاشم کو دے دیا۔ (ابن ابی الحدید جلد چہارم صفحہ ۸۱) ۲۳۲ھ میں المتوکل تخت نشین ہوا تو اس نے فدک پر قبضہ کر کے عبد اللہ بن الباز یار کو جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد فدک ویران ہو گیا۔

مرتضیٰ حسین فاضل

بحث فدک کے مآخذ

۱ البخاری۔ الجامع الصحیح۔ الجزء الاول، مطبوعہ بیروت

۲ مسلم۔ الجامع الصحیح (الجزء الثانی) مطبوعہ قاہرہ

۳ احمد بن حنبل، المسند (الجزء الاول تحقیق احمد محمد شاکر مصر ۱۳۶۵ھ)

۴ ابو داؤد، سنن (الجزء الثالث (مطبوعہ قاہرہ)

۵ الترمذی، الشمائل النبویہ۔ دہلی ۱۳۵۲ھ

۶ الترمذی۔ الجامع الصحیح (الجزء الرابع) قاہرہ ۱۳۸۲ھ

۷ العسقلانی۔ فتح الباری (الجزء السادس) قاہرہ ۱۳۴۸ھ

۸ ابن ہشام سیرۃ الرسول (الجزء الثانی طبع جرمن ۱۸۶۵ء

۹ ابن القیم۔ زاد المعاد (الجزء الثانی) قاہرہ ۱۳۲۴ھ

۱۰ ابن حجر الہیتمی۔ الصواعق المحرقہ قاہرہ

۱۱ حافظ وہبہ۔ جزیرۃ العرب فی القرآن ۱۳۵۴ھ

۱۲ الدیار البکری۔ تاریخ الخمیس (الجزء الثانی) ۱۳۵۲ھ

۱۳ ابو الحیان التوحیدی۔ الامتناع والموانستہ (الجزء الثانی) بیروت

۱۴ ابن سعد۔ الطبقات (الجزء الاول) برلن ۱۳۳۵ھ

۱۵ ابن کثیر۔ البدائیہ والنہائیہ (الجزء الخامس) ۱۹۶۶ء

۱۶ الطبری۔ تاریخ الرسل والملوک (الجزء الثالث) قاہرہ ۱۹۶۲ء

۱۷ البلاذری۔ فتوح البلدان (القسم الاول) مطبوعہ قاہرہ

۱۸ یاقوت۔ معجم البلدان بیروت ۱۹۵۷ء

۱۹ بدر الدین عینی ۔ عمدۃ القاری (الجزء ۱۵) قاہرہ ۱۹۵۶ء

۲۰ شاہ عبد العزیز ۔ تحفہ اثنا عشریہ اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی

۲۱ شبلی النعمانی ۔ الفاروق ۔ مطبوعہ لاہور

۲۲ معین الدین ندوی ۔ تاریخ اسلام حصہ اول ۔ اعظم گڑھ ۱۳۸۲ھ

۲۳ سید احمد اکبر آبادی ۔ صدیق اکبر ۔ دہلی ۔ ۱۹۵۷ء

۲۴ احمد شاہ بخاری ۔ تحقیق فدک ۔ مطبوعہ سرگودھا

۲۵ شمیم عذرا ۔ مسئلہ فدک کا تاریخی جائزہ ۔ تحقیقی مقالہ مخطوطہ

۲۶ محمود احمد رضوی ۔ مسئلہ فدک ۔ مطبوعہ لاہور

۲۷ ہٹی ۔ تاریخ عرب ۔ لنڈن ۱۹۵۶ء

۲۸ ابن حزم ۔ جوامع السیر ۔ قاہرہ ۱۲۸۲ھ

۲۹ البلاذری ۔ انساب الاشراف ۔ بیروت ۱۲۶۲ھ

۳۰ العیاسی ۔ کتاب التفسیر مطبوعہ قم ۱۳۸۱ھ

۳۱ علی ابن ابراہیم القمی ۔ کتاب التفسیر نجف ۱۳۸۷ھ

۳۲ الطبری ۔ مجمع البیان تہران ۱۲۸۴ھ

۳۳ فیض الکاشانی ۔ الصافی ۔ تہران ۱۳۴۷ھ

۳۴ الرازی ۔ مفاتیح الغیب تفسیر کبیر ۔ ج ۸ قاہرہ ۱۳۰۹ھ

۳۵ الخازن ۔ لباب التنزیل فی معانی التاویل، مصر ۱۳۴۷ھ

۳۶ البخاری ۔ الصحیح ۔ مصر ۱۳۴۷ھ

۳۷ الکلینی ۔ الاصول من الکافی، تہران ۱۳۴۷ھ

۳۸ الشریف الرضی ۔ نہج البلاغۃ ۔ مطبوعہ قاہرہ

۳۹ ابن ابی الحدید ۔ شرح نہج البلاغۃ ۔ قاہرہ ۱۳۲۹ھ ۔

۴۰ ابن میثم۔ شرح نہج البلاغۃ قاہرہ۔ ۱۳۲۹ھ

۴۱ الیعقوبی۔ التاریخ۔ نجف۔ ۱۳۸۴ھ

۴۲ المسعودی۔ التنبیہ والاشراف۔ بیروت ۱۹۶۵ء

۴۳ محمد باقر مجلسی۔ حیات القلوب۔ لکھنؤ ۱۹۱۴ء

۴۴ محمد عباس القمی۔ سفینۃ البحار۔ نجف۔ ۱۳۵۵ھ

۴۵ یاقوت الحموی۔ معجم البلدان۔ بیروت۔ ۱۳۷۶ھ

۴۶ نور اللہ ششتری۔ مجالس المومنین۔ مطبوعہ تہران

۴۷ محمد بشیر۔ مواقف المومنین۔ آگرہ ۱۳۴۲ھ

۴۸ الطبری۔ دلائل الامامۃ۔ نجف۔ ۱۳۶۹ھ

۴۹ الشیخ المفید العکبری۔ الفصول المختارہ من العیون والمحاسن نجف۔ ۱۳۸۱ھ

۵۰ محمد باقر موسوی۔ تاریخ انبیاء۔ سیرت رسول اکرم نقشہ فتوحات تہران ۱۳۸۹ھ

۵۱ نواب محمد حسن خان۔ تاریخ احمدی۔ لکھنؤ ۱۳۵۲ھ

۵۲ سلیمان کتانی۔ فاطمۃ الزہراء۔ نجف۔ ۱۹۶۸ء

۵۳ فاضل الحسینی المیلانی۔ فاطمۃ الزہرا ام ابیہا۔ نجف ۱۹۶۸ء

۵۴ حیدر الجوادی۔ فدک تاریخ کی روشنی میں مطبوعہ لاہور

۵۵ محمد جعفر زیدی۔ مسئلہ فدک۔ مطبوعہ لاہور

۵۶ عبد الحسین الامینی۔ الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ تہران ۱۳۷۲ھ

۵۷ محمد حمید اللہ۔ عہد نبوی کے میدان جنگ۔ حیدرآباد دکن۔ ۱۹۴۵ء

۵۸ شبلی۔ سیرت النبی۔ مطبوعہ کانپور ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث فدک

اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہین اور اسمین ان باتون کو بیان کرین گے۔

(۱) فدک کی حقیقت۔ اور اوسکے حدود۔ اور اوسکی آمدنی۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین آیا۔

(۳) فئے کی معنی اور اوس کا مصرف۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہین۔

(۵) حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہین۔

(۶) میراثکے دعوی کی حقیقت۔

فدک کی حقیقت اور اوسکے حدود اور اوسکی آمدنی

قاموس مین لکھا ہے کہ فدک ایک۔ گاؤن ہے خیبر مین۔ اور مصباح اللغۃ مین لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین اور ازہری کہتے ہین کہ وہ ایک گاؤن

فدک کی حدبندی کر دون۔آپ جبریل کے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی دیر مین لوٹ
آئے۔اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپنے فرمایا کہ جبریل نے میرے لیے اپنے پرونسے
فدک کی حدبندی کر دی ہے۔

ہمکو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی
بیان نہین فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبرئیل امین نے اپنے پرون سے جو حدود فدک کے
مقرر کیے تھے وہ اوسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤن مدینے سے دو دن یا تین دن
کی راہ پر ہے۔یا وہ حدود مقرر کیے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت مین ہے۔
جسکی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا
ہے تھی۔اور جسکی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے۔اور یہ وہ روایت ہے
جسے اب ہم بیان کرتے ہین۔

بحار الانوار مین مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید
نے حضرت امام موسی کاظمؑ سے کہا کہ آپ فدک لے لیجیے حضرت نے انکار کیا۔اور جب کبھی ہارون رشید
اوسنے فدک کے لیے کہتا تو وہ انکار ہی کرتے۔آخر جب اوسنے بہت اصرار کیا تو آپنے
فرمایا کہ مین اوسے نہ لونگا جبتک مع اپنے حدود کے نہ دیا جاوے۔ہارون رشید نے کہا
اچھا اوسکے حدود بتلاؤ۔امام نے فرمایا کہ اگر مین نے اوسکے حدود بتاے تو تم ہرگز نہ دوگے۔
ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمھارے نانا کی ضرور دونگا۔تب امام نے کہا کہ پہلی حد اوسکی
عدن ہے۔یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا۔پھر امام نے کہا کہ دوسری حد اوسکی سمرقند
ہے۔یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ تمتمانے لگا۔پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اوسکی افریقہ
ہے۔یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اوسکی سمندر کا
کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔تب ہارون رشید نے کہا کہ آپنے ہمارے لیے
تو کچھ بھی نچھوڑا۔امام نے کہا کہ مین نے تمسے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر مین فدک کے حدود

تبا ونگا تو تم کبھی ندو گے - اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کرلیا - اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ ابن اسباط کی روایت مین پہلی حد اوسکی عریش مصر اور دوسری دومتہ الجندل اور تیسری اُحد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی - اسپر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے - اسپر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیون کے قبضے مین ابوہالہ کے مرنے کے بعد تھی - پس اوسکو خدا اور رسول نے اپنے لیے فئے بغیر جنگ و جدل کے کرلیا - اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہؑ کو دیدو -

ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ یہ دونو حد بندیان جو بیان کی گئین اوسکے خلاف ہین جو لغت نویسون نے بیان کین ہین اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہین کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم مین داخل ہین اور گویا دعوی اون سب پر تھا - اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا - (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران)

یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہین اوسے ہمنے اسلئے یہان بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین یعنی جہان تک مسلمانونکا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم مین داخل تھا - اور حضرت فاطمہؑ اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین - مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتون سے اوپر بیان کرچکے ایک موضع ہے اور اوسکے حدود جسطرح سب گاؤن کے معین اور معلوم ہوتے ہین سب جانتے تھے - پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام اونھین لوگون کے سپرد کردیا تھا جن سے صلحاً لیا گیا تھا - اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اوسمین سے نصف وہ لوگ لے لیا کرین اور نصف آنحضرت صلعم کو دیا کرین چنانچہ مطابق اسکے ہر سال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کرکے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے - اور جو غلہ وہان سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل وعیال کے لیے رکھکر باقی مسلمانون کو تقسیم کردیتے -

مگر حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ اوسکی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی

حیات القلوب مین لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کر لیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کرین کہ اس زمانے کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکۂ ایرانی) ہوتے ہین اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہین کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اوس کا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابوداود اپنی سنن مین لکھتے ہین کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوے تو اوس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۳۹ مین لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے آنحضرت صلعم کے قبضے مین آنیکا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے جب خیبر فتح ہو گیا تو ان لوگون نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمین امن دین ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جاوین گے۔ اور ابوداود نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے اونھون نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کر دیجیے اور ہمین چلے جانیکی اجازت دیدیجیے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اسکو اہل فدک نے سنا اور اونھونے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابوداؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم بقیہ اہل خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے کہ اوسی اثنا مین فدک والون سے اور چند معین گاؤن والون سے صلح ہو گئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر مین آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ کی شان نزول مین لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اسلئے کہ فدک کے باشندے جلاوطن کر دیے گئے تھے اور اون کے سب گاؤن اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلعم کے قبضے مین آ گئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلے مین سے آنحضرت صلعم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکالکر باقی کو ہتیارون وغیرہ مین خرچ کر دیا کرتے تھے۔

امام ابو العباس احمد بن یحیی بلاذری فتوح البلدان مین لکھتے ہین کہ اسامہ بن زید نے ابن شہاب سے اور اونھون نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اوس مال اور چیز کو کہتے ہین جو امام غنیمت مین سے اپنے لیے علحدہ کرلے) اول بنی نَضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتون کے لیے روک لیے تھے اور فدک مسافرون کے لیے تھا اور خیبر کے تین حصے کرکے دو مسلمانون کو تقسیم کردیے تھے اور ایک حصہ اپنے لیے اور اپنے اہل کے لیے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرائے مہاجرین کو دیا جاتا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۳۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)

اوسی کتاب مین یہ بھی روایت ہے کہ لوگون نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوے مُحَیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کرنیکو بھیجا اونکا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا یہودیون نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کرلی۔ مسلمانون نے سوارون سے اس قسم کا حملہ نہین کیا تھا اسلیے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد ورفت رکھتے تھے اونکی صرف مین اوسکی آمدنی آیا کرتی تھی اوسکے باشندے وہین فدک مین رہا کئے یہانتک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوے اور اونھون نے حجاز سے یہودیون کو نکالدیا۔ ابو الہیثم مالک بن تَیّہان اور سَہل بن ابی حَثمہ اور زید بن ثابت انصاریون کو فدک مین بھیجا اونھون نے اوسکی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کرکے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف اونکو نکال باہر کیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب اسیکی تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر مین بھی لکھا ہے جسکی اصل[۱] عبارتین ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہین۔

قاضی نور اللہ شستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مولف یاقوت حموی شافعی کے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالی نے سنہ سات ہجری مین اپنے رسول پر صلح کے طور پر

فئے گیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر مین نازل ہوے اور اوسکے قلعون کو فتح کیا
اور اوسمین کوئی نرہا صرف ایک تہائی لوگ رہگئے اور اونپر حصار کی سختی ہوئی تو اونھون
نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ اونکے جلا وطن ہونے پر اونکو اجازت دیدین
آپ نے اسکو منظور کر لیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پونہچی تو اونھون نے آپ کی خدمت مین
قاصد بھیجکر دریافت کیا کہ ہمسے نصف اموال اور ثمار پر صلح کرلین آپ نے اسکو بھی منظور
کرلیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جسپر گھوڑون اور شترون کی دوڑ نہین ہوئی اسیلیے یہ خالص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوئی۔

اور بحار الانوار مین بروایت امام جعفر صادق ع فدک کے قبضے مین آنحضرت ص کے آنے کی
کیفیت اسطرحپر لکھی ہے کہ ایک جہاد مین رسول اللہ صلعم تشریف لیگئے جب آپ اوس سے لوٹے
اور راستے مین کسی جگہ ٹھہرے اور اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کے پاس جبریل ع آئے
اور کہا کہ ای محمد ص اوٹھو اور سوار ہولو۔ آپ سوار ہوے اور جبریل ع آپ کے ساتھ تھے اور آپکے
لیے زمین ایسی لپٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہین یہان تک کہ فدک پر پہونچے۔ جب اہل فدک
نے گھوڑون کا آنا سنا تو اونکو یہ خیال ہوا کہ اونکا کوئی دشمن چڑھ آیا اونھون نے شہر کے
دروازے بند کر دیے اور شہر سے باہر ایک گھر مین ایک بوڑھیا رہتی تھی اوسکو کنجیان دروازون
کی دیکر خود پہاڑون پر جا چڑھے۔ جبریل ع بوڑھیا کے پاس آئے اور اوس سے کنجیان لیکر
شہر کے دروازے کھولے۔ پیغمبر صاحب ص نے اوسکے گھر گھر مین دورہ کیا۔ جبریل ع نے کہا
ای محمد ص یہ وہ ہے جسکو اللہ تعالی نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگون کو۔ یہی معنی ہین اس
قول خداوندی کے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ الخ۔ پھر جبریل ع نے دروازے بند کردیے اور
کنجیان آپ کو دیدین۔ اور رسول اللہ صلعم نے اونکو اپنے سیف کے غلاف مین رکھ لیا اور
وہ غلاف آپ کے کجاوے مین معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوے اور زمین آپ کے لیے لپیٹ
دی گئی کہ آپ قافلے مین پونہچ گئے۔ اور لوگ اوس وقت تک اپنے مقامون پر بیٹھے ہوے تھے

متفرق نہوے تھے اور نہ کہین گئے تھے کہ اتنے مین آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے
اور اللہ تعالی نے مجھی کو غنیمت مین اوسکو دیا ہے۔ منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ
کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیان ہین فدک کی اور انکو اپنے غلاف سیف مین سے نکالکر
دکھلائین پھر لوگ سوار ہوے اور جب مدینے مین پہونچے تو آپ فاطمہؓ کے پاس آئے اور
فرمایا کہ ای بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالی نے غنیمت مین فدک دیا ہی اور وہ تیرے باپ ہی کے
لیے خاص ہے نہ اور مسلمانون کے لیے مین اوسمین جو چاہون سو کرون الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھکر ایک
عجیب غریب روایت نقل کرتے ہین جو اونکے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور جسمین
اونکو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بمدد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور بعد قتل بعض سرداران
فدک کے قبضے مین پیغمبرؐ کے آیا تھا اور اس سے ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور
ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اونسے عبید
بن یحییٰ سے اور اونسے محمد بن علی بن الحسینؑ سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے
پاس آئے اور آنحضرتؐ نے اپنے ہتیار لگاے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علیؑ نے
بھی اپنے ہتیار لگاے اور زین کھینچا پھر دونون آدھی رات کو اوس طرف چلے جسے کوئی
نہین جانتا تھا اور جہان خدا نے اونکو لیجانے کا ارادہ کیا تھا یہان تک کہ وہ فدک مین پہونچے
اوسوقت آپ نے علیؑ سے کہا یا تم مجھے اوٹھا کر لیچلو یا مین تمکو اوٹھا کر لیچلون۔ حضرت علیؑ
نے عرض کیا کہ مین آپکو اوٹھا کر لیچلونگا آپ نے فرمایا کہ نہین مین تمکو لیچلونگا پس آپنے علیؑ کو
اپنے بازو پر اوٹھا لیا اور لیچلے یہان تک کہ قلعۂ فدک کی شہرپناہ پر پونہچگئے اور وہان سے علیؑ
قلعے مین داخل ہوے اور اونکے پاس آنحضرت صلعم کی تلوار تھی اور وہان جا کر علیؑ نے اذان
دی اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے اوس آواز کو سنکر گھبرائے ہوے دروازے پر نکل آئے اور دروازہ
کھولکر باہر نکل گئے۔ پھر اونکے سامنے آنحضرتؐ آگئے اور علیؑ بھی اونکی طرف پونہچگئے۔ پھر علیؑ نے

اٹھارہ آدمی اونکے سردارون اور بزرگونمین سے قتل کیے اور باقیون نے اپنے آپ کو حوالے کردیا۔ اور آنحضرت نے اونکے بچون کو اپنے آگے کرلیا اور جو اونمین سے بچے اونکے مال واسباب کو اونکی گردنون پر رکھکر مدینے کو لیگئے۔ پس کسی اور کو سوائے آنحضرت صلعم کے فدک کے لینے مین تکلیف نہین کرنی پڑی۔ اسلیے فدک آپ کے اور آپکی ذریت کے لیے مخصوص ہوا اور مسلمانون کا اوس مین کوئی حصہ نہوا۔ (صفحہ ۹ بحارالانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک اون اموال مین سے ہے جسکو فئے کہتے ہین اسلیئے اب ہم فئے کے معنے اور اوس کا مصرف بیان کرتے ہین۔

فئے کے معنے اور اوسکا مصرف

لسان العرب مین ہے کہ فئے اوس غنیمت اور خراج کو کہتے ہین جو مسلمانون کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوئی ہو۔ اصل مین فئے کے معنے رجوع کے ہین گویا اصل مین مسلمانون ہی کا تھا اونھین کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فئے اوس سایے کو کہتے ہین جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی غرب کی جانب سے شرق کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

یہ لفظ فئے کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ کس سے مخصوص ہے اور اوس کا مصرف کیا ہے۔ آیۂ مفصلۂ ذیل مین جو سورۂ حشر مین واقع ہے مذکور ہے۔ خداوند تعالے فرماتا ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۱ مین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے کہ مبرّد کا قول ہے کہ فاء یفیء جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔ اور جب خدا کسی چیز کو لوٹا دے تو افاء اللہ بولتے ہین۔ ازہری کا قول ہے کہ فئے اون مالونکو

کہتے ہین جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانون کو دلواتا ہے۔ اسکی کئی صورتین ہین یا مخالفین اپنے وطنون سے نکل جاوین اور اونکو مسلمانون کے لیے چھوڑ جاوین۔ یا جزیہ پر صلح کر لین جسکو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کرین۔ یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خون ریزی کے فدیہ مین ملے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کے وقت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ کو علاوہ ہتیارون کے اور جس چیز سے چاہین بھر لین اور باقی ماندہ چھوڑ جاوین پس یہ باقی ماندہ مال فئے ہے۔ یہی وہ مال تھا جسکو خدا نے کفار سے مسلمانون کی طرف پھیر دیا۔ اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے۔ اور فما اوجفتم وجف الفرس والبعیر یجف وجفا وجیفا سے ہے۔ وجف کے معنے تیز روی کے ہین جب کوئی شخص کسی کو تیز روی پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہین۔ اور علیہ کی ضمیر ما افاء اللہ کی طرف راجع ہے اور من خیل ولا رکاب رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہین۔ عرب کے لوگ اونٹ کے سوار ہی کو راکب کہتے ہین اور گھوڑے کے سوار کو فارس۔ اس آیت کے معنے یہ ہین کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپنے مال غنیمت کو لوگون مین تقسیم کر دیا ہے ایسے ہی مال فئے کو بھی تقسیم کر دیجیے۔ اسپر خدا تعالی نے ان دونو چیزون مین فرق بیان کر دیا۔ کہ مال غنیمت وہ ہے جسکے حاصل کرنے مین تمنے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑون اور اونٹون سے اوسپر حملہ کیا ہو۔ اور فئے اسکے خلاف ہے اسکے حاصل کرنے مین تمکو کچھ تھکان نہین ہوئی اسلیے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپردگی مین رہیگا وہ جہان چاہین اسکو صرف کرین۔

اسی آیت کی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اونکے اموال لڑائی کے بعد ضبط کیے گئے تھے اسلیے چاہیے کہ وہ مال غنیمت ہون نہ منجملہ مال فئے کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے ہین کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہین۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیون کے متعلق نہین ہے بلکہ فدک کے

متعلق ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے مگر جب اون سے
لڑائی ہوئی تھی تب مسلمانون کے پاس گھوڑون اور اونٹونکا کچھ سامان نہ تھا اور نہ کچھ ایسی
مسافت قطع کرنی پڑی۔ وہ لوگ مدینے سے صرف دو میل تھے مسلمان وہان سے پیادہ پا وہان
چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اونٹ پر سوار تھے۔ اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی
اور گھوڑے اور اونٹ تو بالکل موجود ہی نہ تھے اسیلیے خدا یتعالی نے ان چیزون کے حاصل
ہونے کو ویسا ہی قرار دیا جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہین اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لیے
خاص کر دیا۔ اسکے بعد ایک روایت مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالون کو مہاجرین
مین تقسیم کر دیا تھا۔ انصار مین سے صرف تین آدمیون کو دیا تھا جو حاجتمند تھے۔ ابو دجانہ
اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ۔

اون اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ مین آتے اور بعد آپ کے خلفا اور
ائمہ اوسپر متصرف ہوتے ضرور ہے کہ اونکے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے
کیا جاے تاکہ معلوم ہو کہ فئے جسے کہتے ہین اوسمین اور دیگر اقسام مین مثل غنیمت وغیرہ کے
کیا فرق ہے اور ان اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفا اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ
چنانچہ اوسے ہم بیان کرتے ہین۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث مین آیا
ہے اوسکے دو معنے ہین ایک عام اور ایک خاص۔ کبھی وہ اپنے عام معنے مین اون اموال
پر بولا جاتا ہے جو مسلمانون کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کامون مین صرف کرنے کے لیے
تحصیل کیے جاتے ہین۔ اور ان معنی مین صدقہ زکوۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور
خراج اور فیئے وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور کبھی مخصوص معنی مین اوسکا استعمال ہوتا ہے
اور اس سے مراد صرف زکوۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنی خیرات ہوتی ہے۔ اور وہ صدقہ جو اہلبیت
رسول پر حرام ہے وہ صدقہ مخصوص ہے یعنی زکوۃ اور خیرات۔

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے مین آتا اوسکی تین قسمین تھین۔زکوٰۃ۔غنیمت۔فئے۔زکوٰۃ پر صدقے کا اطلاق ہوتا ہے اور اوس کا ذکر سورۂ توبہ مین ہے اور اوسی مین زکوٰۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے۔غنیمت اوس مال کو کہتے ہین جو لڑائی مین ہاتھ آئے اور اوسی کو بعض انفال بھی کہتے ہین۔اور اس کا ذکر سورۂ انفال مین آیا ہے۔

زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالی فرماتا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہین فقیر یعنی وہ محتاج جو سوال نکرتے ہون اور مسکین یعنی وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہون اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لیے مقرر ہون اور وہ لوگ جن سے جہاد مین مدد ملسکتی ہو اور اونکی تالیف قلوب منظور ہو۔اور غلامون کے آزاد کرنے اور قرضدارون کے قرض چکانے اور خدا کی راہ مین مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جاوے اور مسافرون کو دیا جاوے۔پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم مین بعض منافقون نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولت مندون سے مال لیتے ہین اور اپنے اقارب اور اہل مؤدت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہین اور عدل کی رعایت نہین کرتے۔اسلیے خدا نے اس آیت مین صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہین ہے نہ وہ اپنے لیے اوسمین سے کوئی حصہ لیتے ہین نہ اوسمین سے کوئی حصہ آپ کے اقارب اور عزیزون کے لیے دیا جاتا ہے پیغمبر صرف اوسکے امین اور خازن ہین اور بموجب حکم خدا کے اوسکی تقسیم کرنے والے۔فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول ما اعطیکم شیئا و لا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ مین تمھین نہ کچھ دیتا ہون اور نہ روکتا ہون مین صرف خزانچی ہون جہان حکم ہوتا ہے وہان خرچ کرتا ہون۔

غنیمت کے متعلق سورۂ انفال کے شروع مین خدا تعالی فرماتا ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ۝ یعنی پوچھتے ہین تجھسے ای محمد مال غنیمت کی نسبت۔ کہدے اونسے کہ یہ اللہ اور اوسکے رسول کا ہے۔ سو ڈرو اللہ سے آپس مین جھگڑا نکرو۔ اللہ اور اوسکے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ یہ آیت بدر کی لڑائی مین جو غنیمت ہاتھ آئی تھی اوسکے متعلق نازل ہوئی۔ چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانون کو ہاتھ لگی تھی اسلیئے اوسکی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ مین بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت مین غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا اول اپنے لیے پسند کر لیتا اور اوسی پسند کی ہوئی چیز کو صفی کہتے جسکی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جابجا اس بحث مین آیا ہے اور بروقت تقسیم کے چوتھ یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنیوالون اور فتح کرنے والون مین تقسیم ہوتا۔ اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اوسکو اپنی ملکیت سمجھتا۔ اور اسطور پر زبردست اور توانگر لوگ غریبون پر ظلم کرتے اور عمدہ اور اچھا مال خود لے لیتے۔ مال غنیمت کی نسبت بھی انھین خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور چونکہ اسوقت تک مسلمانون کے لیے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہین ہوا تھا اسلیئے لوگون نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ چوتھ اور صفی (یعنی جو مال پسند آوے) غنیمت مین سے لے لین اور باقی چھوڑ دین تاکہ ہم آپسمین تقسیم کر لین اسپر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہین ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اسپر کچھ جھگڑا نکرو۔

واضح ہو کہ اللہ والرسول سے یہ مدعا نہین ہے کہ خدا کے لیے نصف حصہ ہو اور نصف رسول کے لیے بلکہ اوس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اوس کا امین اور تقسیم کرنے والا ہے۔ رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہین ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت اور خانگی مالیت ہے بلکہ اسطرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اوسپر دعوی نہین کر سکتا

بلکہ خدا جسطرح پر حکم دیگا اوسطرح پر کیا جائیگا۔ پھر اسی سورت کی بیالیسوین آیت مین یہ حکم آیا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰي وَالْيَتٰمٰي وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ کہ مال غنیمت مین سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لیے ہے جو قرابت مندون اور غریبون اور یتیمون اور مسافرون کی مدد پہونچانے اور اون کی حاجت برلانے کے لیے رہے گا۔ اور چار خمس اون لوگونمین جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کامون مین مصروف تھے تقسیم کیا جائے گا۔

الفاظ لذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لیے خدا نے مقرر نہین کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اسلیے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورتمین آپ کی اور آپ کے رشتہ دارونکے خرچ ہوا اور جو کچھ بچے وہ یتیمون اور مسکینون اور مسافرونمین تقسیم کیا جاے۔ اور اسمین خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اوسنے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اوس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال ومتاع اور حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے۔ اور اسی لیے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت مین اپنی ذات خاص کے لیے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اوس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اوسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت مین سے نکالا گیا ہے اوسمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربی سب شریک ہین اور انھین کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لیے وہ اوسکے تصرف مین بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے۔ اور یہ وہ امر ہے کہ جسکو دیکھکو دشمن سے دشمن اسلام کا بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہین لگا سکتا اور یقین کر سکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اوسکے احکام کسی کی ذاتی آسایش

اور آرام کے لیے نہین ہین اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیون نہو اور جو کچھ اوس کے نام سے
مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اسلیئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ دارون کی معمولی ضرورت پوری کرنیکے
بعد وہ یتیمون اور غریبون اور مسافرون کی خبر گیری مین خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے
اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ خمس مین سے آتا
بعد اپنے اور اپنے اہل وعیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ مین خرچ کر دیا
کرتے اور کل کے لیے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہجاتا تو جب تک خدا کی راہ مین وہ خرچ نہو جاتا
آپ کو چین نہ آتا واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ

تفسیر صافی مین ہے کہ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مختصۃ بھما یضعانھا
حیث شاء کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہان وہ چاہین
اوسے صرف کرین۔ تہذیب مین امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بیان کیا گیا ہے کہ فئے
اور انفال اوس مال کو کہتے ہین جو بغیر خون ریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو۔ اور فئے اور
انفال ایک چیز ہے۔ فئے کے متعلق جو آیتین ہین وہ سورۂ حشر مین بیان کی گئی ہین
پہلی آیت یہ ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ
وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اس آیت کا
مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فئے کرتا ہے یعنی کفار کا مال اوسے دلاتا ہے
اوسمین تقسیم نہین ہو سکتی اسلیئے کہ تم اونٹ اور گھوڑون پر سوار ہو کر جنگ کے لئے نہین
گئے اور تمکو لڑائی نہین کرنی پڑی اسلیئے اوسمین مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہین ہو سکتی۔
اسکے بعد دوسری آیت مین فئے کی تقسیم کا بیان ہے اور وہ یہ ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ
مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ
کہ جو فئے رسول خدا کو حاصل ہو اوہ خدا اور اوسکے پیغمبر اور رشتہ دارون اور یتیمون اور
مسکینون اور مسافرون کے کام مین لانے کے لئے ہے۔

فئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ آپ کا ذاتی اور خانگی مال سمجھا جاتا یا وہ آپ کے اختیار مین تھا کہ خدا کے حکم کے مطابق اوسکو کام مین لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانون کے فائدے اور دیگر ضروریات شرعی مین خرچ کرتے۔ جواب آپ کی عادت اور خصلت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالامر۔ یعنی جہان خدا کا حکم ہوتا تھا وہین صرف فرماتے۔ مالک خود مختار نہ تھے کہ جسکو جی چاہتا دیدیتے اور جسکو نچاہتا ندیتے۔ بلکہ اوسمین ایسا تصرف کرتے تھے جسطرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہان اوسکے مولی کا حکم ہو وہان صرف کرے۔ اور اوسکی تشریح خود آپ نے فرما دی ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مین اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہون اور نہ منع کرتا ہون۔ مین تو ایک تقسیم کرنے والا ہون جہان مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہون اور جہان نہین ہوتا نہین دیتا۔ اور جسطرح آپ فئے کے مال کو صرف فرماتے اوس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اسلئے کہ جو کچھ اون زمینون سے آتا جو فئے تھین اوسمین سے آپ اپنی ذات خاص کے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کے خرچ کے لائق لے لیتے اور باقی سواریون اور سامان لشکر کی تیاری مین صرف فرماتے غرضکہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے ہے اوس سے مراد یہ ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا ساتھیون مین سے حصہ نہین ہو سکتا۔ اور نہ غنیمت کے مال کی طرح اوسکی تقسیم ہوسکتی ہے وہ رسول کے قبضے مین رہے گا کہ اوسکو اسلام کے ضرورتون اور لشکر کے کامون اور اقارب اور یتامی اور مساکین اور محتاجین کی حاجت براری مین صرف کرے۔ اور چونکہ آپ کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنیکی ضرورت پیش آتی تھی اور اوسکے انتظام کے لیے مصارف کی بھی حاجت ہوتی اور غنیمت کے مال مین سے چار خمس لشکریون پر تقسیم ہوجاتے تھے اور ایک خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری کے لیے کافی نہوتا اسلئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنون سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار

مین رکھا گیا کہ وہ ملکی ضرورتون مین کام آوے۔

تفسیر صافی مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ "انفال اور فئے مین وہ مال داخل ہین جو بغیر لڑائی کے دارالحرب سے حاصل ہون اور وہ زمین جسکے رہنے والے نکالدیے گئے ہون اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہون کی جاگیرین اور لاوارث کا مال یہ سب فئے مین داخل ہے۔ اور وہ خدا اور اوسکے رسول کا ہے اور بعد رسول کے اوس کا جو اوسکے قائم مقام ہو" اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہین تھی بلکہ خاص اہتمام مین رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسی واسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اوسکے اختیار مین ہوا جو آپ کا قائم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "وهی لله وللرسول ولمن قام مقامه بعده" کے جو حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمائے بے معنے ہوے جاتے ہین۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی مین منقول ہین یہ ہین "وفی الجامع عن الصادقؑ الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال وکل ارض انجلی اهلها عنها بغیر قتال وسماها الفقهاء فيئا والارضون الموات والآجام وبطون الاودية وقطائع الملوك وميراث من لا وارث له وهی لله وللرسول ولمن قام مقامه بعده" اور پھر دوسری حدیث اوسی مین کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ "الانفال ما لم يوجف عليه بخيل ولا ركاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بايديهم وكل ارض خربة وبطون الاودية فهو لرسول الله وهو للامام من بعده يضعه حيث يشاء" کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگون کے اپنے آپ دینے سے یا زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد اونکے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے" اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور اونکے بعد امام کے اختیار مین ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت امام جعفر صادقؑ جو بقول شیعون کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے مین تقسیم میراث کے معتقد ہونگے

یہ نفرماتے کہ انفال و فئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے کیونکہ امام کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہونچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا مین جاری ہے کہ شاہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب ملک و ریاست ہو وہ دو حیثیتین رکھتا ہے۔ ایک ذاتی اور خانگی دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائداد اونکے قبضے مین ہوتی ہے وہ اونکا ذاتی مال ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی عام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اوسکی آمدنی بیت المال مین داخل کیجاتی ہے۔ جسکو اس زمانے مین اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریزری کہتے ہین۔ پہلے مال مین میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اوسکے قائم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

آیہ واعلموا انما غنمتم من شیٔ مین جہان خمس کے مصرف کا بیان ہے وہان صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہین وفی الکافی عن الرضا انہ سئل عن ھذہ الآیۃ فقیل لہ فما کان للّٰہ فلمن ھو فقال لرسول اللّٰہ وما کان لرسول اللّٰہ فھو للامام کہ حضرت امام موسیٰ رضا سے کسی نے پوچھا کہ آیہ ان للّٰہ خمسہ وللرسول مین جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لیے ہے اور جو رسول کے لیے ہے وہ امام کے واسطے ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہین تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہوسکتا تھا بلکہ وہ امام کو پہونچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اوسی مین بیان کیا گیا ہے کہ سہم اللّٰہ وسہم الرسول یرثہ الامام۔ خدا اور رسول کے حصے کا وارث امام ہوتا ہے۔ اور امام کے لیے ہونیکا سبب یہ ہے کہ جو باتین پیغمبر کو کرنی پڑتی تھین یعنی مسلمانون کی مدد اور قضاء دیون اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج وجہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہین کما قال القمی والخمس یقسم علیٰ ستۃ اسہم سہم اللّٰہ

وسہم لرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسہم من ستۃ وثلثۃ اسہم لایتام آل الرسول ومساکینہم وابناء سبیلہم وانما صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثۃ اسہم لان اللہ تعالی قد الزمہ بما الزم النبی من مؤنۃ المسلمین وقضاء دیونہم وحملہم فی الحج والجہاد۔

تفسیر منہج الصادقین مین ذیل آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ الخ کے لکھا ہے کہ فئے اوس مال کو کہتے ہین جو کفار سے مسلمانون کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سوارون نے اوسپر حملہ نکیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لیے ہوتا ہے اونکی زندگی مین اور بعد اونکے اوس آدمی کے اختیار مین جو ائمۂ دین سے اونکا قائم مقام ہو اور اونکو اختیار ہے کہ جس کو چاہین دین اور جس کام مین مناسب جانین صرف کرین اور یہ قول امیرالمؤمنین کا ہے۔ چنانچہ اوسکے الفاظ یہ ہین " سوم فئے است (یعنی منجملہ اموالیکہ ائمہ و ولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالی است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاف خیل ورکاب وآن رسول را باشد در حیات وی وبعد از وی کسی را کہ قائم مقام وی باشد از ائمۂ دین وایشان بہر کس کہ خواہند دہند وبہر چہ صلاح باشد صرف نمایند واین قول امیرالمومنین ست صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ"

اور یہ قول جو جناب امیرالمومنینؑ کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فئے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور آپ کے بعد اوسکی تقسیم میراث کے طور پر نہین ہو سکتی تھی بلکہ وہ آپکے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار مین رہتا تھا۔ اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسیکے آگے یہ لکھا ہے کہ " ابن عباس وعمر وفقہای ما برانند کہ مستحقان فئے وخمس بنوہاشم اند از فرزندان ابوطالب وعباس " اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امامیہ فئے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہین سمجھتے بلکہ وہ اوس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہین جس سے مراد اولاد ابوطالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہ۔ قطع نظر روایتون اور اقوال اور حدیثون کے خود قرآن مجید سے معلوم

ہوتا ہے کہ فئے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جائداد نہین ہو سکتا اسلئے کہ آیہ مآ افاءاللہ علی رسولہ من اھل القریٰ مین جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فئے خدا اور رسول اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کے صرف کیلیے ہے اونمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اسلیے ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہین ہے بلکہ ان لوگون کی خبر گیری کے واسطے ہے۔ اور یہ مثل اسکے ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبے کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اوسکے مصارف بتا دے۔ بلاشبہ اوس حاکم کو اختیار رہوتا ہے کہ جو کچھ اوسکی ذات کے لیے مقرر ہے وہ اوسمین سے نکالکر باقی آمدنی کو اپنی راے اور صوابدید کے مطابق اون مصارف مین صرف کرے جو اوسکے بادشاہ نے بتا دیے ہین نہ یہ کہ اوسکے اختیار مین آمدنی ملک کی دینے سے مطلب ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہان چاہے خرچ کرے اور اوسے بہ طور میراث کے اپنے ورثے پر تقسیم ہونے کے لیے چھوڑ جاوے۔ اسیطرح فئے کو خدا نے پیغمبر کے اختیار مین دیا اور اوسکے مصارف بتا دیے کہ اپنی ذاتی ضرورتون مین صرف کرنیکے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کے کام مین خرچ کرے اگر یہ منظور نہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اوسکے شریک نہ کیے جاتے۔ اور اسی امر کو آگے چلکر خدا نے زیادہ صراحت سے بیان کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کہ یہ حکم ہمنے اسلیئے دیا ہے کہ مال فئے مالدارون ہی کے ساتھ مخصوص نہو جاوے کہ دست بدست اونمین پھرتا رہے اور یہ اُسی صورت مین ہو سکتا ہے جبکہ فئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا ہو جاوے اور اباً عن جد ایک سے دوسرے کو پہونچتا رہے۔ چنانچہ تفسیر منہج الصادقین مین اسی آیت کے ذیل مین لکھا ہے کہ "حق سبحانہ آنرا (یعنی فئے را) خاصہ پیغمبر گردانید و قسمت آن را بر وجہیکہ مذکور شد مقرر ساخت و فرمود کہ برین طریق کہ حکم فئے نمودیم کیلا یکون تا نباشد آن فئے دولۃ آن چیزیکہ متداول باشد دست بدست گردان بین الاغنیاء منکم میان توانگران

از شماکہ بآن مکاثرت کنید و بقوت و غلبہ زیادہ از حق خود بردارید و فقرا را اندک دہید یا محروم سازید چنانکہ در زمانہ جاہلیت بود" اسکے بعد مفسر موصوف لکھتے ہین کہ خطاب باہل ایمان ست غیر از پیغمبر و اہل بیت وی صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن اس قول کی کوئی سند نہین ہے اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت مین سے کسی کا ذاتی ہے کہ اوسمین ترکہ و میراث جاری ہو سکے اور ہمارے قول کی تصدیق اوس قول سے بھی ہوتی ہے جو علم الہدیٰ کا تفسیر منہج الصادقین مین نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربیٰ سے بھی مراد امام ہے نہ عام قرابتدار اسلئے کہ امام پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے اور فئے اوسکے اختیار مین ہونا چاہیے جیسا کہ وہ لکھتے ہین کہ از علم الہدیٰ نقل ست کہ ذی القربیٰ کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند بر آنکہ مراد از ان امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربیٰ واقع می شد۔

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر مین ذیل آیہ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کے لکھتے ہین کہ الدولۃ اسم للشیء الذی یتداولہ القوم بینہم یکون لھذا مرۃ ولھذا مرۃ ای لئلا یکون الفیء متداولا بین الرؤساء منکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاھلیۃ وھذا الخطاب للمؤمنین دون اھل بیتہ علیہم السلام وفی ھذہ الآیۃ اشارۃ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی والی الائمۃ القائمین مقامہ ولھذا اقسم رسول اللہ اموال خیبر ومن علیہم فی رقابھم واجلی بنی النضیر وبنی قینقاع واعطاھم شیئا من المال وقتل رجال بنی قریظۃ وسبی ذراریھم ونساءھم وقسم اموالھم علی المھاجرین ومن علی اھل مکۃ یعنی اس آیت مین اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ کے جو نبی کے قائم مقام ہون سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور اونکی جانون کے باب مین اونپر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دیکر جلاوطن کر دیا۔ اور بنی قریظہ کے مردون کو قتل کیا اور اونکے بچون اور عورتون کو قید کیا اور اونکے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

ان اقوال مذکورۂ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات مین فرق رکھتا ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح نہین ہوتا۔ اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار مین رکھا گیا تھا تاکہ اوسپر آپ متولیانہ قابض رہین۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اوسے کام مین لاوین۔ بعد آپ کے خلیفۂ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار مین دیا گیا تاکہ وہ بھی اونھین مصارف مین اوسے صرف کرین جس مین رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فئے کے مال مین بسبب اسکے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہین ہوسکتی تھی۔ اور چونکہ فدک اموال فئے مین سے تھا اسلیئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ مین بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنی بھی نہوتی تاہم فدک بوجہ نہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجرار احکام میراث سے مستثنی رہتا

اسی سے بعض دور اندیش امامیہ نے فاطمہؓ کے دعوی فدک کو میراث پر محدود رکھنا مناسب نہ جانکے اوسکا ہبہ کیا جانا اور فاطمہؓ کا دعوی ہبہ کرنا پیش کیا حالانکہ آنحضرت کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے کیونکہ ہبہ بغیر قبضۂ مالکانہ ممکن نہین ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہین اور اوسے ایک ایسی تاریخی سلسلے سے بیان کرنا مناسب جانتے ہین جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علمانے اسکی نسبت سُنّیون کی روایتون سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

بحث متعلق ہبۂ فدک

اسکے متعلق جو کچھ شیعون کے اون بزرگون نے لکھا ہو جنکا زمانہ ائمہ کرامؑ کے قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہین گذرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہوگا۔ ہمکو جہانتک علم ہے سب سے اول کتاب جسمین یہ بحث تفصیلا بیان کی گئی ہے وہ شافی ہے۔ جسکو جناب سید مرتضی ملقب بعلم الہدی نے قاضی عبدالجبار کی کتاب مُغنی کے جواب مین لکھا ہے۔

یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچوین صدی کے شروع مین تالیف ہوئی ہے - اسلئے کہ اوسکے مؤلف سنہ ۳۵۵ ہجری مین پیدا ہوے اور سنہ ۴۳۶ ہجری مین انتقال فرمایا - سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین یہ کتاب ایران مین چھاپی گئی اور اوسکی نسبت یہ لکھا گیا - وھو کتاب لم یات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشھور والاعوام ولا یاتون ابدا ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا لان اجداده الطاھرین کانوا لہ فی نصرتہ لھم ھادیا و مؤیدا و نصیرا کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جسکے مانند گذشتہ زمانے مین کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آیندہ لکھ سکیگا اسلئے کہ اسکی تصنیف مین ائمہ کرام مصنف کے اجداد کی تائید اور مدد تھی -

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے لکھا اور اوس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مولف نے خاتمے پر لکھا ہے سنہ ۴۳۲ ہجری مین لکھی گئی - اسکی تعریف مین بھی یہ لکھا گیا ہے وھو کاصلہ لم یات مصنف ولا مولف بمثلہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء کہ یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مؤلف نے ایسی کتاب کور چشم علماء اہل سنت کے رد مین نہین لکھی -

اسکے بعد کتاب کشف الحق و نہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکماء المتاخرین علامہ جمال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کی جسکی نسبت قاضی نور اللہ تستری اپنی کتاب احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجایتو خدا بندہ کے سامنے علماء اہل سنت سے جو مختلف شہرون سے جمع کئے گئے تھے مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ اونکے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیت اسطور پر ثابت کی کہ علماء اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جاتے - اور اوسکے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق و نہج الصدق والصواب تصنیف کی - اور سلطان مع امرا اور بہت بڑے گروہ علما اور اکابر کے شیعہ ہو گیا اور باوجودیکہ اوس زمانے مین علماء اہل سنت مین سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے

کہ قطب الدین شیرازی وعمر کاتبی قزوینی اور مولی نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرأت نکی۔ یہ کتاب غالباً ساتوین صدی کے اخیر مین لکھی گئی ہے۔ اوسکے مصنف ۶۴۸ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۷۲۶ھ ہجری مین وفات پائی۔

ساتوین صدی مین ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جسکا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے۔ جسکے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلّی ہین۔ جناب ممدوح ۵۸۹ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۶۶۴ھ ہجری مین اونھون نے وفات فرمائی۔ علامۂ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃً ایک ذمے کے نام سے لکھا ہے اور اوسکا نام عبد المحمود قرار دیا ہے۔ آغاز مین کتاب کے ایک تمہید اوس ذمے کی طرف سے لکھی ہے کہ مین نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبون کا اختلاف سنکر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کرون۔ سب سے اول مین نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر اونمین اکثر کو مالکی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی مذہب پر پاکر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نبی کے زمانے مین تھے نہ اونکے اصحاب اور نہ عقائد مین باہم متفق۔ پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہین۔ پھر شیعون کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو امامون اور پیغمبر کی اولاد سے منسوب کرتے ہین۔ پھر مین نے مذاہب اربعہ کے علما سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور اونسے سوالات کئے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہین ہین اور اونکے مذہب کی برائی اونھین کی کتابون سے ثابت کی۔ گویا اس پیرایے مین علامۂ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے۔ اور اس کتاب مین بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح بلیغ تقریر مین ادا کیا ہے۔ اوسکی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام مین بہت بڑا حصہ اونکی تقریر کا بحث فدک مین نقل کیا ہے۔

اسکے بعد قاضی نور اللہ تستری نے نہایت مشہور کتابین اس فن مین تالیف کین اونمین سے احقاق الحق نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے۔ جو جواب مین ابطال الباطل کے جسکو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب مین لکھا تھا قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے۔

گیارھوین صدی مین جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی ملۃ سید البشر فی راس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابین لکھین جن مین سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتون اور وقعات کا گویا ایک دریا ہے۔ اسکی آٹھوین جلد کتاب الفتن مین ایک خاص باب فدک کی بحث مین ہے۔ جس کا عنوان ہے باب نزول الآیات فی امر فدک وقصصہ وجوامع الاحتجاج فیہ۔ اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب مین جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تیرھوین صدی مین ایک نیا دور شروع اور ہندوستان مین شیعہ و سنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونیکے بعد علمار شیعہ نے اس فن مین اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھاے اور دہلی اور لکھنو کے علما و مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابین تصنیف کین۔ جن مین سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان مین ہے۔ اور جس مین جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے اوسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اوسکے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات مین تشئید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی اون کتابونمین سے ہین جنپر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اوسمین لکھا ہے اوسکی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اوس کا جواب ہی نہین ہوسکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علیخان صاحب اپنے بعض رسائل مین فرماتے ہین کہ از انجا کہ مجتہد العصر والزمان سمی رسول اللہ الی کافۃ الانس والجان اعنی مولانا و مقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد در کتاب معدوم النظیر موسوم بطعن الرماح این معضلۂ دلدوز مخالفین را چنان بیان کافی و وافی ایضاح فرمودہ اند کہ یالاحرازان بلکہ بماثل آن از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ برہان کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ناجری فیہا ابطال خلافت اول وثانی می سازد۔

سوائے انکے ایران مین بھی چند کتابین بالفعل ایسی طبع ہوئی ہین جنمین فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ منجملہ اونکے ایک کتاب بحرالجواہر ہے جسکے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہین جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانے مین تھے۔ دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جسکی دوسری جلد خاص امامت کی بحث مین ہے۔ تیسری کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا ہے جسکے ۴۷۰ صفحے مطبوعہ ہین اور اوسمین حضرت فاطمہؑ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع اون روایات اور مباحث کے جو اس مسئلے سے تعلق رکھتی ہین۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم ناسخ التواریخ ہے جسمین مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف ناسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہؑ کا حال لکھا ہے جسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اسکے سوائے جو اور فارسی اور اردو مین رسالے لکھے گئے ہین اونمین صرف جو شہ چینی طعن الرماح کی کی گئی ہے اور اوسی کے اقوال اور مضامین اولٹ پھیر کے بیان کئے گئے ہین۔

ان کتابونمین جنکے نام ہمنے اوپر بیان کئے کتاب کشف الحق مین میراث کے دعوی کا اول ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہبہ کا بعد اوسکے اور اس سے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اوسکے مصنف میراث کے دعوی کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے۔ اور فدک کی بحث مین پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اول میراث کا دعوی کیا تھا یا ہبہ کا۔ عموماً علماء امامیہ یہ فرماتے ہین کہ حضرت سیدۃ النساءؑ نے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے اول یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک اونھین ہبہ کردیا تھا اور وہ اوسپر متصرف اور قابض تھین۔ جب ابوبکر صدیق رض خلیفہ ہوے تب اونھون نے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کرلیا۔ یہ سنکر وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئین اور یہ دعوی کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور مین اوسپر قابض تھی تمنے کیون میرا قبضہ اوٹھا دیا۔ اسپر حضرت ابوبکر صدیق رض نے اونسے شہادت طلب کی۔ حضرت فاطمہؑ نے حضرات علی رض اور حسنین اور ام ایمن کو شہادت مین

پیش کیا۔ اوران سب نے حضرت فاطمہؓ کے دعوی کی تائید مین گواہی دی مگر ابو بکر صدیقؓ نے یہ کہکر کہ شہادت کا نصاب پورا نہین ہوا اونکی گواہی کو رد کیا۔ اور فدک اونھین واپس نکیا۔ اسپر وہ خفا ہوگئین اور بعد اسکے میراث کا دعوی کیا۔ اسلئے سب سے پہلے اس بحث مین یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوی مقدم تھا۔ چنانچہ عماد الاسلام کے دسوین باب کے چوتھے فائدے کے چوتھے مسئلے مین جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے "کما یقول المسئلة الرابعة ان فاطمة ھل ادعت المیراث اولا ثم ادعت النحلة او بالعکس ویستفاد من کلام اکثر العامة ان دعوی النحلة ظھرت منھا بعد دعوی المیراث وقالت الامامیة بالعکس یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہؓ نے پہلے میراث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعوی میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اسکے برعکس کہتے ہین" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہین کہ ہبہ کا دعوی اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعوی میراث کے دعوی کے بعد حضرت فاطمہؓ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی ثابت ہی نہین اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہین کہ حضرت فاطمہؓ نے ہبہ کا دعوی کیا تھا۔ اسلیے جو عمارت اس روایت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے شہادت طلب کی گئی اور اونھون نے حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور ام ایمنؓ کو شہادت مین پیش کیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اوسکو نمانا اور یہ عذر کرکے کہ ازروے احکام شریعت کے شہادت کافی نہین ہے فاطمہؓ کے دعوی کو رد کیا اور پھر اسپر بہت طرح سے حضرت ابو بکر صدیقؓ پر ملامت کی ہے اور اونکا ظلم وستم ثابت کیا ہے۔ اور سنیون کے نزدیک فاطمہؓ اور علیؓ اور حسنینؓ کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کیواسطے جھوٹا دعوی اور جھوٹی شہادت دینے والا اقرار دیا ہے وہ سب منہدم ہوجاتی ہے۔ جب نفس دعوی کی نسبت

کوئی صحیح روایت ہی سنیون کے یہان نہین ہے توجوکچھ زورقلم اس باب مین حضرات علماء امامیہ نے دکھایا ہے اوسپر ثبت العرش ثم انقش کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریرین اور وہ پرجوش اور زبردست تحریرین جو اس باب مین کی ہین ہبا منثورا ہوجاتی ہین۔ اسی واسطے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوی میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ مین فرمایا ہے وللہ دره و علی اللہ اجره دریجا فائدہ عظیمہ باید دانست کہ شیعہ دراول درباب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتند وچون ازعمل ائمہ معصومین وازروی روایات این حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد ازین دعوی انتقال نمودہ دعوی دیگر تراشیدند وطعن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزدہم ست کہ ابوبکرؓ فدک را بفاطمہؓ نداد حالانکہ پیغمبر برای او ہبہ نمودہ بود۔ ودعوی فاطمہؓ را مسموع نمود وازوی گواہ وشاہد طلبید الی قولہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہراؓ وشہادت دادن حضرت علیؓ وام ایمنؓ یا حسنینؓ علی اختلاف الروایات درکتب اہل سنت اصلا موجود نیست۔ محض از مفتریات شیعہ است ودرمقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست۔

ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہین چاہتے بجز اس کے کہ خود علماء شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایاجاتا ہے کہ ارث کا دعوی ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۴۱ مین لکھا ہے وما فی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولا ثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل ارثہا لا محالۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ کہ بعض روایات مین جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اول ارث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا پس بشرط صحیح ہونے اسکے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اوسکی مستحق تھین جب اوسمین ایک روایت نقل کرکے شبہ ڈالدیا تو جو اصلی بات تھی اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اوس کا دعوی کیا۔ مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعوی کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوی کو

بعد اسکے اسلئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہین کیونکہ تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہین ہوتا خصوصًا اوسوقت جبکہ ہبہ کا دعوی فی نفسہ ہمارے نزدیک ہیچ ہی ہوا ہو۔

آیا فدک پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا تھا یا نہین

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہین کہ فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اوسی بنا پر حضرت فاطمہؓ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابو بکر صدیق رضؓ کے سامنے دعوی کیا اسلئے بار ثبوت اونکے ذمے ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتون سے ان دونون دعوون کو ثابت کرین اگر وہ اسے ثابت کر سکین تو ہمارے ذمے ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ پر لگاتے ہین اور اوسکے متعلق جو باتین پیش آئین اونسے حضرت صدیق اکبرؓ کو الزام دیتے ہین اونکے جوابات دین۔ لیکن اگر وہ اپنا دعوی ہی ثابت نکر سکین تو ہمین ضرور نہین کہ بر بناء فرض و تسلیم کے اون لغو و بیہودہ الزامات کا جواب دین اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کرین۔ اسلئے ہم ایک تفصیلی نظر اون تمام کتابون پر جنکے نام اوپر بیان کئے گئے کرتے اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہین کہ کیا ثبوت اونکی طرف سے ان دونون دعوون کے متعلق پیش کیا گیا ہے اور کس قسم کی روایتین کس قسم کی کتابون سے بتائید اپنے دعوے کے اوںھون نے بیان فرمائی ہین۔

شافی مین متعلق فدک کے ہبہ کئے جانیکی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیون کی کتابون سے پیش نہین کی گئی بلکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین جو یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہین کہ ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو فدک عطا فرمایا اور پھر عمر بن عبد العزیز نے اولاد فاطمہؓ پر اوسے رد کیا" اسی روایت پر کفایت فرمائی ہے اور شیعون کے اس قول کو نقل کر کے قاضی عبد الجبار نے لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب مین روایت پیش کرتے ہین وہ صحیح نہین ہے اوسکی تردید مین ہبۂ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہین کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدی کے نزدیک سوای اوس روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری کے شیعون مین مشہور ہو رہی تھی

کوئی صحیح روایت سنیون کی معتبر کتابون مین اونھون نے نہین پائی ورنہ اوسے پیش فرماتے۔

تلخیص شافی مین بھی کوئی دوسری روایت ہبۂ فدک کی تائید مین پیش نہین کی گئی۔

علامہ مطہر ابن حلیؒ کی کتاب کشف الحق ونہج الصدق مین بھی کوئی صحیح سند متعلق ہبہ کے نظر نہین آئی۔

طرائف مین ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونھا الی محمد صلعم نبیھم انہ لما فتح خیبر اصطفے لنفسہ قری من قری الیھود فنزل جبریلؑ بھذہ الآیۃ فآتِ ذَا القُرْبیٰ حَقَّہٗ فقال محمد صلعم من ذَا القُرْبیٰ وما حَقَّہٗ قال فاطمۃ فدفع الیھا فدک ثم اعطاھا العوالی بعد ذلک فاستغلتھا حتی توفی ابوھا محمد صلعم کہ ان لوگون نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤن اپنے لیے علیحدہ کر لیا پھر جبریلؑ یہ آیت لائے کہ اپنے ذا القربی کو اونکا حق دیدو اوسپر آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ذا القربی کون ہین اور اونکا حق کیا ہے جبریلؑ نے کہا کہ ذا القربی فاطمہؑ ہین اسپر آپ نے فدک اونھین دیدیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات اور عطا کئے کہ اوس کا غلہ حضرت فاطمہؑ لیا کرتین تا وفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (دیکھو طرائف صفحہ ۶۸ مطبوعہ بمبئی) اسکے علاوہ اسی کتاب مین ایک اور روایت سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین ومن طریف مناقضاتھم ما رووہ فی کتبھم الصحیحۃ عندھم برجالھم عن مشائخھم حتی استندوہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عبّاد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فُضَیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت آیۃ وآتِ ذَا القُرْبیٰ حَقَّہٗ دعا رسول اللہؐ فاطمۃؑ فاعطاھا فدک کہ سنیون کے عجیب مناقضات

مین سے وہ روایت ہے جسکو اونھون نے اپنی معتبر اور صحیح کتابون مین اپنے مشائخ سے روایت کی ہے اور اوسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورہ بالا یون لکھتے ہین کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقه نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک اونھین دیدیا۔

بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک مین ملا باقر مجلسی آیہ وآت ذاالقربی حقه کی شان نزول مین فرماتے ہین رواہ کثیر من المفسرین ووردت بہ الاخبار من طرق الخاصة والعامة۔ کہ اس آیت کے شان نزول مین بہت روایتین بہت سے مفسرین نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہین۔ اور اسکے بعد لکھتے ہین قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابة الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہین کہ اس آیت مین جو ذاالقربی کا لفظ ہے اوس سے مراد قرابت رسول ص سے ہے۔ پھر اونھین سے ایک روایت نقل کرتے ہین اخبرنا السید مھدی بن نزار الحسنی باسناد ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذا القربی حقه اعطی رسول اللہ صلعم فاطمةؓ فدک قال عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبید اللہ بن موسی یسئالہ عن قصة فدک فکتب الیہ عبید اللہ بھذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیة فرد المامون فدک علی ولد فاطمة انتھی۔ کہ ہمکو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے اون اسناد سے جسکو اونھون نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے ہین کہ جب آیت وآت ذاالقربی حقه نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے لکھکر فدک کا قصہ دریافت کیا عبید اللہ نے اوسکے جواب مین اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اوسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اسپر مامون نے فدک اولاد فاطمہؓ کو دیدیا۔ اس روایت مین ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذاالقربی حقه کی تفسیر مین جو سورۂ بنی اسرائیل مین واقع ہے اوس اسناد کا اسطرح ذکر کیا ہے۔ واخبرنا السید ابو حمید مھدی بن نزار الحسنی قراءة قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد

ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاها قال اخبرنی عمر بن الحسین
بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین
قال حدثنا ابو معمر بن سعید جیثم وابو علی القاسم الکندی و یحیی بن یعلی و علی بن مسہر عن
فضیل بن مرزوق عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله و آت ذا القربی حقہ الخ
اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اسطرح بیان کیا ہے ۔
و نیز سید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد الله الحسکانی نقل می کند کہ در بغداد
حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک گفت کہ جعفر بن
محمد الاحمصی بمن گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید خدری
کہ گفتند چون آیہ و آت ذا القربی حقہ نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہ عطا فرمودہ الخ۔
دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس
المقانعی عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری
قال لما نزلت فآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ ع واعطاھا فدک
تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں روی السید
ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان
قال روی حدیث فدک فی تفسیر قوله تعالی وآت ذا القربی حقہ عن عشرین طریقا فمنہا
ما رواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی و ہیثم بن خلف الدوری و عبد اللہ بن سلیمان
بن الاشعث و محمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن
عابس و حدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن
عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما
نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ ع واعطاھا فدک کہ سید
ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے

کہ وہ کہتے ہین کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی تفسیر مین بیس طریقون سے مروی ہے اونمین سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہمسے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور اونھون نے علی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اونھون نے علی بن عابس سے اونھون نے فضیل بن مرزوق سے اونھون نے عطیہ عوفی سے اور اونھون نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہؑ کو بلاکر فدک دیدیا۔

قاضی نوراللہ شستری نے اپنی کتاب احقاق الحق مین بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے روی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندھم ان النبی لما افتتح خیبر اصطفی قری من قری الیھود الخ

علماء الاسلام مین ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف مین مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہین "فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) مارواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین "وما فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ

ابراهیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار"۔ یعنی کنز العمال مین شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم مین ابو سعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ ای فاطمہؑ فدک تمھارے لیے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ مین اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اوسی کتاب مین تفسیر در منثور سیوطی سے نقل کی ہے کمایقول وفی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک"۔

اور اوسی کتاب مین چوتھی روایت معارج النبوت سے بیان کی ہے جیساکہ فرماتے ہین "وما فی معارج النبوۃ الشھیر بسیر مولٰنا الھروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبارۃ" "ودر مقصد اقصی مذکور است کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوی خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آن رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالی می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشان چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را باو دہ وانچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برای وی حجتی نوشت و آن وثیقہ بودہ کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خدا است برای من وحسن وحسین"۔

ان چار روایتون کو نقل کرکے آپ فرماتے ہین "وقال السید المرتضیٰ فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتھی کلام السید" یعنی سید مرتضی شافی مین کہتے ہین کہ سوائے

ابو سعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقون سے یہ روایت بیان
کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربي حقه نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک اونھین
دیدیا۔ اور جبکہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اوسکے نماننے کی کوئی وجہ نہین ہے فقط۔
لیکن نہ جناب مولنا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام مین اور نہ جناب سید مرتضی نے
اپنی کتاب شافی مین اون روایتون کو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے
ہین جن مین یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہدینا کہ اور بہت سی روایتون مین بھی
یہ منقول ہے کافی اور شافی نہین ہے۔ خصوصًا جبکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین
اس روایت کو شیعو کی طرف سے باین الفاظ ذکر کیا تھا قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری
کہ شیعہ ایسا کہتے ہین کہ ابوسعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اوسکی نسبت اپنے جواب مین
یہ لکھا تھا الجواب عن ذلک ان اکثر ما یروون فی ھذا الباب غیر صحیح کہ جواب شیعون
کے اس قول کا یہ ہے کہ جو کچھ اس باب مین وہ روایت کرتے ہین اکثر غلط ہے۔

آگے چلکر قاضی عبد الجبار نے صاف لکھدیا تھا وان صح عقد الھبة کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی
ہو تو فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضے مین ہونا چاہیے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبد الجبار
اس روایت پر یقین نہین رکھتے تھے۔ ایسی حالت مین جناب علم الہدی کا بالاجمال یہ کہدینا کہ او
بہت سے طریقون سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور اونکے دعوی کے ثبوت کے لیے
کافی نہین تھا۔ اونکو چاہیے تھا کہ اون طرق مختلفہ سے جس کا اونھون نے بالاجمال دعوی کیا تھا
اس روایت کو ثابت کرتے اور اون تمام روایتون کو بیان کرکے اپنے دعوی کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح مین جناب مجتہد سید محمد صاحب درمنثور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی اور
سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ کئے جانے کا
ذکر کرتے ہین کما یقول رحی السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قوله تعالی
وآت ذا القربی حقه اخرج البزار وابو یعلی وابن حاتم وابن مردویه عن ابی سعید الخدری

قال لما نزلت هذه الآیة وآت ذا القربیٰ حقه دعا رسول اللّٰہ صلعم فاطمۃ فاعطاها فدک - واین روایت صریح ست در آنکه ہرگاه آیه وآت ذا القربیٰ حقه یعنی عطا نما صاحب قرابت را حق او نازل گردید آنجناب فاطمه را طلب فرموده فدک را بآنحضرت عطا فرمود - شیخ علی متقی درکتاب کنز العمال درباب صلہ رحم از ابو سعید روایت کرده قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقه قال النبی یا فاطمۃ لک فدک وسید الحفاظ ابن مردویه درکتاب خود مسنداً از ابو سعید روایت سابقه را نقل کرده - ونیز صاحب روضة الصفا و معارج النبوت از مقصد اقصیٰ روایت اعطاء فدک ونوشتن وثیقه را نقل کرده چنانچه آنفا عبارت آن بمعرض بیان درآمد وعقل ہیچ عاقل باور نمی کند که باوصف اعطای فدک وہبۂ آن ونوشتن وثیقه برای آن از زمان فتح خیبر تا ہنگام وفات سرور کائنات اقباض آن بوقوع نه پیوسته باشد بلکه لفظ اعطا نیز بران دلالت دارد کما لا یخفی - وصاحب تاریخ آل عباس که از معتمدین اہل سنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنه نوشته که بعد از آنکه جماعتی از اولاد حسنین نزد مامون دعوی فدک کردند مامون جمع نمود دو صد کس از علمای حجاز و عراق وغیر ایشان را و تاکید کرد که کتمان صواب ننموده از متابعت حق ور استی سر نه پیچند پس ایشان روایت واقدی و بشر بن الولید وغیره نقل کردند که بعد از فتح خیبر جبریل با آیه وآت ذا القربیٰ حقه نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذا القربیٰ وچیست حق او جبریل گفت فاطمه است وفدک حق اوست پس رسول خدا فدک را بآنحضرت داد -

صاحب تشئید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورۂ بالا کے علاوہ پیش نہین کی -

کفایہ موسوم عصمت لولایہ کے جلد دوم مین صفحہ ۳۵۸ سے تا صفحہ ۳۸۰ بہت تفصیل سے فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وآت ذا القربیٰ حقه کی نسبت صفحہ ۳۶۰ مین یہ لکھا ہے - که از برای احدی از امت شبہه نبود در آنکه فدک خالص بود از برای رسول خدا صلعم واحدی را در ان حقی نبود از امت - واخبار طرفین از خاصه وعامه ناطق باین امرست - ونیز ظاہر آیه وآت ذا القربیٰ حقه

بہ تصدیق کثیرے از علما و مفسرین و روات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا نحلہ وعطیہ داد بحضرت فاطمہؑ چون ثعلبی وجوہری و یاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان وشہرستانی وصاحب تاریخ آل عباس و واقدی وبشر بن الولید وعبد الرحمن بن صالح وعمر بن شبہ وابن حجر در صواعق وابن ابی الحدید وابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل وحاکم ابو القاسم الحسکانی وحاکم ابو محمد واحمد بن عثمان بغدادی وقاضی عبد اللہ ابن موسی انہ لما نزلت اٰیۃ وآت ذا القربی حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃ رض فدک فقط۔ اس مین مؤلف نے روایت ہبۂ فدک اور دعوی فدک کو مختلط کر دیا ہے۔ اور اونکی روایتون او راقوال کو نقل نہین کیا مگر سوای ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اوپر ہو چکا نام بھی نہین لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۳۵ مین اوس کتاب کے باین الفاظ بیان کی گئی ہے "کما فیہ" وثعلبی کہ از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سدّی و دیلمی روایت کردہ است کہ حضرت علی ابن الحسین بیکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلی۔ فرمود در سورۂ بنی اسرائیل این آیہ خواندہ کہ وآت ذا القربی حقہ آن شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربی کہ حق سبحانہ وتعالی امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے۔"

ان کتابون کے علاوہ ایک اور کتاب ایران مین بالفعل چھپی ہے اور اوس کا نام غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام اوسکے مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہین اور انکی نسبت صاحب الحدائق شیخ یوسف بحرانی نے اپنی کتاب مسمی بلؤلؤۃ البحرین مین یہ لکھا ہے کان السید المذکور فاضلا محدثا جامعا متتبعا للاخبار بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسی رح وکانت وفاتہ للسنۃ السابعۃ بعد المأئۃ والالف۔ وصنف کتبا عدیدۃ تشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ۔ یعنی سید موصوف بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث واخبار پر ہین کہ مثل انکے اگلے لوگون مین سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہین ہوا اور انکی بہت تصنیفات ہین جن سے انکی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت

کرنے مین لکھی ہے اور اوسمین تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے اور ہر آیت کے متعلق جتنی روایتین
اور حدیثین ہین خواہ اہل سنت کی خواہ شیعون کی اون سب کو نقل کیا ہے اور اوںھون نے
اس کتاب کے دیباچہ مین اون تمام کتابون کے نام لکھے ہین جن سے اوںھون نے روایتین
نقل کی ہین ۔ اور بلاشبہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود اوسکے مؤلف کی غزارت علم اور کمال وقفیت
کی شاہد ہے اس کتاب کے مقصد دوم کے سترھوین اور اٹھارھوین باب مین آیۂ وآت ذاالقربی
حقہ کے متعلق جتنی حدیثین اور روایتین فریقین کی ہین وہ نقل کی ہین مگر باوجود اس جامعیت
کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت اوںھون نے سنیون کی طرف سے بیان
نہین کی ۔ البتہ گیارہ حدیثین شیعونکی نقل کی ہین چنانچہ اوسکے صفحہ ۲۲۳ مین یہ لکھا ہے الباب
السابع عشر قولہ تعالیٰ وآت ذاالقربی حقہ والمسکین الآیۃ من طریق العامۃ وفیہ حدیث
واحد الثعلبی فی تفسیرہ فی ہذہ الآیۃ قال عنی بذلک قرابۃ رسول اللہ صلعم ثم قال الثعلبی
روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسین لرجل من اہل الشام اقرأت
القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذاالقربی حقہ قال وانکم القرابۃ التی امر
اللہ تعالیٰ ان یؤتی حقہ قال نعم فقط اس کا ترجمہ جو کفایہ مین بزبان فارسی ہے وہ ابھی اوپر ہم
لکھ چکے ۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین الباب الثامن عشر فی قولہ تعالیٰ وآت ذاالقربی حقہ
والمسکین الآیۃ من طریق الخاصۃ وفیہ احد عشر حدیثا کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق
گیارہ حدیثین ہین اور اوسمین عطیہ عوفی کی وہ روایتین بھی منقول ہین جسکو بعض سنیون کی
کتابون سے علماء امامیہ نے نقل کی ہین ۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے چنانچہ وہ فرماتے ہین
الثامن العیاشی باسنادہ عن عطیۃ العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر وافاء اللہ علیہ
فدکا وانزل اللہ علیہ وآت ذاالقربی حقہ قال یا فاطمۃ لک فدک ۔ التاسع العیاشی
باسنادہ عن عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبد اللہ بن موسی العبسی یسأل
عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبد اللہ بن موسی بہذا الحدیث ۔ العاشر العیاشی باسنادہ

منشی سبحان علی خانصاحب نے جو فن ادب مین مشہور ہین ایک کتاب امامت مین لکھی ہے اوسکے دوسرے حصہ کے صفحہ ۴۲ مین فدک کی بحث ہے مگر اسمین خانصاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اوسی کے مضمون کو اولٹ پھیر کے بیان کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہین کہ این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات حق بضعۃ الرسول بر ہمان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بہ تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی این اعتدامشار الیہ است می سازد فقط۔ اسمین کوئی روایت جدید منقول نہین ہے جو قابل نقل ہو۔

ہمنے جو کچھ اوپر بیان کیا اوس سے اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی سے لیکر تیرھوین صدی تک جتنی مشہور کتابین شیعون کی اس بحث کے متعلق تھین اون سب سے ہمنے اون روایتون کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابون سے اونھون نے نقل کی تھین بلفظہ لکھدیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابین ہونگی جو ہمین نہین مل سکین مگر ایسے مشہور اور نامور عالمون نے جیسے کہ جناب علم الہدی اور علامہ حلی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ تستری اور مولنا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالباً انکے مطالعے سے کوئی اور روایت رہ نگئی ہوگی خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اسلئے ہمکو اس یقین کرنیکی وجہ ہے کہ جو کچھ اونھون نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ اونکے پاس نہ تھا اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ یہ ثبوت نہ عقلاً نہ نقلاً شہادت مین داخل کرنیکے لائق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اسلئے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ اوس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے مین چھپا ہوا ہے جسکے مختلف رنگ دوسرون نے لئے ہین اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہرین نکلی ہین اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہان سے ساری شاخین پھوٹی ہین۔ اور ہم یقین کرتے ہین کہ علماء شیعہ جنکوان روایتون پر بہت کچھ

نازہے اور جنھون نے اوسکی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے اور جسکی بنا پر بہت سے
الزام حضرات شیخین رض پر لگائے ہین اور بہت دردناک تقریرونمین اونکا ظلم وستم ظاہر کیا ہے اور
جناب سیدۃ النسا فاطمہ زہرا کے دعوی ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے مین ڈالنے والی باتین
بنائی ہین اپنے پیش کئے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اوسے فاش کرتے ہین
حیران اور ششدر ہوجائین گے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نوراللہ تستری نے کشف الحق کے
شائع ہونیکے بعد سنیون کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھین گے ای یتمنون ان
یکونوا جماداً او شجراً و بہتون کانہم النقموا حجراً یعنی تمنا کرین گے کہ کاش وہ پتھر یا درخت
ہوجائین اور ایسے مبہوت ہوجائین گے گویا اون پر پتھر پڑ گئے ہین۔

علماء امامیہ کی مذکورۂ بالا کتابونمین جو حدیثین اور روایتین پیش کی گئی ہین جنکو وہ
سنیونکی روایت کہتے ہین اونکی تکرار اور نقل در نقل کو حذف کرکے دو قسم کی مفصلۃ الذیل روایتین
پائی جاتی ہین۔ ایک وہ جنمین پوری تفصیل راویون کی لکھی گئی ہے۔ دوسری وہ جسمین یا صرف منقول عنہ
کتاب کا نام ہے یا بجائے پوری سند بیان کرنیکے صرف بعض راویون کے نام لکھدیے ہین۔ اول
قسم مین چار اور دوسری قسم مین پانچ روایتین ہین۔ اول قسم کی روایتین یہ ہین۔

ایک[۱] وہ روایت جو طرائف مین سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور جسکو عماد الاسلام
اور دوسری کتابونمین بھی نقل کیا ہے اسکے بیان کرنے والے راوی حسب ذیل ہین اول محی السنہ
ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ ہمدانی دوسرے قاضی ابو نصر شعیب بن علی تیسرے موسی
بن سعید چوتھے ولید بن علی پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عباس ساتوین
فضیل آٹھوین عطیہ نوین ابو سعید جنپر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری[۲] وہ روایت جو بحار الانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین بہ تفصیل
اسناد بیان کی گئی ہے اور اوسکے راوی یہ ہین۔ اول سید ابو حمید مہدی بن نزار حسینی دوسرے
حاکم ابو القاسم بن عبداللہ الحسکانی تیسرے حاکم الوالد ابو محمد چوتھے عمر بن احمد بن عثمان

پانچوین عمر بن حسین ابن علی بن مالک چھٹے جعفر بن محمد الحمصی ساتوین حسن بن حسین آٹھوین ابو معمر بن سعید نوین ابو علی قاسم کندی دسوین یحییٰ بن یعلی گیارھوین علی بن مسہر بارھوین فضیل بن مرزوق تیرھوین عطیہ کوفی چودھوین ابو سعید خدری۔

تیسری - وہ روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ اسکے راوی اول محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی ہین دوسرے ہیثم بن خلف دوری تیسرے عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عابس (یہ حقیقت مین علی بن عباس ہے) ساتوین جعفر بن محمد حسینی آٹھوین علی بن منذر طریقی نوین فضیل بن مرزوق دسوین عطیہ عوفی گیارھوین ابو سعید خدری۔

چوتھی - وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے۔ اوسکے اول راوی محمد بن عباس ہین دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابو کریب چوتھے معاویہ پانچوین فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابو سعید خدری۔

اور دوسری قسم کی روایتین یہ ہین۔

پہلی وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام مین نقل کی ہے۔ اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور راویون کے نام منقول ہین ایک ابراہیم بن محمد بن میمون دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویون نے اپنی سند کا سلسلہ ابو سعید تک پہونچایا ہے۔

دوسری وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ مین در منثور سیوطی سے بلا حوالہ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح مین ادسپر اتنا اور بڑھایا ہے کہ بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔

تیسری جو بحار الانوار وغیرہ مین لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ مامون نے عبید اللہ بن موسیٰ سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو اونھون نے اسی حدیث کو جسکا

ذکر سید مہدی بن نزار حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اوسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت
کیا ہے۔ اسمین دو نام مذکور ہین ایک فضیل بن مرزوق دوسرے عطیہ۔
چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف مین بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے
بیان کی ہے جس مین سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالۂ واقدی قاضی نور اللہ ششتری
نے احقاق الحق مین نقل کیا ہے۔
پانچوین وہ روایت جو معارج النبوت اور مقصد اقصیٰ سے عماد الاسلام وغیرہ مین نقل کی گئی ہے
یہ ہے کل مایۂ ناز علماء امامیہ کا اور یہ ہے مجموعہ اون تمام روایتون کا جسکو وہ بہت
بڑے زور شور سے سنیون کے مقابلے مین ہبۂ فدک کے ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے
ہین۔ اور چونکہ یہ روایتین مختلف طور سے اور مختلف موقع پر بحث فدک مین بیان کی جاتی ہین
بیچارے ناواقف سنی اونھین دیکھکر گھبرانے لگتے ہین اور یہ سمجھکر کہ یہ روایتین تو ہماری ہی
کتابون سے نقل کی گئی ہین اور غالباً صحیح ہونگی حیران رہجاتے ہین۔ اور اکثر لوگون کو خلجان
اور اپنے عقائد مین شبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب کہ ہمنے اون سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس سے
دیکھنے والون کو معلوم ہو سکے گا کہ سلسلہ ان تمام روایتون کا ابو سعید پر ختم ہوتا ہے اور ابو سعید
سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور انھین سے اس
روایت کا سلسلہ آیندہ بڑھا ہے۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اسمین لگائے گئے ہین اوسکی جڑ
ابو سعید ہین۔ مگر ابو سعید کے نام مین ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے جس سے ناظرین کو شبہ
ہوتا ہے کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری ہین جو صحابی تھے حالانکہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہین
ہین بلکہ یہ وہ ابو سعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہین۔ اونکے بہت سے
نام اور مختلف کنیتین ہین۔ اور اسی سبب سے لوگون کو اکثر انکے نام مین دھوکا ہو جاتا ہے۔ کبھی
انکا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہکر پکارے جاتے
ہین۔ اور اونکی تین کنیتین ہین ایک ابو نصر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید۔ اور انھین سے

عطیہ عوفی روایت کرتے ہین۔ اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے وہ اس قسم کی حدیثون کو اپنے شیخ ابوسعید کلبی سے اسطور پر روایت کرتے ہین کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابوسعید خدری صحابی سے روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابوسعید کہکر چپ ہوجاتے ہین کلبی یا اور مشہور نام اونکا نہین لیتے تاکہ لوگون کو شبہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہین وہ ابوسعید خدری صحابی ہین چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہوگیا اور اونکی یہ ہوشیاری کھل گئی۔ تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال اور اصلی اعتقاد ظاہر ہوجائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابوسعید کلبی سے ہے نہ کہ ابوسعید خدری سے کھل جائے ہم اول عطیہ کا اور پھر ابوسعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابون سے بیان کرتے ہین۔ اور اوس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتون پر پڑا ہوا تھا اوٹھاتے ہین عطیہ۔ جنھون نے اس روایت کو ابوسعید سے بیان کیا ہے اونکی نسبت تقریب مین جو معتبر کتاب اسماء الرجال کی ہے لکھا ہے کہ وہ روایت مین خطا بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی فرماتے تھے اور شیعہ بھی تھے کما یقول عطیۃ بن سعد الکوفی یخطیٔ کثیرا و کان شیعیا مدلسا اول تو انکی روایت بسبب اسکے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہین دوسرے بوجہ تدلیس کے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بلحاظ شیعہ ہونیکے یہ روایت شیعونکی ہے نہ کہ سنیونکی۔

روایت مین خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزین محتاج بیان نہین ہین مگر تدلیس کیا چیز ہے اور راوی مین یہ عیب کس وجہ کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کرسکین۔ ابن جوزی تدلیس کو روایت مین اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہین کہ وہ تلبیس ابلیس مین لکھتے ہین ومن تلبیس ابلیس علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یبینوا انہ موضوع وھذا خیانۃ منھم علی الشرع ومقصودھم تنفیق احادیثھم وکثرۃ روایاتھم وقد قال النبی من روی عنی حدیثا یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ومن ھذا الفن تدلیسھم فی الروایۃ فتارۃ یقول احدھم فلان عن فلان او قال فلان عن فلان یوھم انہ سمع منہ ولم یسمع

وهذا اقبح لانه يجعل المنقطع فی مرتبة المتصل انتہی یعنی علما محدثین کو
ابلیس حدیث موضوع کی روایت کرنے مین یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہین کرتے کہ
یہ حدیث موضوع ہے حالانکہ یہ بات اونکی شرع مین خیانت ہے اور راونکا اپنی احادیث کا
جاری کرنا اور کثرت سے روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص
میری طرف سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ
خود بھی جھوٹون کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث مین روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی
یہ کہے فلان نے فلان سے یا فلان نے کہا فلان سے جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلان نے
فلان سے سنا ہے حالانکہ نہین سنا تو یہ بہت بری بات ہے اسلیے کہ راوی حدیث منقطع کو
(جس کا راوی بیچ مین سے جھوٹا ہو) متصل کے (جس کے راوی برابر مسلسل ہون)
برابر کرنا چاہتا ہے۔ انتہی۔

اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے عطیة بن سعد العوفی الکوفی
تابعی شهیر ضعیف... قال سالم المرادی کان عطیة یتشیع وقال احمد ضعیف الحدیث
وکان هشیم یتکلم فی عطیة وروی ابن المدینی عن یحیی قال عطیة وابو هارون وبشر
بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیة کان یاتی الکلبی فیاخذ عنه التفسیر
کان یکتبه بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوهم انه الخدری وقال النسائی وجماعة
ضعیف یعنی عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہین
کہ اونکی حدیث ضعیف ہے۔ اور سالم مرادی کہتے ہین کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے
ہین کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ اور ہشیم کو عطیہ مین کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحیی سے
روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ عطیہ اور ابو ہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک
برابر ہین۔ اور امام احمد کہتے ہین کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور
اونسے تفسیر لیتے اور اوسے ابو سعید کے نام سے لکھدیتے اور یون کہتے کہ ابو سعید نے

ایسا کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود اونکا یہ ہو تا کہ لوگ یہ سمجھین کہ یہ ابو سعید خدری ہین۔ اور نسائی اور ایک جماعت نے اونکو ضعیف بتایا ہے۔ اور سخاوی نے رسالۂ منظومۂ جزری مین جو اصول حدیث مین ہے باب من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ مین جہان کلبی کا ذکر لکھا ہے وہان یہ بیان کیا ہے وهو ابو سعید الذی روی عن عطیۃ العوفی موهما انہ الخدری کہ یہی کلبی ابو سعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہین۔ اور عطیہ عوفی اونسے جو روایت کرتے ہین وہ اسی کنیت سے یعنی قال ابو سعید کہکر روایت کرتے ہین۔ تاکہ لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہ ابو سعید خدری ہین۔

اس حقیقت سے جو ہمنے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب وزروشن کے یہ بات کھل گئی کہ یہ روایت ابو سعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہین ہے۔ بلکہ ابو سعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے۔

اب ہم ابو سعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہین تاکہ معلوم ہو جاے کہ یہ حضرت جن پر ان تمام روایتون کا سلسلہ ختم ہوتا ہے جھوٹے اور حدیثون کے بنانے والے اور شیعہ تھے۔ انکی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومۂ جزری مین اوس باب مین جسکا اوپر ذکر ہوا یہ لکھا ہے کہ اون لوگونمین سے جنکے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتین ہین ایک محمد بن سائب کلبی مفسر ہین اونھین کی کنیت ابو نضر ہے۔ اور اس کنیت سے ابن اسحاق اون سے روایت کرتے ہین۔ اور اونھین کا نام حماد بن سائب ہے اور ابو اسامہ اسی نام سے اونسے روایت کرتے ہین اور اونھین کی کنیت ابو سعید ہے اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی اونسے روایت کرتے ہین تاکہ لوگون کو شبہ مین ڈالین کہ یہ ابو سعید خدری ہین۔ اور انھین کی کنیت ابو ہشام بھی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید اونسے روایت کرتے ہین اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہین۔ ان من امثلتہ (ای من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ) محمد بن السائب الکلبی المفسر هو ابو النضر الذی روی عنہ ابن اسحٰق وهو حماد بن السائب روی عنہ ابو اسامۃ وهو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ الکوفی موهما

انه الخدری وهو ابوهشام روی عنه القاسم بن الولید اور تقریب مین اوسکی
نسبت یہ لکھا ہے محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی النسابة المفسر
متهم بالکذب ورمی بالرفض من السادسة مات سنة مائة وستة واربعین کہ محمد بن سائب
کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور رفض سے متہم ہین اور میزان الاعتدال
مین اوسکی نسبت لکھا ہے محمد بن السائب الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النسابة الاخباری
قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل فانک تروی عنه قال انا اعرف صدقه من کذبه قال البخاری
ابو النضر الکلبی ترکه یحیی وابن مهدی ثم قال البخاری قال علی حدثنا یحیی عن
سفیان قال لی الکلبی کلما حدثتک عن ابی صالح فهو کذب وقال یزید بن زریع
حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویة قال الاعمش اتق هذه السبائیة فانی
ادرکت الناس وانما یسمونهم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئک
الذین یقولون ان علیا لم یمت وانه راجع الی الدنیا ویملاها عدلا کما ملئت جورا وان
راوا سحابة قالوا امیر المؤمنین فیها وعن ابی عوانة سمعت الکلبی یقول کان
جبریل یملی الوحی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علی
وقال احمد بن زهیر قلت لاحمد بن حنبل یحل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا وقال
الجوزجانی وغیر کذاب وقال الدارقطنی وجماعة متروک وقال ابن حبان وضوح
الکذب فیه اظهر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفه یروی عن ابی صالح عن ابن عباس
التفسیر وابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیه اخرجت له
الارض افلاذ کبدها لا یحل ذکره فی الکتب فکیف الاحتجاج یہ کہ محمد بن سائب کلبی جنکی
کنیت ابو النضر ہے وہ کوفی ہین اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہین - امام ثوری
اونکی نسبت کہتے ہین کہ کلبی سے بچنا چاہیے اسپر اونسے کسی نے کہا کہ آپ تو خود اون سے
روایت کرتے ہین تو اونھون نے جواب دیا کہ مین اوسکے جھوٹ کو اوسکے سچ سے جدا کرنا

جانتا ہون-اور بخاری نے کہا ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے اوسکی روایت قابل ترک بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحیی سے اور اونھون نے سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو مین تمسے روایت کرون وہ جھوٹی ہے-اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبداللہ بن سبا کے فرقے کا تھا-اور ابو معاویہ کہتے ہین کہ اعمش نے کہا ہے کہ اس سبائیہ فرقے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہین-اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا یعنی اون لوگون مین سے جو کہتے ہین کہ علی کرم اللہ وجہہ نہین مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کرین گے اور اوسے انصاف سے اوسی طرح بھر دین گے جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی اور جبکہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیر المومنین اسی مین ہین-اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے خود کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جبرئیلؑ پیغمبر خدا صلعم پر وحی بیان کرتے اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لیے بیت الخلا جاتے تو جبرئیلؑ علی رضہ پر اوس وحی کو املا کرتے یعنی اونسے کہتے-اور احمد بن زہیر کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے اونھون نے کہا نہین-اور جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دار قطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے یعنی اوسکی روایت لینے کے لائق نہین ہے-اور ابن حبان کہتے ہین کہ اوس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنیکی حاجت نہین ہے-اور ان حضرت کے صفات مین سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہین حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سنا-مگر جب اونکو تفسیر مین کچھ بیان کرنیکی حاجت ہوتی تو اپنے دل سے نکال لیتے ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب مین جائز نہین ہے نہ کہ اوس سے سند لینا-

اور تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی نے اونکے فرزند ارجمند ہشام بن کلبی کا جھان

بیان لکھا ہے وہان انکے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور اونکے فرزند کو اس قسم کے متروکین مین سے کہ جسکو حفاظ حدیث مین داخل بھی نہین کیا جیسا کہ وہ کہتے ہین هشام بن الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقة فلهذا لم ادخله بین حفاظ الحدیث وهو ابو المنذر هشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابة اور یاقوت حموی نے معجم الادبا مین جہان محمد بن جریر طبری کی کتابونکا ذکر کیا ہے لکھا ہے ولم یتعرض ای الطبری لتفسیر غیر موثوق به فانه لم یدخل فی کتابه شیئا عن کتاب محمد بن السائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانهم عنده اظناء کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب مین بیان نہین کی اور اسی لیے اپنی کتاب مین کچھ بھی محمد بن سائب کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابون سے نہین لیا کیونکہ یہ لوگ اونکے نزدیک مشکوکین مین سے ہین۔ اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات مین کلبی کی نسبت لکھا ہے قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اوله الی اخره کذب لا یحل النظر فیه۔

یہ حالت ہے ابو سعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہمنے بیان کی ہے کہ بلحاظ عقائد کے عبد اللہ بن سبا کے فرقے مین سے ہین اور رجعت کے قائل اور جناب امیر کے بادلونمین چھپے ہونے کے معتقد۔ اور بلحاظ صدق کے ایسے اعلیٰ درجے پر ہین کہ جنکو نہ دیکھا اور جن سے نہ کچھ سنا اونسے برابر روایت کرتے ہین۔ اور جس موقع پر جو چاہا اوسے اپنے دلسے گڑھکر بیان کر دیتے ہین۔ اور اعتبار کی یہ کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبری کے اپنی کتاب مین اونکی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہین سمجھتے اور یہی ہین واضع یا ناقل حدیث ہبۂ فدک کے جسکو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلس اور شیعی تھے اپنے مذہبی عقائد کی حمایت کے لیے انسے روایت کیا اور انکے دیگر نام اور کنیتین چھوڑ کر حدثنا ابو سعید کہکر لوگون کو اس شبہ مین ڈالا کہ یہ ابو سعید خدری ہی ہون گے۔

اس بات کا ثبوت کہ ابو سعید جنپر سلسلہ ان حدیثون کا ختم ہوتا ہے ابو سعید خدری نہین ہین صرف خیالی نہین ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریرون اور روایتون سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً کنز العمال مین جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور جیسے عماد الاسلام وغیرہ مین بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرائف ورعماد الاسلام وغیرہ مین منقول ہے اور در منثور سیوطی اور بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم کی روایتون مین صرف ابو سعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ اوسکے آگے نہین ہے یہ لفظ اوسی وہم کے سبب سے جس کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے پیچھے بڑھایا گیا۔

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبۂ فدک کی روایت کا غلط اور جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور ثابت بھی اسطور پر کہ اوسمین کچھ شبہ نہین رہا۔ اور اس بات کی ضرورت باقی نرہی کہ اور راویون سے بحث کی جای مگر ہم ہر روایت اور راویون سے بھی بحث کرتے ہین تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین اور رافضیین سے کم وبیش بھرے ہوے ہین۔ اور جسکو دیکھیے اوس مین کچھ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے۔

پہلی روایت جو طرائف کی سید الحفاظ ابن مردویہ ہمنے نقل کی اوسکے آخری راوی ابو سعید ہین اور جسنے اونسے روایت کی ہے یعنی عطیہ اونکا حال تو معلوم ہو گیا۔ اب فضیل کا حال سنیے جنھون نے عطیہ سے روایت کی ہے۔ انکی نسبت تقریب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی رمی بالتشیع کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیے گئے۔ اور تہذیب التہذیب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابو حاتم صدوق یہم کثیرا کہ فضیل بن مرزوق کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ بڑے کٹے شیعہ تھے۔ اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے۔ اور تہذیب مین انکی نسبت لکھا ہے یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف کہ انکی

حدیث لکھ لیجاوے مگر قابل حجت نہین ہے اور نسائی کہتے ہین کہ وہ ضعیف ہین۔ اور میزان الاعتدال مین ہے قال ابو عبد اللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا کان ممن یخطئ علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ قال ابن عدی عندی انہ اذا وافق الثقات یحتج بہ وروی احمد بن ابی خیثمۃ عن ابن معین ضعیف۔ یعنی ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہین کہ فضیل بن مرزوق مین شرط صحت نہین ہے۔ اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ اونھون نے اوسکو ثقہ لوگون مین بیان کیا ہے ابن حبان کہتے ہین کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے اور ثقات پر خطا لگایا کرتے تھے۔ اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہین۔ ذہبی کہتے ہین عطیہ تو انسے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہین کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب ثقات کی موافقت کرین تو انسے احتجاج کیا جاوے۔ اور احمد بن ابی خثیمہ نے ابن معین سے انکا ضعیف ہونا روایت کیا ہے۔

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن عباس نے روایت کیا ہے۔ انکا حال سنیے۔ میزان الاعتدال مین ہے علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن العلاء بن المسیب وابن ابی سلیم وغیرھما روی عباس عن ابن معین لیس بشئ وقال الجوزجانی والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک ..... القاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب ثنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ ﷺ فاطمۃ رض فاعطاھا فدک قلت ھذا باطل ولو کان دفع ذلک لما جاءت فاطمۃ رض تطلب شیئا ھو فی حوزھا وملکھا وفیہ غیر علی من الضعفاء کہ علی بن عباس ازرق اسدی کوفی علا بن مسیب اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہین۔ اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے

کہ یہ کچھ نہین ہین اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی اونکو ضعیف کہتے ہین۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ یہ ایسی خطائین فاحش کرتے تھے جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوے۔ قاسم بن ذکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہمسے بیان کیا اور اونسے علی بن عباس نے اور اوس سے فضیل بن مرزوق نے اور اوس سے عطیہ نے اور اوس سے ابوسعید نے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقه نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو بلاکر فدک دیدیا۔ ذہبی کہتے ہین کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اگر آپ فدک دیدیتے تو حضرت فاطمہؓ پھر کچھ طلب نفرماتین اسلیے کہ فدک آپ کے قبضے اور ملک مین ہوتا۔ اور اس حدیث مین سوا‌ے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہین۔

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہین ان حضرت کا حال معلوم کیجیے۔ تقریب مین یہ لکھا ہے عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفیف الواو وبالجیم المکسورة والنون الخفیفة ابوسعید الکوفی صدوق رافضی حدیثه فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترك یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے انکی ایک حدیث بخاری مین ہے جبکی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور مغنی مولفہ صاحب مجمع البحار مین ہے ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثه فی البخاری مقرون فقیل علیه هو یستحق الترك اور تذہیب التہذیب مین ہے عباد بن یعقوب الاسدی ابوسعید الرواجنی احد رؤس الشیعة.... قال ابن عدی فیه غلو روی احادیث منکرة فی فضائل اهل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان کہ عباد بن یعقوب شیعون کے بڑے لوگون سے ہین۔ ابن عدی کہتے ہین کہ انمین تشیع کا غلو تھا فضائل اہل بیت مین بہت سی حدیثین منکر روایت کرتے ہین۔ اور صالح بن محمد کہتے ہین کہ یہ حضرت عثمان غنیؓ کو برا کہا کرتے تھے۔ اور میزان الاعتدال مین ہے عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاة الشیعة ورؤس البدع لکنه صادق فی الحدیث

عن شریک والولید بن ابی ثور وخلق وعنہ البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا باخر وقال ابن خزیمۃ حدثنا الثقۃ فی روایتہ والمتھم فی دینہ عباد وروی عبدان الاھوازی عن الثقۃ ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی احادیث فی الفضائل انکرت علیہ وقال صالح جزرہ کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان وسمعتہ یقول اللہ اعدل من ان یدخل طلحۃ والزبیر الجنۃ قاتلا علیا بعد ان بایعاہ ... وکان داعیۃ الی الرفض ومع ذلک یروی المناکیر عن المشاھیر فاستحق الترک وقال الدارقطنی عباد بن یعقوب شیعی صدوق یعنی عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان شیعہ اور بدعتیون کے رئیسون مین سے ہین لیکن حدیث مین صادق ہین شریک اور ولید بن ابی ثور اور بہت سی خلق سے روایت کرتے ہین اور اونسے بخاری نے ایک حدیث جو دوسرے راوی سے مقرون ہے روایت کی ہے - اور ابن خزیمہ کہتے ہین کہ ایسا شخص جو روایت مین ثقہ اور دین مین متہم ہو کر ہمسے حدیث بیان کرتا ہے وہ عباد ہے - اور عبدان اہوازی نے ثقہ سے روایت کی ہے کہ یہ سلف کو گالیان دیا کرتے تھے - اور ابن عدی کہتے ہین کہ یہ فضائل مین احادیث منکر روایت کرتے ہین - اور صالح جزرہ کہتے ہین کہ عباد عثمان غنی رض کو گالیان دیتا تھا - اور مین نے اوسکو یہ بھی کہتے سنا کہ اللہ تعالی اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہ اور زبیر کو جنت مین داخل کرے کیونکہ اونھون نے حضرت علی رض سے بیعت کرنیکے بعد قتال کیا - اور یہ رفض کی طرف لوگون کو بلایا کرتا تھا - اور باوجود اسکے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اسلیے مستحق ترک ہوا - دارقطنی کہتے ہین کہ عباد پکا شیعہ ہے -

اس روایت کے سلسلے مین جن لوگون کے نام اسماء الرجال کی اون کتابون مین ہمکو ملے جو ہمارے پاس ہین اونمین پانچ نام پائے گئے اور خدا کے فضل سے پانچون شیعہ نکلے - یعنی عباد بن یعقوب - علی بن عباس - فضیل - عطیہ - ابو سعید - اور ان سب کے بزرگ جو بانی اس روایت کے ہین وہ ابو سعید کلبی ہین جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے

کہ وہ حضرت علیؑ کی موت کے بھی قائل نہین بلکہ اونکی رجعت کے معتقد ہین۔

دوسری روایت جو بحار الانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین بہ تفصیل اسناد
سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پر منتہی ہوتی ہے اوسکے اخیر
تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابو سعید کلبی ہین جنکو غلطی سے یا دھوکے سے
ابو سعید خدری سمجھا ہے۔ باقی اس سلسلے مین ایک یحیی بن یعلی ہین اونکی نسبت تقریب مین ہے
یحیی بن یعلی الاسلمی کوفی شیعی ضعیف من التاسعۃ اور تہذیب التہذیب مین ہے
یحیی بن یعلی الاسلمی ابو زکریا الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاعمش وعنہ
جندل ابن والق وقتیبۃ قال ابن معین لیس بشیء وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث کہ یحیی
بن یعلی شیعی ضعیف ہین اور ابن معین کہتے ہین کہ کچھ نہین ہین اور ابو حاتم کہتے ہین کہ ضعیف الحدیث
ہین۔ باقی راویون کی حقیقت نہ موجودہ کتابون مین نکلی اور نہ اونکے تحقیق کی ضرورت ہے اسلیے
کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہون تاہم سلسلہ روایت اون تین پر ختم ہوتا ہے جو
شیعی اور مدلس ہین اور اخیر کے راوی جو بانی حدیث ہین اور جنکو ابو سعید خدری غلطی یا دھوکے
سے لکھا ہے وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعی غالی ہین جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ سوائے اسکے
یہ روایت جو بحار الانوار مین لکھی ہے اوسمین کسی کتاب کا حوالہ نہین کہ جسکی طرف رجوع کیجاے
کیا تعجب ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ یہ روایت شیعون ہی کی ہو اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب
مجمع البیان نے اپنے یہان کی کتابون سے نقل کیا ہو۔

تیسری روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے
اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے۔ اسکی نسبت
اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہین۔ منتہی المقال فی اسماء الرجال
کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علما اور مفسرین شیعہ مین سے ہین جیسا کہ انکے ترجمہ کتاب مذکور
مین لکھا ہے محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماهیار ابو عبد اللہ البزاز المعروف

یا ابن الحجام ثقة ثقة فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث له کتاب المقنع فی الفقه کتاب الد واجن کتاب ما انزل من القرآن فی اهل البیت و قال جماعة من اصحابنا انه کتاب لم یصنف فی معناه مثله و قیل انه الف ورق جش صه الا ذکر الکتابین الاولین وفی ست اجبرنا بکتبه و روایاته جماعة من اصحابنا عن ابی محمد هارون بن موسی التلعکبری عنه اقول فی مشکا ابن عباس بن علی بن مروان الثقة عنه التلعکبری که محمد بن عباس ثقہ ہین اور ہمارے اصحاب مین سے ہین نہایت کثرت سے حدیثین روایت کرتے ہین اور بہت کتابین انکی تصنیفات مین سے ہین اونمین سے ایک تفسیر مین اون آیات قرآنی کے ہے جو اہل بیت کی شان مین نازل ہوئین اور جسکی نسبت ہمارے بہت سے عالمون نے کہا ہے کہ اس قسم کی کتاب اس باب مین کبھی تصنیف نہین ہوئی اور اوسکے ہزار ورق ہین" اسلیے اس تفسیر مین لکھا ہونا تو صرف شیعون کو مقبول ہوگا نہ کہ سنیون کو - اوران حضرت نے اپنی تفسیر مین یہ لکھا نہین کہ اس روایت کو سنیون کی کتاب سے لیا ہے یا شیعون کی مگر یہ بھی وہی روایت ہے جسکو ہم اوپر بیان کر چکے اسلیے کہ اسمین دو طریقون سے اس روایت کو بیان کیا ہے ایک تو محمد بن محمد اور ہیثم بن خلف اور عبد اللہ بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے کہ یہ چارون کہتے ہین حدثنا عباد بن یعقوب یعنی یہ حدیث اونکو عباد بن یعقوب سے پہونچی اور عباد بن یعقوب کو علی بن عباس سے (جسکو غلطی سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی روایت کرتے ہین علی بن منذر طریقی سے اور وہ روایت کرتے ہین علی بن عباس سے پس یہ دونو سلسلے علی بن عباس پر ختم ہوتے ہین اور علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے فضیل پر اور اونکا عطیہ پر اور اونکا ابو سعید پر - اوران تینون کا حال بخوبی معلوم ہو چکا ہے - انمین سے ایک سلسلہ جو علی بن منذر طریقی سے چلا ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ علی بن منذر اگرچہ صدوق تھے مگر شیعہ جیسا کہ تقریب مین لکھا ہے علی بن منذر الطریقی بفتح المہملة وکسر الراء بعدها تحتانیة ساکنة ثم قاف الکوفی صدوق یتشیع اور میزان الاعتدال مین ذہبی اونکی

نسبت کہتے ہین قال النسائی شیعی محض ثقة اور جبکہ علی بن منذر شیعہ تھے تو اون کی
ایسی روایت پر جو اونکے عقائد کی تائید کرنے والی ہو جو کچھ اعتبار ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے
اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے روایت کیا ہے - اور یہ نہ صرف
معمولی شیعہ ہین بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من مشائخ الاجازہ شیعون کے ہین جیسا کہ منتہی المقال
مین جو اسماء الرجال مین نہایت معتبر کتاب شیعونکی ہے اونکی نسبت لکھا ہے جعفر بن محمد
بن ابراهیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنه التلعکبری وکان سماعه عنه سنة
اربعين وثلاثمأة بمصر وله منه اجازة وزاد فی بعض النسخ ابو القاسم فی الاول فالظ
انه يكتنى به وكناه به الشيخ ايض فی محمد بن ابی عمیر وعبر عنه بالشريف الصالح وفی عبد الله
بن احمد بن نهيك ايض كونه من مشائخ الاجازة وذلك امارة الوثاقة اور عبد الله بن
احمد بن نہیک کے ذکر مین لکھا ہے الشیخ الصدوق ثقة اور راوخین کے تذکرے مین
لکھا ہے اخبرنا القاضی ابو الحسین محمد بن عثمان بن الحسن قال اشتملت اجازة
ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراهيم الموسوی انتهی

دوسرے سلسلے مین ایک راوی محمد بن قاسم بن زکریا ہین اونکی نسبت تقریب مین
لکھا ہے محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبه کاو کذبوه یعنی یہ حضرت
جھوٹو نمین داخل ہین - اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے اس سے بڑھکر انکے تشیع کی
اور کیا دلیل ہوگی کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی الکوفی
عن علی بن منذر الطریقی وجماعة تکلم فیه وقیل کان یؤمن بالرجعة وقد حدث بکتاب
النهی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن له فیه سماع ومات سنة ست وعشرین
وثلاثمأة اور ایک راوی اس مین محمد بن محمد بن سلیمان ہین یہ وضع حدیث مین متہم ہین - اور
میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر
موضوع اتهم به ۲ور ایک راوی عبد الله بن سلیمان بن اشعث ہین انکی نسبت میزان الاعتدال

مین لکھا ہے کہ یہ اول مین منسوب بناصبیت تھے اسلیے یہ بغداد سے نکالدیے گئے مگر پھر علی
بن عیسی کے زمانے مین واپس آئے اور اس داغ کے مٹانے کے لیے اپنے خیال سے بنابناکر
فضائل کی حدیثین بیان کین اور ونہین کے ایک شیخ بن گئے الفاظ میزان کے یہ ہین عبد اللہ
بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقة صاحب التصانیف وثقہ الدارقطنی
فقال ثقة الا انه کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکرہ ابن عدی وقال لولا ما شرطنا
والا لما ذکرته الی قوله سمعت اباداؤد یقول ابنی عبد اللہ کذاب قال ابن سعد کفانا
ما قال ابوه فیه ثم قال ابن عدی سمعت موسی بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت
ابراهیم الاصبهانی یقول ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتداء نسب الی
شئ من النصب فنفاه ابن الفرات من بغداد فرده علی بن عیسی فحدث واظهر فضائل علی ثم تحنبل فصار شیخا فیهم
یہ حال تو ہے اون دو طریقون کا جو سید ابن طاؤس نے تفسیر محمد بن عباس سے نقل کی ہے
اور لکھا ہے کہ بیس طریقون سے یہ حدیث منقول ہے غالبا یہی کیفیت باقی سلسلون کی بھی ہوگی
بشرطیکہ کوئی اور سلسلے نام کے لیے بھی بیان کیے گئے ہون ہمکو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے
یقین نہین آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا کیونکہ اگر بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب
بحار الانوار مین جو ایک دریا ناپیدا کنار ہے لکھنے سے دریغ نفرماتے بلکہ ضرور لکھتے تاکہ دیکھنے
والون کو روایت کی عظمت معلوم ہو۔

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے اوسکے اول محمد بن عباس ہین
دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابوکریب چوتھے معاویہ بن ہشام پانچوین فضیل بن
مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابوسعید خدری ہین۔

یہ سلسلہ بھی فضیل بن مرزوق اور عطیہ اور ابوسعید پر منتہی ہوتا ہے اسلیے ہم اس
روایت کو بھی اگرچہ اسکے درمیانی راوی دوسرے ہین دوسری روایت نہین خیال کرتے
اور کیونکر خیال کرین جبکہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور ابوسعید ہین۔ انمین سے ایک

درمیانی راوی ابو کریب ہین وہ بھی مجاہیل سے ہین جیسا کہ تہذیب التہذیب مین لکھا ہے ابو کریب الاسدی قال ابو حاتم مجہول۔

قسم اول جس مین چار روایتین تھین اونکا حال ہم بیان کرچکے اور یہ بات ہمنے صاف صاف دکھادی کہ یہ ایک ہی روایت ہے جسکے آخری راوی شیعی ہین۔ دوسرے قسم کی روایتون کا بھی یہی حال ہے۔

کنز العمال سے جو روایت عماد الاسلام مین نقل کی ہے وہ صرف یہ ہے عن ابی سعید۔ نہ لفظ خدری کا ابو سعید کے آگے ہے اور نہ سلسلۂ اسناد کا اوسمین مذکور ہے۔ اور صاحب کنز العمال نے اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور حاکم نے اسکی نسبت کہا ہے کہ اس روایت کو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت بھی مثل دوسری روایتون کے تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اسلیے کہ اول تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوے اور اونکی کتابونمین موضوع حدیثین منقول ہین اور الفاظ رافضی خبیث بھی اونکی نسبت استعمال کیے گئے ہین جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین لکھا ہے قال الخطیب ابو بکر ابو عبد اللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع فحدثنی ابراہیم بن محمد المردی وکان صالحا عالما قال جمع الحاکم احادیث وزعم انہا صحاح علی شرط البخاری ومسلم منہا حدیث الطیر و من کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکرہا علیہ اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قولہ ولا ریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ احادیث موضوعۃ شان المستدرک باخراجہا فیہ قال ابن طاہر سالت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاہر کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن اور اونھون نے جو ابراہیم بن محمد بن میمون سے روایت کی ہے وہ خود اونکے تشیع کو ثابت کرتی ہے اسلیے کہ انکی نسبت منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو کہ شیعون کی معتمد کتاب سے ہے لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میمون کو میزان الاعتدال مین اجلاء شیعہ سے

لکھا ہے کما قال ومن کتاب میزان الاعتدال انه من اجلاء الشیعة روی عن علی بن عابس انتهی ولعله ابن میمون الآتی اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہین ابراهیم بن میمون الکوفی صدوق ویاتی فی ترجمة عبداللہ بن مسکان ان ابراهیم هذا احمل جواب مسائل عبداللہ عن ابی عبد اللہ فیظهر ان الامام کان یعتمد علیه فهو معتمد علیه فی فاق المجمع اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ تھے بلکہ امام جعفر صادق ع کے معتمد علیہ تھے۔ ان حضرت نے روایت کی ہے علی بن عابس سے جو حقیقت مین علی بن عباس ہین اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے کہ انه کان من الضعفاء والمتروکین۔ اور ان حضرت کا سلسلہ ابو سعید تک پہونچتا ہے اور خیریت سے اسمین خدری کا لفظ بھی نہین ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہین ہین بلکہ وہی ابو سعید کلبی ہین۔

دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام مین تفسیر در منثور سیوطی سے اور طعن الرماح مین تفسیر مذکور اور نیز بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے یہ روایت منقول ہے۔ اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہین ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی۔ اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف مین اسکی اسناد بیان کی ہین اور وہ یہ ہین حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا ابو یحیی التیمی حدثنا فضیل ابن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید اسمین بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہین ہے اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابو سعید کلبی ہین۔ اور عطیہ انھین سے روایت کرتے ہین اور سوائے ابو یحیی تیمی سب راوی اسکے شیعی ہین جنکی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی۔ اور ابو یحیی تیمی کی نسبت تہذیب مین لکھا ہے ضعفه ابو حاتم کہ یہ بھی ضعفا مین سے ہین غرضکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہین ہے بلکہ وہی ابو سعید کلبی کی روایت ہے۔

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ مین لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین

کہ مامون کے پوچھنے پر ہبۂ فدک کے متعلق عبید اللہ بن موسی نے وہ حدیث لکھ بھیجی جسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت ازسرتاپا شیعونکی روایت ہے۔ ابتدا بھی اسکی شیعی سے اور انتہا بھی اوسکی شیعی پر ہوتی ہے۔ اسلیے کہ روایت عبد الرحمن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے اونکی نسبت میزان الاعتدال ذہبی مین لکھا ہے عبد الرحمن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابو داؤد الف کتابا فی مثالب الصحابة رجل سوء وقال ابن عدی احترق بالتشیع مات سنة خمس وثلاثین ومائتین اور تقریب مین انکی نسبت لکھا ہے عبد الرحمن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع وقال ابو داؤد وضع مثالب فی الصحابة کہ یہ حضرت شیعہ تھے اور نہ صرف معمولی شیعہ بلکہ تشیع مین غرق تھے یہانتک کہ صحابہ کے معائب اور مطاعن مین حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر انسے کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کرین۔ اور بالفرض اگر یہ سنی بھی ہوتے تو چونکہ جس قصے کو یہ بیان کرتے ہین بشرط صحت اوس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مامون کو جو جواب عبید اللہ ابن موسی نے لکھا اوسمین وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول ہے۔ اور ان حضرات کا حال ہم اوپر بتفصیل بیان کر چکے۔ اسلیے وہ روایت قابل سند نہین ہے۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق مین واقدی اور بشر بن الولید اور بشر بن غیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے۔ غالبا یہ بھی وہی روایت ابو سعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث سے طرائف اور احقاق الحق مین بیان کیا ہے اسلیے اسکی طرف توجہ کرنیکی بھی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ واقدی اون بزرگوار مصنفون مین ہین کہ اونکی کتابین نہ صرف ضعیف روایتون بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبرون سے بھری ہوئی ہین اور اونکی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے۔ اور بشر بن غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہان تک کہ اونکو محققین نے زندیق تک کا خطاب دیا ہے۔

اول واقدی کا حال سنیے انکی نسبت تقریب مین لکھا ہے عمر بن واقد الواقدی المدنی القاضی

نزیل البغداد متروک مع سعۃ علمہ کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونیکے متروک ہین۔ اور تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی انکی نسبت لکھتے ہین محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ البحر لم اسق ترجمتہ هنا لاتفاقهم علی ترک حدیثه وهو من اوعیة العلم لکنه لایتقن الحدیث وهو راس فی المغازی والسیر ویروی عن کل ضرب یعنی واقدی بڑے حافظ ہین۔ مین انکے ترجمے کو یہان اسلیے نہین لکھتا کہ محدثین نے انکے متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ اگرچہ یہ زبردست عالم ہین لیکن حدیث مین احتیاط نہین کرتے۔ مغازی اور سِیَر خوب جانتے ہین مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہین۔ اور تذہیب التہذیب مین بھی یہی انکی صفت لکھی ہے اور پھر لکھا ہے قال البخاری متروک اور تہذیب مین ہے وقال احمد هو کذاب وقال ابن معین هو ضعیف اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی صاحب التصانیف واحد اوعیة العلم علی ضعفه وحسبك ان ابن ماجة لایجسر ان یسمیه قال احمد بن حنبل هو کذاب یقلب الاحادیث یلقی حدیث ابن اخی الزهری علی معمر ونحو ذا وقال ابن معین لیس بثقة وقال مرة یکتب حدیثه وقال البخاری وابو حاتم متروک وقال ابو حاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثه غیر محفوظة والبلاء منه وقال ابو غالب بن بنت معاویة بن عمرو سمعت ابن المدینی یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابو داؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب وقال المغیرة بن محمد المهلبی سمعت ابن المدینی یقول الهیثم ابن عدی اوثق عندی من الواقدی لا ارضاه فی الحدیث ولا فی الانساب ولا فی شئ قلت وقد سبق جملة من اخبار الواقدی ووجوه وغیر ذلك فی تاریخی الکبیر ومات وهو علی القضاء سنة سبع ومائتین فی ذی الحجة واستقر الاجماع علی وهن الواقدی۔ ان روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم تھے اور بڑے صاحب تصنیف مگر بالکل نامعتبر یہان تک کہ اونکی وھن اور متروک الحدیث ہونے پر سب

متفق ہین اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہو سکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور تیس ہزار حدیث غریب اونسے منقول ہین انکی روایت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین انکی روایت کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اوسکی مفسر نے کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر مین نہین لیا اسلیے کہ یہ لوگ ضعیف اور غیر معتبر تھے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضون نے بیان کیا ہے کہ اسکے نام سے جو کتابین مشہور ہین وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحاق مدنی کی ہین جو کہ رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہین اونکی کتابون کو واقدی نے نقل کیا اور اپنے نام سے اوسے مشہور کیا اسلیے اسکی کتابین درحقیقت شیعونکی کتابین سمجھنا چاہیین جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو معتبر کتابونمین سے شیعونکی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل مین لکھا ہے

کما یقول ابراهیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر و ابی عبد الله و کان خصیصا و العامة لهذه العلة تضعفه و حکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین ان کتب الواقدی سائرها انما هی کتب ابراهیم بن محمد بن ابی یحیی نقلها الواقدی و ادعاها و فی فهرست الشیخ ره ابن محمد بن یحیی ابو اسحق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر و ابی عبد الله و کان خاصا بحدیثنا و العامة تضعفه لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخه فی اسباب تضعیفه عن بعض الناس انه سمعه ینال من الاولین ذکر بعض ثقات العامة ان کتب الواقدی سائرها انما هی کتب ابراهیم بن محمد بن یحیی نقلها الواقدی و ادعاها و ذکر بعض اصحابنا ان له کتابا مبوبا فی الحلال و الحرام عن ابی عبد الله الحسین بن محمد الازدی الی قوله و ما مر من ان العامة تضعفه لذلک و یشهد له ما عن صاحب میزان الاعتدال و هو کذاب رافضی۔ (دیکھو صفحہ ۵۲ منتہی المقال مطبوعۂ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت مین پیش کرنا اور اوس سے ایسے معرکۃ الآرا بحثون مین استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس باب مین حضرات امامیہ کو نہین ملی اور ملے کیونکر جبکہ اوس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جبکہ واقدی کی

کتابونکی نسبت یہ مانا جاے کہ اوسنے ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی کی کتابون کو نقل کرکے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابین اصل مین شیعون کی ہین۔

بشر بن غیاث کا بھی حال سن لیجیے۔ میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنہ و قال ابو النضر هاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یهودیا قصابا صباغا فی سویقة نصر بن مالک و قال المروزی سمعت ابا عبد اللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یهودیا وکان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال لہ ابو یوسف لا تنتهی او تفسد خشبة یعنی تصلب وقال قتیبة بن سعید بشر المریسی کافر وقال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعة اساء اهل العلم قولهم فیہ وکفرہ اکثرهم لاجلها قال ابو زرعة الرازی بشر المریسی زندیق۔ کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے اس لائق نہین کہ اوس سے روایت کیجاوے۔ ابو نضر ہاشم بن قاسم کہتے ہین کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار مین تھا اور مروزی کہتے ہین کہ مین نے ابو عبد اللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابو یوسف کی مجلس مین استغاثہ کررہا تھا کہ قاضی صاحب نے کہا کہ تو باز نہ آئے گا کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے یعنی سولی دیدین گے اگر تو باز نہ آئے گا۔ اور قتیبہ بن سعید کا قول ہے کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہین کہ اس سے بُرے اقوال منقول ہین جنکی وجہ سے علمانے اسکو کافر کہا ہے۔ اور ابو زرعہ رازی کہتے ہین کہ یہ زندیق تھا۔

پانچوین روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام مین نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہمکو تعجب ہے کہ جناب مجتہد انام مولنا سید دلدار علی صاحب سے محقق اور متبحر عالم اسے سند مین پیش کرتے ہین۔ معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے والے طالبعلم تک جانتے ہین کہ مولود کے رسالون سے بڑھکر کوئی قدر اور قیمت اوسکی علما کے نزدیک نہین ہے وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کے لیے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اوسکی وقعت

نہین ہے۔ یہ اوس قسم کے مؤرخین مین سے ہین کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لیے جو خشک و تر
ایندھن اونکو ملا اوسے کام مین لائے اور سامعین کے متعجب اور مسرور اور محظوظ کرنے کے لیے
اوسے عمدہ الفاظ مین بیان کیا۔ مگر اوسکو آجتک کسی نے اس قابل نہین سمجھا ہے کہ اوس سے
کوئی سند پیش کیجائے نہ سوائے رسالون مولوی کے کسی بحث مین آجتک اوس سے کوئی سند
پیش کی گئی لہذا اوس مین مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علما
سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور اوسکا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے
استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیونکہ خود اوسمین اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونیکی طرف
بوجوہ اشارہ موجود ہے وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے
اس روایت ہبہ کو واقعہ نہین قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت
کے منافی ہے واقعہ قرار دیا ہے وجہ دوم صاحب معارج نے اس روایت کو وضعا موخر
اور اوسکے منافی روایت کو وضعا مقدم کیا ہے وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے
اور اسکے منافی روایت کو بحوالہ مقصد اقصی لکھا ہے وجہ چہارم اس روایت کو بغیر عنوان واقعہ
و بدون حوالہ بلفظ بعضے گویند نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر
دال ہے اور اسکی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر
دال ہے پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار
ہونیکی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے لہذا معارج مع اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونیکی تقدیر پر بھی
اوسمین موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ اس قابل نہین ہے کہ ہم اوسکی
نسبت کچھ بھی لکھین بجز اسکے کہ اوسکو علما کی شان سے بعید سمجھین۔

ہمنے تمام روایتونکی حقیقت بیان کر دی اور سب راویونکا حال لکھدیا اور شافی کے
تصنیف ہونے کے زمانے سے اب تک جسکو نو سو برس ہوے جتنی روایتین ہبہ کی تائید مین
پیش کی گئی تھین اون سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہر گاہ دم بر داشتم مادہ بر آمد ان روایتون پر ثابت کر دی

اسلیے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہونچتا ہے اور اوسکی روایت بسبب اون عیبون کے جو اوسمین تھے ہرگز قابل لحاظ نہین اور باوجود اسکے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہے ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضی علم الہدی اور جناب مولانا دلدار علی صاحب محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جرأت کی کہ قد روی من طرق مختلفة غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انه لما نزل قوله تعالی وآت ذا القربی حقه دعا النبی فاطمة فاعطاها فدك واذا کان ذلك مرویا فلا معنی لدفعه بغیر حجة کیا یہ بات تعجب انگیز نہین ہے کہ سید مرتضی ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نفرمائین اور صرف اوس روایت کو جو اباً عن جدٍ شیعون مین مشہور تھی اور جس کا ذکر قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہین کافی سمجھکر اپنی طرف سے صرف یہ لکھدین کہ اور مختلف طریقون سے بھی یہ روایت منقول ہے - اور پھر کیا اوس سے کم یہ بات تعجب کرنیوالی ہے کہ علم الہدی کے زمانے سے لیکر ابتک باوجودیکہ ہزارون عالم اس مدت مین گذرے اور سیکڑون کتابین اس بحث مین لکھی گئین اور بڑے بڑے دعوی کیے گئے اور نہایت فصیح و بلیغ اور دردانگیز تقریرون مین یہ دعوی بیان کیا گیا اور علماء شیعہ نے سنیون کی ساری کتابین چھان ڈالین نہ متن چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعوی کے ثبوت مین اہل سنت کی کتابون سے پیش نکر سکے اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبر مین لیگئے - اگر یہ نامور علما اور یہ مشہور متکلمین جنکے علم و فضل کا غلغلہ آسمان تک پہونچا اور جنھون نے اپنے گروہ مین سنیون پر فتح وظفر حاصل کرنیکی خوب شہرت پائی بجائے فصیح و بلیغ تقریرین کرنے اور زور قلم دکھلانیکے ایک صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزون ہوتا - مگر ایسا نکرنے سے خود اونھون نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی روایت ایسی موجود ہی نہین ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلے مین صحیح اور قابل اعتبار قرار دیکر پیش کر سکتے -

ثانی۔ اور کشف الحق۔ اور طرائف۔ اور بحار الانوار۔ اور عماد الاسلام۔ اور طعن الرماح۔ اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوا اسکے اور کچھ نکر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی سے پائی تھی اور آئندہ مشہور کی تھی اوسی کو پیش کرتے اور اوسی سے استدلال کرتے۔ اور ہم نہ صرف پچھلے لوگون پر کسی حدیث صحیح کے پیش نکرنے کا الزام دیتے ہین بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہین اور ہندوستان اور ایران اور لکھنؤ اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعون کو مقابلے پر بلاتے اور کہتے ہین کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جسکے بانی اور راوی شیعہ نہون اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو۔ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ٥

چونکہ اب ہم اچھی طرح اون روایتون کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتابون سے شیعون نے پیش کی تھین اب ہم اوس تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہین جو خود شیعون کی روایتون مین ہے اور جس سے اونکا دعوی خود اون کے یہان کی روایتون سے ثابت نہین ہوتا۔

تناقض اور اختلاف شیعون کی اون احادیث اور اخبار مین جو اس باب مین بیان کی گئی ہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا

ہبۂ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اون حدیثون کو بیان کرتے ہین جسمین فدک کے دیے جانیکا ذکر ہے۔ بعد اوسکے اوس کا تناقض اور اختلاف بیان کرین گے۔

(۱) جب آیہ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہؑ کو بلاؤ وہ بلائی گئین آپ نے کہا کہ اے فاطمہؑ فدک اوس زمین سے ہے جن پر لشکر نے چڑھائی نہین کی اور وہ خاص میرا ہے مسلمانونکا اوسمین کچھ حق نہین ہے اور مین وہ تمھین دیتا ہون اسلیے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے پس لے اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لیے لو۔ (بحار الانوار کتاب الفتن باب ۲ ول

الآیات فی امر فدک صفحہ ۹۱ مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی مین امام جعفر صادق ؑ سے مروی ہے یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ مین اپنے ہمراہیون کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ جبریل ؑ نازل ہوے اور کہا کہ ای محمد اوٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوے اور جبریل ؑ آپ کے ساتھ تھے زمین آپکے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی جسطرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک مین پہونچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کر دروازے بند کر لیے اور کنجیان ایک بوڑھیا کو دیدین جبریل ؑ نے اوس سے کنجیان لیکر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہو کر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اوس وقت جبریل ؑ نے کہا کہ یا محمد ھذا ما خصك الله به واعطاكه دون الناس یہ وہ ہے جسے خدا نے آپکے لیے مخصوص کیا اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اسمین آپ کا شریک نہین پھر جبریل ؑ نے دروازے شہر کے بند کر دیے اور کنجیان آپ کے حوالے کین۔ جب آپ مدینہ مین داخل ہوے تو فاطمہ ؑ کے پاس آئے اور کہا کہ ای میری بیٹی خدا نے فدک مجھے دیا ہے اور مین اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون وانه قد كان لامك خديجة رض على ابيك مهر وان اباك قد جعلها له بذلك وانحلتكها لك ولولدك بعدك کہ تمھاری مان کا مہر تمھارے باپ پر واجب الادا ہے اوسمین مین تمھین اور بعد تمھارے تمھاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔ پھر حضرت علی ؑ کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے لیے لکھدو۔ چنانچہ ہبہ نامہ آنحضرت صلعم کیطرف سے علی نے لکھا اور اوسپر حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس آئے اور اونکو چوبیس ہزار دینار سالانہ پر اوسکا اجارہ دیدیا گیا۔ بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۔

(۳) تیسری روایت مین بعد بیان اس امر کے کہ کسطرح فدک آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا لکھا ہے کہ آیہ وآت ذا القربى حقه نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اوس وقت جبریل ؑ نے فرمایا اعط فاطمة ؑ فدكا وهي من ميراثها من امها خديجة ومن اختها هند

بنت ابی ھالہ کہ فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی مان خدیجہ اور اونکی بہن ھند بنت ابی ہالہ
کی میراث مین سے ہے۔ پھر آپنے جو کچھ اوس مین سے مال لیا تھا اوسکو لیکر فاطمہؑ کے پاس
آئے اور اس آیت کی خبر کی فاطمہؑ نے جواب دیا کہ مین آپکی زندگی مین کوئی نئی کارروائی نکرونگی
بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ آپنے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ تمپر عار
رکھکر اسکو میرے بعد تمسے چھین لین اور تمکو ندین۔ فاطمہؑ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا
چاہتے ہین کرین۔ آپنے لوگونکو اونکے گھر مین بلاکر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے اور پھر
اوسکی اونمین تفریق کردی اور ہر سال ایسا ہی کرتے کہ فاطمہؑ کی قوت کے بقدر رکھ لیتے۔
اور جب آپ کی وفات قریب پہونچی تو آپ نے فدک بالکل اونکو دیدیا۔ بحار الانوار صفحہ ۹۱
از مناقب ابن شہر آشوب۔

(۴) چوتھی روایت یہ ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے
جبریلؑ سے پوچھا کہ مسکین تو مین جانتا ہون ذوالقربی کون ہین۔ جبریل نے کہا ھم اقاربك وہ
آپ کے رشتہ دار ہین تب آپ نے حسنؑ وحسینؑ اور فاطمہؑ کو بلاکر کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیتا ہے
کہ جو خدا نے فئے مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمھین دون۔ اسلیے
مین تمھین فدک دیتا ہون۔ بحار الانوار از تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱۔

(۵) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادقؑ سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے جسکو ہم مفصل
دعوی ہبۂ فدک مین نقل کرین گے اوسمین جہان شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے
اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب آپکو جبریلؑ فدک کے حدود بتانے کے لیے لیگئے اور واپس تشریف لائے
تو حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ آپ کہان تشریف لیگئے تھے آپنے فرمایا کہ جبریل مجھے فدک کے حدود بتانے
لیگئے تھے اسپر حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدك فصدق
بھا علی فقال ھی صدقۃ علیك فقبضتہا کہ ای میرے باپ مین بعد آپکے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی
ہون فدک مجھے دیدیجیے آپنے فرمایا اچھا یہ تمھارے اوپر صدقہ ہے یعنی تمھارے لیے عطیہ ہے

پس فاطمہؑ نے اوسپر قبضہ کرلیا پھر آنحضرت صلعم نے حضرت ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱۔

یہ روایتین جو اوپر ہمنے بیان کین کچھ جزئی اور غیر ضروری باتون ہی مین باہم مختلف نہین ہین بلکہ اونکا تخالف اون اہم امور مین ہے جو نفس واقعہ پر موثر ہے۔ اور انکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتین بنائی ہین مگر اونکی کثرت ہی نے وہ تناقض پیدا کردیا کہ اوسکا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت مین جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئین۔ اور دوسری روایت مین جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ کنجیان فدک کی لیکر مدینہ مین داخل ہوے تو خود فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ تمھاری مان کے مہر مین جو مجھپر واجب الادا ہے تمھین اور تمھاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔

اور نیز پہلی روایت مین ہے کہ آپنے فاطمہؑ سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ تمکو فدک دیدون۔ اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لیے مخصوص کردیا ہے اور مین اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون اور اس اختیار کی وجہ سے آپنے کہا کہ تمھاری مان کے مہر مین اسے دیتا ہون۔

تیسری روایت مین جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہمنے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ آیہ مذکور کے نازل ہونے پر آپنے جبریلؑ سے پوچھا کہ حق ذوالقربی کا کیا ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی مان خدیجہ اور اونکی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث مین سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مان کی میراث مین فدک فاطمہؑ کو دیا گیا۔ اور دوسری روایت مین لکھا ہے کہ مان کے مہر مین دیا گیا۔ غالباً جبریل امینؑ نے میراث اور مہر کو ایک تصور

گیا ہوگا۔ یا اونسے سہو ہوگیا ہوگا۔ سوا اسکے یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے۔ اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا بیان کچھ ذکر نہین شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر مین قرار پائی ہوگی۔

پھر اسی تیسری روایت مین یہ ہے کہ جب آپنے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو اونھون نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی مین مین کوئی نئی کارروائی نہین کرنی چاہتی آپ کو میری جان ومال کا اختیار ہے اسپر آپنے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تمکو ندین تب فاطمہؑ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہین کیجیے اسپر آپنے لوگون کو اونکے گھر مین بلا کر سب کے کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگون کو آنحضرت صلعم نے جمع کرکے فدک کے دینے کا اعلان فرمادیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اون روایتون مین جن مین یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہؑ سے شہادت طلب کی گئی یہ لکھتے ہین کہ آپ نے ام ایمن اور علی مرتضی اور حسنینؑ کو شہادت مین پیش کیا اور کسی دوسرے مرد کو شہادت مین پیش نہ کیا اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگون کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ اوسوقت زندہ اور موجود ہونگے پھر طلب کرنیکے وقت اونمین سے دو چار کے نام اگر لیے جاتے اور وہ آکر شہادت دیتے تو یا فدک فاطمہ کو ملجاتا یا اونکی حجت ابوبکرؓ پر تمام ہوجاتی۔ کیونکہ وہ توجیسا کہ بیان کیا جاتا ہے نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے پھر وہ تکمیل کیون نکردی گئی۔ اس تیسری روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملے مین نہایت اہم ہے وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین رہا اوسکا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور اوسکی آمدنی آپ ہی جس مصرف مین چاہتے تھے صرف کرتے تھے اور حضرت سیدہ کو اوسکی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے پس ہبہ بغیر قبضہ ہوا لہذا اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہ کا ملک نہین ہوسکتا ہے اور جس روایت مین بعد ہبہ فدک پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہونا اور اونہین کا وکیل اوسپر مامور ہونا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اوس وکیل کو نکالدینا مذکور ہے وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہوگئی

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے لوگون کو فاطمہؓ کے گھر پر بلا کر کہدیا کہ یہ مال فاطمہؓ کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے ہبہ نامہ فاطمہؓ کے نام لکھا دیا تھا اور اوسپر شہادت علیؓ اور ام ایمن کی کرائی تھی۔ تعجب ہے کہ اس خیال سے کہ آیندہ لوگون کو موقع فاطمہؓ کے محروم کرنے کا باقی نرہے یہان تک تو آپنے دور اندیشی فرمائی کہ لوگون کو بلایا اور اونکو جتایا کہ یہ مال فاطمہؓ کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہ نامہ حضرت علیؓ سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی اون لوگونمین سے جو بلاے گئے تھے کسیکی گواہی نہ لکھوائی حالانکہ اونمین سے دوچار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا تاکہ شہادت پر بقول شیعون کے جو اعتراض ہوا وہ نہوتا اور غیر ونکی گواہی سنکر شیخین ہنکو بھی دعوی تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گو اس تیسری روایت مین یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہؓ کو واپس کر دیا مگر پھر اوسکی کوئی تفصیل نہین بیان کی گئی کہ کسطرح واپس کیا اور کیونکر فاطمہؓ کا قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعون پر ہے کہ یہ کارروائی فدک پر فاطمہؓ کے قبضہ کرانیکی کسوقت عمل مین آئی اور کیونکر اور کن کے سامنے ہوئی۔

چوتھی حدیث دیگر احادیث سے بالکل متناقض ہے اسلیے کہ اور حدیثون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوالقربی کے معنی آپ نے جبریلؑ سے پوچھے تو جبریلؑ نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہؓ کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نام ہی نہین لیا بلکہ اسقدر تخصیص ظاہر کر دی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دار ہین یعنی امت کے اقارب مراد نہین۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہین اور کنکو اونکا حق دینا چاہیے پیغمبر خدا صلعم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپ کے عدل نے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑ کر حسنینؓ اور فاطمہؓ ہی کو وہ دیدین۔ اور حدیثونمین تو حضرت فاطمہؓ کی تخصیص کا یہ جواب ہو سکتا تھا کہ آنحضرتؐ نے یہ تخصیص نہین کی بلکہ خدا ہی نے ایسا حکم دیا اور آپ صرف اوسکی تعمیل کرنے والے تھے۔

مگر اس حدیث مین جو تخصیص آنحضرت صلعم نے فرمائی اوس کا جواب کچھ ہو ہی نہین سکتا۔ اسواسطے
کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نفرمائین اور تمام اقارب مین سے صرف اپنے نواسون اور
ایک بیٹی کو منتخب کرلین۔ اور معاذاللہ اس طور پر دوسرون کے حقوق تلف کیے جائین۔
معلوم نہین کہ حضرات امامیہ پیغمبر صاحب کے اس داغ کو جو اونکے اس قول اور خیال سے لگتا ہے
کیونکر دور کرسکین گے۔ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا پیغمبرؐ کے عدل اور انصاف اور بے طرفداری اور
بے غرضی کی یہی شان تھی کہ وہ اورون کو چھوڑ کر تین رشتہ دارون کو صرف اسلیے کہ اونہین
زیادہ چاہتے تھے چن لین اور جو کچھ اوسوقت اونکو ملا ہو وہ سب کا سب اونہین کو دیدین۔
معلوم نہین کہ حضرات امامیہ اسکا کیا جواب دینگے ہمارے تو رونگٹے اس سے کھڑے ہوتے
ہین اور پیغمبر صاحب کی شان مین اسے ایک نہایت بے ادبی اور گستاخی بلکہ اون پر ایک قسم کا اعتراض
سمجھتے ہین نعوذ باللہ منہا۔ سوا اسکے اکثر روایتون مین جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ
کی شہادت طلب کرنے پر حضرت فاطمہؓ نے حسنینؓ کو بھی پیش کیا اور اونھون نے بھی گواہی دی
اسکا بھی بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اسلیے کہ اس حدیث کی رو سے تو فقط فاطمہؓ دعوی کرنے والی
نہین ہو سکتی تھین بلکہ حسنین کا بھی مدعیون مین شریک ہونا چاہیے تھا پھر وہ کیونکر مدعی
ہوکر گواہونمین پیش کئے جا سکتے تھے۔

پانچوین روایت سے تو سارا بنا بنایا گھر شیعونکا گرجاتا ہے اور سارا تانا بانا اونکا ٹوٹ جاتا ہے
اسلیے کہ جو شہادت ام ایمن کی اوسمین بیان کی گئی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے
کہا کہ ای میرے باپ مین آپکے بعد افلاس اور احتیاج سے ڈرتی ہون فدک مجھے عطا کردیجیے
آپ نے فرمایا اچھا یہ تمپر صدقہ یعنی عطا ہے۔ اوسپر پیغمبر خدا صلعم نے کہا کہ ای ام ایمن اور ای علی
تم گواہ رہنا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے خود فدک کی درخواست کی اور آپ
کے بعد مفلسی کا خوف بتاکر آپ سے فدک مانگا اور اونکے مانگنے پر آنحضرت نے فدک اونکو دیدیا۔
اس روایت سے آیہ وآت ذا القربی حقہ کا دربارۂ فدک نازل ہونا اور جبریلؑ سے ذوالقربی کے معنے

پوچھکر بحکم آیہ وآت ذاالقربي حقہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فدک ہبہ کر دینا باطل ہوگیا۔اور وہ روایتین بھی جسمین یہ بیان ہے کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو اونکی مان کے مہر یا میراث مین دیا گیا تھا۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ایسی روایتون کے ہوتے ہوے حضرات امامیہ کسطرح فدک کے ہبہ کو ثابت کرسکتے ہین اور کس منھ سے باوجود ان متناقض روایتون کے ہبہ فدک کا نام زبان پر لاتے ہین۔

ان متناقض اور مختلف روایتون کے علاوہ ایک اور روایت کافی مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے جسکا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقربی سے مراد علیؓ تھے اور حق اونکا وہ وصیت تھی جو اونکو کی گئی۔اور نیز اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوت جو اونکو دیے گئے۔یہ حدیث باب شصت وچہارم کتاب الحجۃ مین کافی کے منقول ہے۔یہ حدیث بہت بڑی ہے جسمین اس بات کا بیان ہے کہ رسول خدا صلعم ہمیشہ فضائل اہل بیتؑ اظہار فرماتے اور جو کچھ قرآن مین اونکی نسبت بیان ہوا ہے اوسے ظاہر کرتے۔آپنے آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً کا بیان کیا اور پھر فرمایا کہ خدا کہتا ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی اور اسکے بعد آپنے فرمایا جسکو بالفاظ ذیل کافی مین بیان کیا ہے ثم قال جل ذکرہ وآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ فکان علی وکان حقہ الوصیۃ التی جعلت لہ والاسم الاکبر ومیراث العلم واثار علم النبوۃ اور اس کا ترجمہ صافی شرح اصول کافی مین ان لفظون سے کیا ہے۔بعد ازان گفت جل ذکرہ در سورہ بنی اسرائیل بدہ صاحب نزدیکی را حق او پس حاضر شد علیؑ برای اخذ حق خود و بود حق او وصیتی از رسول کہ گردانیدہ شد برای او بمعنی اینکہ آن حق باو رسانیدہ شد و اسم اکبر و میراث علم و آثار علم نبوت۔اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق ادا کرنے کے لیے نازل ہوئی اور ذوالقربی سے بھی وہی مراد ہین اور اس صورت مین وہ روایتین باطل ہوتی ہین جن مین یہ ذکر ہے کہ یہ آیت فدک کے دینے کے لیے نازل ہوئی

شاید حضرات شیعہ یہ فرمائین کہ دونو روایتین صحیح ہین اور ذوالقربی سے فاطمہ‌؂ بھی مراد ہین اور اونکا حق فدک۔ اور جناب امیرالمؤمنین بھی مقصود ہین اور اونکا حق وصیت اور میراث علم اور اسم اکبر تھا۔ مگر یہ کہنا صحیح نہوگا اسلیے کہ اور روایتون سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم ذوالقربی اور حق ذوالقربی کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اسلیے آپنے جبریل؈ سے پوچھا اور جبریل؈ نے بحکم خدا بتایا کہ اوس سے مراد فاطمہ؂ اور حق سے مراد فدک ہے۔ دونو روایتین کسی طرح سے مطابق نہین ہوسکتین۔ اس حدیث کو تفسیر صافی مین ذیل آیہ وآت ذاالقربی سورہ بنی اسرائیل مین بھی نقل کیا ہے۔ اور چونکہ صاحب تفسیر کو خیال گذرا کہ یہ روایتین متناقض ہین اسلیے بطور دفع دخل مقدر یہ فرمایا اقول لا تنافی بین هذا الحدیث وبین الاحادیث السابقة ولا بینهما وبین تفسیر العامة كما يظهر للمتدبر العارف بمخاطبات القرآن وفي معنى الحقوق ومن الذي له الحق ومن الذي لا حق له والحمد لله کہ کچھ اختلاف اس حدیث مین اور پچھلی حدیثون مین نہین ہے اور نہ ان حدیثون مین اور سنیونکی تفسیر مین اختلاف ہے جیسا کہ غور کرنیوالے اور مخاطبات قرآن اور معنی حقوق اور مستحق اور غیر مستحق کے جاننے والے پر ظاہر ہے۔ مگر وجہ عدم اختلاف کچھ بیان نہ کی الحمدللہ کہکر ساکت ہو گئے اور متدبر وعارف بالقرآن کے رائے پر رفع تناقض کو چھوڑ دیا مگر متدبر اور عارف بمعنی القرآن کے نزدیک جو کچھ ظاہر ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ساری روایتین غلط اور یہ تمام باتین بنائی ہوئی اور خلاف سوق قرآن کے ہین۔

چونکہ ہم شیعونکی روایتین بیان کرکے اس بات کو ثابت کر چکے کہ اون روایتونمین باہم ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ایک پر بھی یقین کرنا ناممکن ہے اسلیے اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ جو شخص سوق اور مخاطبات قرآنی پر غور کریگا اور جسکو یہ علم ہوگا کہ یہ آیت مکی ہے نہ مدنی وہ اون بیانات کو جو حضرات امامیہ نے اس آیت کے متعلق کیے ہین ایک نوع کی تحریف معنوی سمجھیگا۔

آیہ وآت ذالقربی حقہ کے موقع نزول اور طرز بیان پر غور کرنے سے ہبۂ فدک کا ثابت نہونا

جو روایتین ہبۂ فدک کے متعلق حضرات امامیہ کے یہان منقول تھین اونکو نقل کرکے ہمنے ثابت

کر دیا کہ اونمین ایسا اور اتنا نقص ہے کہ از روے اصول شہادت کے وہ قابل اعتبار نہین ہین۔
اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ بوجوہ مفصلۂ ذیل شیعون کے دعوی کے مفید یا اوس سے متعلق نہین ہے۔

وجہ اول۔ یہ آیت دو جگہ قرآن مجید مین آئی ہے ایک سورۂ بنی اسرائیل مین دوسرے سورۂ روم مین اور یہ دونو سورتین مکی ہین۔ اور مکے مین فدک کہان تھا۔ فدک تو ساتوین سال ہجرت کے آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا تھا۔

تحفۂ اثنا عشریہ کے باب دوم مین کید سی و دوم کے ذکر مین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا ہے کہ جمعی کثیر از علماء ایشان سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب احادیث کہ شہرت ندارند و نسخ آن کتب متعدد و بدست نمی آید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیان باشد الحاق نمایند چنانچہ قصۂ فدک در بعضے تفاسیر داخل نمودہ اند و سیاق حدیث چنین روایت کردہ اند ولما نزلت و آت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ واعطاھا فدک اما بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد بیاد شان نماند کہ این آیہ مکی است و در مکہ فدک کجا بود۔ اور حاشیہ پر اسکے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہے السورۃ الروم مکیۃ الا قولہ تعالی فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون بجواب اسکے تقلیب المکائد مین مولانا محمد قلی صاحب فرماتے ہین کہ مجمع البیان مین بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہین اور یہ بھی کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے اور اسکی نظیر قرآن مین بہت ہے۔ اور نیز یہ کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکے مین اور مرتبہ دوم مدینے مین جیسا کہ فخر الدین رازی نے سورۂ فاتحہ کے شان نزول مین کہا ہے۔ اور یہ بھی کہ مکی اوسکو کہتے ہین جو مکے مین نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے۔ فتح مکے کے سال مین یا حجۃ الوداع کے سنہ مین اور پھر یہ کہتے ہین کہ اگر ہم ان سب باتون سے درگذر کرین تو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ اگرچہ فدک مکے مین نہ تھا لیکن چونکہ خداے تعالی کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خدا کو بعد ہجرت کے

مدینے مین اور بعد فتح خیبر کے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ سے ہو گی فدک ملیگا حکم اوس کا پہلی ہی نازل کر دیا اور نزول حکم مین کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آیندہ زمانے مین آئیگی قبل اوسکے وقوع کے کچھ حرج نہین ہے۔ اور اسکی بہت سی مثالین ہین جیسا کہ تفسیر کبیر مین وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ کی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے بنی امیہ کو خواب مین دیکھا تھا اس طور پر کہ بندر آپکے منبر پر اوچھلتے کودتے ہین اور پھر فخر الدین رازی کہتے ہین کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اسمین یہ ہے کہ یہ آیت تو مکی ہے اور مکے مین منبر نہ تھا اور پھر اسکا جواب اس طور پر دیتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ یہ کچھ بعید نہین ہے کہ مکے مین اونکو دکھایا جاے کہ مدینے مین منبر قائم ہوگا۔

چونکہ ضروری بات قابل بحث کے آخری جواب صاحب تقلیب المکائد کا ہے اسلیے اوسی کے الفاظ ہم یہان نقل کرتے ہین باقی کل تقریر جسے دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۳۷ کید سی و دوم تقلیب المکائد مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی کو ملاحظہ کرے۔

و اگر ازین ہمہ مراتب تنزل کنیم پس ممکن ست کہ جواب دادہ شود کہ اگرچہ فدک در مکہ نبود لیکن چون حق تعالی شانہ بعلم ازلی میدانست کہ رسول خدا را بعد از ہجرت بمدینہ و فتح جنگ خیبر از دست حق پرست امیر المومنین علی بن ابی طالب فدک بدست خواہد آمد حکم آن از پیشتر نازل کردہ و در نزول حکم امریکہ در استقبال خواہد آمد از وقوع آن ممانعتی نیست و امثال آن بسیار ست۔ و فخر الدین رازی در تفسیر کبیر در تفسیر قولہ تعالی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ گفتہ القول الثالث فی الرؤیا قال سعید بن المسیب رای رسول اللہ بنی امیۃ ینزلون علی منبرہ نزد القردۃ فساءہ ذلک وھذا قول ابن عباس رض فی روایۃ والاشکال فیہ ان ھذہ الآیۃ مکیۃ وما کان لرسول اللہ بمکۃ منبر قال ویمکن ان یجاب عنہ بانہ لا یبعد ان یری بمکۃ ان لہ بالمدینۃ منبر یتداولہ بنو امیۃ

یہ کہنا کہ مجمع البیان مین بھی ہے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہین کافی

جواب نہین ہے کم سے کم اپنے ہی یہان کی روایتون سے اسکو ثابت کرنا تھا کہ یہ سورت مکی نہین ہے بلکہ مدنی ہے۔ نہ یہ جواب کافی ہے کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے تاوقتیکہ اس کا ثبوت نہ دیا جاے کہ کونسی آیتین اسمین مکی ہین اور کونسی مدنی۔

اور یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو مرتبۂ اول مکے مین اور مرتبۂ دوم مدینے مین تعجب انگیز ہے اسلیے کہ دو مرتبہ تو یہ آیت نازل ہی ہوئی ہے ایک سورۂ روم مین اور دوسری بنی اسرائیل مین۔ اور خیر سے دونو مکی ہین اسلیے یہ فرمانا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت تین مرتبہ نازل ہوئی ہو۔

اور یہ فرمانا کہ مکی اوسے کہتے ہین جو مکے مین نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکے کے سال مین یا حجۃ الوداع مین۔ کچھ مفید مطلب نہین ہے اسلیے کہ مکے مین فدک فاطمہؑ کو نہین دیا گیا بلکہ مدینے مین اور فوراً بعد قبضے مین آنے فدک کے اسلیے ان سب جوابون سے بہتر بظاہر صاحب تقلیب المکائد کو یہی جواب معلوم ہوا جو اخیر مین فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ اگرچہ فدک مکے مین نہ تھا لیکن موافق علم ازلی کے پیش از وقوع خدا نے حکم دیدیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جب فدک تمھارے قبضے مین آوے تو اوسے فاطمہؑ کو دیدینا مگر اس سے بھی مطلب حاصل نہین ہوتا اسلیے کہ جو روایتین حضرات شیعہ نے فدک دینے کی بیان کی ہین اونسے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اوسی وقت آپنے جبریلؑ سے پوچھا کہ ذوالقربی کون ہین اور اونکا حق کیا ہے۔ بلکہ احادیث شیعہ صاف اس بات پر دال ہین کہ یہ آیت بعد فتح خیبر اور فدک کے قبضے مین آنے کے نازل ہوئی ہے۔ نہ قبل اوسکے۔ جیسا کہ تفسیر صافی مین اسی آیت کے ذیل مین لکھا ہے وفی الکافی عن الکاظم فی حدیث لہ مع المھدی ان اللہ تعالی لما فتح علی نبیہ فدک وما والاھا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ وآت ذا القربی حقہ ولم یدر رسول اللہ صلعم من ھم فراجع فی ذلک جبریلؑ وراجع جبریلؑ ربہ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ الخ یعنی امام موسی کاظمؑ سے یہ حدیث

منقول ہے کہ جب فدک فتح ہوا بغیر لڑائی کے تب خدا نے پیغمبرؐ پر یہ آیت نازل کی کہ وآت ذاالقربی حقہ اور پیغمبر خداؐ نہین جانتے تھے کہ وہ اقارب کون ہین تب آپنے جبرئیلؑ سے پوچھا اور جبرئیل نے خدا سے اور وحی آئی کہ فدک فاطمہؑ کو دیدو۔ اس حدیث سے اور دیگر حدیثین جو عیون اخبار رضا وغیرہ مین منقول ہین یہی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کے قبضے مین آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے صاحب تقلیب المکائد کا فرمانا کہ بطور پیش بندی قبل از قبضۂ فدک مکے مین یہ آیت نازل ہوئی ہوگی احادیث ائمہ کی تکذیب کرتا ہے۔

غرضکہ کسی طرح بات بنائے نہین بنتی اور یہ مصنوعی روایت کسی پہلو سے صحیح نہین ہوسکتی۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ فرمانا کہ بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نمی باشد صادق آتا ہے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ خطاب وآت ذاالقربی حقہ اگرچہ آنحضرت صلعم کی طرف ہے مگر سیاق قرآنی صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب عام ہے تمام امت سے۔ نہ مخصوص ہے صرف آپ کی ذات مبارک پر۔ اسلیے کہ یہ آیت جو سورۂ بنی اسرائیل مین ہے اوسمین توحید اور احسان اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا بیان ہے۔ اور آیات ماقبل ومابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین تخصیص نہین ہے بلکہ تعمیم ہے چنانچہ آیات ماقبل ومابعد یہ ہین وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ○ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ○ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ○ وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○ اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا ○ اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔ کہ تیرے رب نے

یہ حکم دیا ہے کہ اوسکے سوا تم کسیکی عبادت مت کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ایک یا دونوں ماں باپ بوڑھے ہوجائیں تو نہ کہ اونسے ہوں اور نہ اونکو جھڑک اور کہہ اونسے ادب کی بات۔ اور جھکا اونکے سامنے بازو عاجزانہ اور نیازمندانہ اور یہ دعا مانگ کہ ای رب ان پر رحم کر جسطرح کہ اونھوں نے مجھے چھٹ پن مین پرورش کیا۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو تمھارے دلوں مین ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشتا ہے۔ اور دے قرابت والے کو اوسکا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اوڑا فضول خرچی مین۔ فضول خرچ بھائی ہین شیاطین کے۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے۔ اور اگر کبھی تو اون سے تغافل کرے بوجہ چاہنے اپنے رب کے رحمت کی جسکی تجھے امید ہے تو اونسے بات نرمی کی ہی کہدے۔ اور مت باندھ لے اپنے ہاتھ گردن مین (یہ کنایہ ہے بالکل خرچ نکرنے سے) اور نہ بالکل فراخ دستی کر کہ بیٹھ رہے ملامت زدہ اور پشیمان۔ تیرا رب تو جسکو چاہتا ہے رزق خوب بڑھا دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار ہے۔

ان آیتوں سے پہلے بھی وہ آیتین ہین جن مین شرک اور معاصی سے نہی اور توحید اور عبادت کا امر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خداوند تعالی کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت ملاو کہ ملامت زدہ اور پشیمان ہو کر بیٹھ رہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول خداوند تعالی نے شرک اور معاصی کی برائیاں بیان کین اور بعد اوسکے توحید اور عبادت ارشاد کیا۔ اور اوسکے پیچھے احسان اور بتیٰ اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا ذکر فرمایا۔ پس گویا اس صورت مین جو یہ آیتین ہین وہ بیان مین توحید اور عبادت اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق اور سلوک اور احسان اور ادائے حقوق کے ہین اور یہ وہ چیزین ہین کہ دراصل امت کی ہدایت اور عمل کے لیے بیان کی گئی ہین۔ اور گویا وہ ایک قانون ہے جسمین انسان کی اخلاقی صفات کا بیان اور اوسپر عمل کرنیکی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی وجہ نہین ہے کہ سب آیتین تو عام ہوں اور اونکا خطاب امت کی طرف اور ایک آیت یعنی

وآت ذا القربی حقه صرف مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ اور پھر وجہ خصوصیت بھی کوئی
موجود نہو۔ مجمع البیان طبرسی مین بھی ان آیتون کے معنی مین علامۂ طبرسی فرماتے ہین کما
تقدم النھی عن الشرك والمعاصی عقبه سبحانه بالامر بالتوحید والطاعات فقال سبحانه
وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاه اور پھر وآت ذا القربی حقه کی آیت سے
لیکر تا آیه انه كان بعباده خبیرا بصیرا جو پانچ آیتین ہین انکی تفسیر مین علامۂ موصوف
فرماتے ہین ثم حث سبحانه نبیه علی ابتاء الحقوق لمن یستحقها وعلی كیفیة الانفاق
فقال وآت ذا القربی حقه معناه وآت القربات حقوقهم التی اوجبها الله لهم فی اموالكم یعنی
خداوند تعالی نے اول شرک و معاصی سے ممانعت کی اوسکے بعد توحید و عبادت کا حکم بیان فرمایا
پھر اپنے پیغمبر کو اون لوگون کے حقوق کو جو اوسکے مستحق ہین دینے اور خرچ کرنے کے طریقون
پر آگاہ کیا اور فرمایا کہ ذوی القربی کو اونکا حق عطا کر یعنی رشتہ دارون کو اونکے حقوق جو
خدا نے اونکے لیے تمھارے مالون مین مقرر کیے ہین عطا کر" پس ان سب آیتون کے دیکھنے
اور سیاق قرآنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کوئی موقع کسی خاص بات مین پیغمبر
صاحب کی تخصیص کا نہین ہے۔ اور اگر خاص آیہ وآت ذا القربی حقه کی تخصیص پیغمبر کے ساتھ
کیجاے تو سارا کلام مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ حضرات امامیہ کو آیہ وآت ذا القربی حقه
مین صرف ایک بات سے اسکا موقع ملا کہ اس آیت کے حکم کو آنحضرت صلعم سے مخصوص خیال کرین
اور وہ یہ ہے کہ اس آیت مین خطاب بصیغۂ واحد ہے لیکن علم معانی و بیان کے جاننے والے
بیک طرف معمولی سمجھ کے آدمی اور قرآن کے ترجمہ جاننے والے بھی اس بات کو سمجھتے ہین
کہ قرآن مجید کا طرز بیان ایسا واقع ہوا ہے کہ اکثر خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہوتا ہے
مگر درحقیقت مراد اوس سے امت ہوتی ہے۔ بہت دور جانے اور قرآن کے اور مقامات دیکھنے
کی بھی ضرورت نہین ہے اسی رکوع مین جو طرز بیان خدا کا ہے اوس سے اسکا ثبوت ہوتا ہے
جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خدا کے

ساتھ دوسرے کو معبود نہ بنا نہین تو ذلیل اور عاجز ہو جائیگا۔ کیا ایک لحظہ کے لیے بھی کوئی
مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہے اور اسی لیے مفسرین شیعہ
نے بھی اس خطاب کو عام مانا ہے جیسا کہ علامۂ طبرسی فرماتے ہین ان الخطاب للنبی والمراد
بہ امتہ کہ یہ خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔ اس آیت کے سوا یہ آیت بھی اسی
رکوع مین ہے اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا
وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ کہ اگر پہونچ جائین تیرے سامنے بڑھاپے کو ماں باپ مین سے ایک
یا دونو تو اونسے اف کرکے بات نکر اور نہ اونکو جھڑکی دے اور اونسے ادب کی بات کر۔ کیا کوئی نادان
اس خطاب کو آنحضرت صلعم کی طرف سمجھے گا جبکہ آنحضرت صلعم کی شان اس سے ارفع واعلی
تھی کہ آپ کو ایسی برائی سے بچانے کے لیے نصیحت کیجاتی۔ آپ کے والدین چھٹ پن
ہی مین گذر گئے تھے اور اونکے مرنے کے چالیس برس بعد خدا کا کلام نازل ہوا تھا تو
صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھی امت ہی کی طرف ہے اور سوا اسکے اور آیتین جو بیان
کی گئی ہین مثلاً لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا
كُلَّ الْبَسْطِ کہ اسراف نکر اور اپنے ہاتون کو باندھ نہ لے۔ یعنی بخل نکر اور نہ زیادہ فضولی
انمین سے کوئی ایک بھی ایسی نہین ہے کہ مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ باوجودیکہ یہ سب خطاب
بصیغۂ واحد آنحضرت صلعم کی طرف کئے گئے ہین اور انمین کوئی موقع اور محل شیعون کو بھی انکار
کا نہین ہے۔ پس ان تمام آیتون مین سے صرف ایک آیت کو مخصوص کرنا آنحضرت صلعم سے
بغیر کسی مرجح اور مخصص وجہ کے قابل مضحکہ ہے۔ خصوصاً جبکہ آیہ وآت ذا القربی کی پہلی آیت کو
دیکھاجائے جس مین والدین کے ساتھ احسان کرنیکا حکم ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل
بیان اوس کا ہے جو ہدایت انسان کو اخلاق اور احسان اور صلہ رحم اور ادائے حقوق کے متعلق
کی گئی ہے۔ اسمین اول بیان کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کی عبادت نکرنی چاہیے اوسکے
بعد بتایا کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔ اوسکے بعد فرمایا قرابت داروں اور مسکینون

اور مسافرون کے حق ادا کرنے چاہئین اور پھر اوسکی ساتھ اعتدال کی بھی ہدایت فرمائی کہ بخشش ایسی ہو کہ اسراف کے درجے پر پہونچ جاے اور نہ ایسا بخل کہ آدمی اپنے ہاتھ باندھ لے اور پھر اوسکے ساتھ یہ بھی کہ اگر اتنی استطاعت نہو کہ اونکے ساتھ کچھ سلوک کیا جا سکے تو اون سے اخلاق اور نرمی سے بات چیت کرنی چاہیے جیسا فرمایا ہے فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ اگر آیہ وآت ذالقربی مین مراد خدا کی یہ ہوئی کہ فدک فاطمہؓ کو دیدیا جاے تو معلوم نہین کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ہ کیون کہا جاتا۔ اور پھر تبذیر کی برائی اور اوسکا خوف بھی نہایت سخت لفظون مین کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ کیون دلایا جاتا۔ اور یہ کیون کہا جاتا کہ اگر تمھارے پاس دینے کو نہو تو اونسے وعدہ ہی کرلو کہ جب خدا تمکو دیگا تو تم اون سے سلوک کروگے۔ اگر کوئی اس آیت کو ہبہ فدک کے متعلق سمجھے تو آیہ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ اس موقع پر مہمل ہوئی جاتی ہے۔ مفسرین شیعہ نے بھی اس آیت کے وہی معنی لکھے ہین جس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ صاحب مجمع البیان طبرسی فرماتے ہین وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ای وان تعرض عن ھولاء الذین امرتك باداء حقوقھم عند مسالتھم ایاك لانك لا تجد ذلك حیاء منھم ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا ای لتبتغی الفضل من اللہ والسعۃ التی یمکنك معھا البذل باملك تلك السعۃ و ذلك الفضل فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ای عدھم عدۃ حسنۃ وقل لھم قولا سھلا لینا یتیسر علیك وروی ان النبیؐ کان لما نزلت ھذہ الایۃ اذا سئل ولم یکن عندہ ما یعطی قال یرزقنا اللہ وایاکم من فضلہ یعنی اگر ان لوگون کے حقوق ادا کرنے اور اونکے دینے سے تم مجبور ہوا ور اونکے سوال پورا کرنے کے لیے تمھارے پاس کچھ نہو اور شرم کے مارے اونسے اعراض کرو تو تمھین چاہیے کہ خدا کے فضل پر امید رکھکر اونسے وعدہ کرو اور اچھے لفظون مین اونسے کہدو کہ جب خدا تمھین دیگا تو تم اونکے ساتھ سلوک کروگے۔ اور پیغمبر خدا صلعم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہی کیا کرتے کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا

اور آپکے پاس کچھ دینے کو نہو تا تو یہ فرماتے کہ اللہ اپنے فضل سے ہمکو اور تمکو رزق دے -

یہ بیان تو سورۂ بنی اسرائیل کا کیا گیا - اب سورۂ روم پر غور کرنا چاہیے کہ وہان یہ آیت کس موقع پر آئی ہے - آیات ماقبل و ما بعد یہ ہین وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی جب لوگون کو ہم رحمت پہونچاتے ہین تو وہ اوس سے خوش ہوجاتے ہین - اور اگر اونکے اعمال کے سبب اونکو کوئی برائی پہونچ جاتی ہے تو وہ ناامید ہوجاتے ہین کیا وہ نہین دیکھتے کہ اللہ تعالی جسکو چاہتا ہے روزی فراخ دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے - اسمین نشانیان ہین ایمان والون کے لیے - پس دے رشتہ دار کو اوسکا حق اور مسکین اور مسافر کو - یہ بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو اللہ کی رضا مندی چاہتے ہین اور یہی لوگ مراد کو پہونچنے والے ہین -

اسمین بھی تخصیص باطل ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالی نے اسکو اسطرح پر شروع کیا ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے اور جسپر چاہے تنگ کرے - یہ مضمون عام ہے اسی پر آگے چلکر تفریع کی ہے اور فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو قرابتیون اور مسکینون اور مسافرون کو اونکا حق دیتا رہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسمین تعمیم مراد ہے - خصوصاً اس آیت کے اخیر لفظون سے تو تعمیم مین کوئی شک ہی نہین باقی رہتا - اور وہ الفاظ یہ ہین ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ کہ یہ بات بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو خدا کی رضامندی چاہتے ہین اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہین - یہ ارشاد اوسی وقت باموقع اور برمحل صحیح ہوسکتا ہے جبکہ حکم عام ہو اور خطاب مومنین سے ہے - ورنہ قرآن جو ایک کلام فصیح و بلیغ ہے مہمل سمجھا جائیگا - اسلیے کہ آنحضرت صلعم کی نسبت تو یہ گمان ہو ہی نہین سکتا کہ

وہ اون حقوق کے دینے مین تامل فرماتے یا اونکو اس حکم پر عمل کرنے کے لیے ترغیب اور ترہیب
کی ضرورت ہوتی اور ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
کہنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑتی - یہ اوسی وقت باموقع سمجھا جا سکتا ہے جبکہ خطاب عام ورمؤمنین
کی طرف سمجھا جاے کہ امت ہی کے لوگ ایسے ہوتے ہین جنکو پورے طور پر حقوق ادا کرنے کے لیے
ترغیب و ترہیب کی ضرورت ہوتی ہے - اور ذاتی اغراض اور شخصی محبت کو دخل نہ دینے کے
لیے اس قسم کے بیان سے اون کو نصیحت کیجاتی ہے - پس جو شخص ذرا بھی قرآن کو غور سے
دیکھے گا اور اس آیت کے ماتقدم اور ماتاخر اور طرز بیان اور سیاق عبارت پر نظر کریگا وہ ذرا
شبہ نہین کر سکتا کہ قربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہین - کما قیل انہ خطاب لہ ولغیرہ
والمراد بالقربیٰ قرابۃ الرجل وھو امر بصلۃ الرحم بالمال -

وجہ سوم یہ کہ اگر شیعون کے خیال کے موافق تسلیم کیا جاے کہ آیہ وات ذاالقربی حقہ
مین ذاالقربیٰ سے مراد فاطمہؑ اور حقہ سے مراد فدک ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کی پوری
تعمیل یا تو آنحضرت صلعم نے معاذ اللہ خود نہین کی یا خدا نے نہین کرائی - اسلیے کہ اس آیت مین
تین لوگون کے حق ادا کرنیکا حکم دیا گیا ہے ایک ذوالقربیٰ دوسرے مسکین تیسرے مسافر ذوالقربیٰ
کی نسبت تو شیعون نے یہ بات بنائی کہ آپ اسکے معنی نہین سمجھے اور جبریلؑ سے پوچھنے پر مجبور
ہوے - اور وہ بھی اوس سے جاہل تھے اونکو بھی خدا سے پوچھنا پڑا اور خدا نے بتایا کہ
ذوالقربیٰ فاطمہؑ ہین اور اونکا حق بھی دریافت کرلیا اور ادا بھی کردیا گیا مگر باقی اشخاص ویسے
ہی محروم چھوڑے گئے - پھر ذوالقربیٰ کا حق جسطرح ادا کیا گیا وہ بھی سمجھ مین نہین آتا اسلیے کہ
لفظ تو ذوالقربیٰ کا عام ہے اور سب رشتہ دارون کو شامل - اور تخصیص کردی گئی صرف ایک کی -
سوا اسکے ذوالقربیٰ کا لفظ قرآن مجید مین اسی آیت مین نہین آیا بلکہ تیرہ جگہ متعدد
آیتون اور مختلف سورتون مین آیا ہے - اور ایسے موقع پر آیا ہے جہان کہ ادا ے حقوق
کی ہدایت اور اوسکی ترغیب ہے اور اکثر اوسکے ساتھ دیگر اشخاص مساکین اور ابن السبیل وغیرہ

شریک ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان جہان ایسے موقع پر یہ لفظ آیا ہے وہان مراد ان سب کے ساتھ نیکی کرنا اور اونکی خبر لینا اور اونکی مدد کرنا ہے۔ مثلاً سورۂ بقر مین خدا ے تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْـنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ یعنی جبکہ عہد لیا ہمنے بنی اسرائیل سے کہ خدا کے سوا کسیکی عبادت نکرنا۔ اور مان باپ اور رشتہ دارون اور یتیمون اور غریبون کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگون سے اچھی بات کہنا۔ اور نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا۔ پھر تم پھر گئے اس عہد سے مگر تم مین سے چند لوگ۔ اور اب بھی تم اعراض کرتے ہو۔

اس آیت مین بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے ہمنے ان باتون کا عہد لیا تھا کہ خدا کے سوا عبادت نکرنا اور مان باپ کے ساتھ نیکی اور رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون کے ساتھ بھلائی۔ اور سب سے اچھی بات کرنا مگر اونھون نے اس عہد کو توڑ ڈالا چونکہ بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا تھا اسلیے خداوند تعالے نے اس موقع پر اس کا ذکر اسلیے کیا کہ آنحضرت صلعم کی امت کو تنبیہ ہو کہ وہ ایسا نکرے۔ اور پھر اوسیکی تشریح اور تصریح سورۂ بنی اسرائیل مین کر دی یعنی بتا دیا کہ جن باتون کا بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ اونھین کے ساتھ مخصوص تھین بلکہ حسن اخلاق اور حسن معاشرت اور حسن معاملے کے لیے یہ باتین ہر انسان پر لازم ہین اور اونکا کرنا ضروری ہے اور پھر اونھین باتون کو آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے آپ کی امت کو بتایا اور ان لفظون سے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الخ فرمایا۔ کہ خدا نے تمھارے اوپر لازم اور واجب کر دیا ہے کہ اوسکے سوا دوسرے کی عبادت نکرو اور والدین کے ساتھ احسان اور ذوالقربیٰ اور مسکین اور ابن سبیل کا حق ادا کرو۔ گویا یہ آیتین اونھین آیتونکا صاف صاف بیان ہین جو سورۂ بقر مین بنی اسرائیل پر واجب کی گئی تھین۔ وہان و اذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل فرمایا اور یہان وقضی ربک جسکے معنی قریب قریب

ایک ہوتے ہین یعنی ان باتون کا کرنا واجب کردیا گیا پھر وہان فرمایا لاتعبدون الا اللہ اور یہان ارشاد کیا ان لا تعبدوا الا ایاہ پھر وہان تو فرمایا تھا وبالوالدین احسانا یہان بھی وہی فرمایا وبالوالدین احسانا اور اوسکی اور بھی زیادہ تشریح کردی اور احسان کا ادنی درجہ تک بھی بیان کردیا کہ اونسے اُف تک نکہو۔ پھر وہان بیان فرمایا وذی القربے والیتمٰی والمسٰکین یہان فرمایا وآت ذا القربی حقه والمسکین وابن السبیل اور پھر اعتدال کی بھی یہان نصیحت فرمائی کہ لا تبذر تبذیرا الخ اور پھر وہان فرمایا وقولوا للناس حسنا اور یہان فرمایا فقل لھم قولا میسورا پس دیکھو کیسا مسلسل اور مرتب بیان ان دونون آیتون کا ہے۔ اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیتین کیسی تشریح اور تصریح اونھین احکام کی ہین جو بنی اسرائیل کو دیے گئے تھے۔

ذوالقربی کا لفظ سورۂ بقر مین ایک اور آیت مین آیا ہے اور وہ یہ ہے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ یعنی نیکی یہ نہین ہے کہ تم پورب پچھم کی طرف موںھہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور آخرت اور فرشتون اور کتاب اللہ اور پیغمبرون پر ایمان لاے۔ اور خدا کی محبت مین مال رشتہ دارون اور یتیمون اور غریبون اور مسافرون اور مانگنے والون کو اور غلامون کے آزاد کرنے مین دے۔

اسمین بھی برّ اور احسان کا بیان حق تعالی فرماتا ہے۔ اور گویا یہ بھی دوسری لفظون مین اونھین احکام کا تذکرہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل مین بیان کیے گئے ہین کہ نیکی یہی نہین ہے کہ اپنے موںھہ پورب پچھم کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا اور قیامت اور فرشتون اور کتاب اور پیغمبرون پر ایمان لاو۔ اور خدا کی محبت مین اپنا مال ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور سائلین کے دینے اور غلامون کے آزاد کرانے مین صرف کرو۔

سورۂ نسا مین بھی ذی القربی کا لفظ اسی موقع پر آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ
الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا یعنی عبادت کرو اسکی
اور اوسکا شریک کسی کو مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ دار اور یتیم اور
مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور دوست و رفیق اور مسافر اور باندی غلامون سے
بھلائی کرو۔ اللہ کو اچھا نہین معلوم ہوتا وہ شخص جو اتراوے اور بڑائی کرے۔

اور سورۂ نحل مین بھی یہ لفظ آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ
اِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
یعنی اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ دارون کے دینے کا اور منع کرتا ہے
بی حیائی اور برے کام اور سرکشی کرنے سے۔ تمکو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

ان تمام آیتون کے دیکھنے سے وہی ایک سلسلہ بیان کا اور وہی ایک قسم کی تعلیم
احسان اور سلوک کی معلوم ہوتی ہے۔ جو سورۂ بنی اسرائیل مین بیان کی گئی ہے۔ اور اس
سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ اصل اصول اخلاق کے ہین جنکی تعلیم خدا کو منظور تھی اور جسکو
طرح طرح سے بیان کیا۔ کبھی پچھلی امتون کے میثاق اور عہد کی یاد دلاکر۔ کبھی اوسکی خوبیان
بتاکر۔ اور کبھی بطور حکم اور ہدایت کے۔ پس جبکہ لفظ ذی القربی کا متعدد جگہ آیا ہوا اور
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے معنی کبھی پہلے استفسار نفرمائے ہون تو اس موقع
پر کوئی سبب معلوم نہین ہوتا کہ آنحضرت صلعم کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آئی
ہو۔ یا یہ لفظ جو اپنے عام معنو مین استعمال کیا گیا ہو اور جس مین خطاب کا عام ہونا صاف ظاہر
ہوتا ہو وہ ایکا ایک اس موقع پر ایسا معلق اور مشتبہ ہو جاوے کہ آنحضرت صلعم کو اوسکے معنی معلوم
نہون اور پھر اونکے ساتھ احسان کرنا اور اونکے حقوق کا ادا کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے مخصوص سمجھا جاے اور تمام اقارب مین سے ایک ہی رشتہ دار مستثنی کر لیا جاے۔ یہ بات خدا کے رسول کی شان سے بہت بعید اور سیاق قرآن کے بالکل مخالف اور عام ہدایت کے سراسر متناقض ہے۔

سورۂ انفال مین بھی ذوالقربی کا لفظ آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ الآیہ کہ جو کچھ غنیمت مین تمھارے ہاتھ آئے اوسکا پانچوان حصہ خدا اور رسول اور ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کے لیے ہے۔ اس آیت پر اگر حضرات امامیہ غور فرمائین تو اونکو اس کہنے مین کہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ دینے مین خیبر کے فتح ہونیکے بعد نازل ہوئی بہت مشکل پیش آئیگی بلکہ اونکا سارا عنکبوتی گھر برباد ہو جاے گا۔ اسلیے کہ کوئی اس باب مین شبہ نہین کر سکتا کہ آیہ واعلموا انما غنمتم فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی۔ اسلیے کہ غنیمت کا مال خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آیا کرتا تھا اور اوسکی تقسیم ہوا کرتی تھی اور اس آیہ واعلموا انما غنمتم مین اوسکی تفصیل بھی ہے۔ پس جنگ بدر سے لیکر خیبر کے فتح ہونے تک پیغمبر خدا صلعم آیہ واعلموا انما غنمتم کے مطابق غنیمت کے حصے مین سے اقارب اور مساکین اور مسافرین کو اونکے حقوق دیا کرتے تھے۔ اور دینا ہو نہین سکتا جبتک کہ معلوم نہو کہ اقارب اور مساکین وغیرہ کون ہین اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کو ذوالقربی کے معنی اور یہ کہ اقارب کون ہین معلوم تھے تو بعد خیبر کے فتح ہونے اور فدک ملنے کے آنحضرت صلعم کو جبریل سے ذوالقربی اور حقہ کے معنی دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہوئی اگر ضرورت ہوتی تو اس آیہ واعلموا انما غنمتم کے نازل ہونے کے وقت ہو سکتی تھی۔ تاکہ غنیمت کی تقسیم مین غلطی نہو اور اگر تسلیم کیا جاے کہ آیہ وآت ذاالقربی مین مراد ذی القربی سے صرف حضرت فاطمہؑ ہین تو آیہ واعلموا انما غنمتم مین بھی جو لفظ ذی القربی کا آیا ہے اوس سے بھی مراد حضرت فاطمہؑ ہونگی۔ اور خمس بھی صرف اونھین کا حق ہوگا۔ اور بجز اونکی اولاد کے تمام بنی ہاشم خمس سے

محروم ہونگے ولم یقل بہ احد یہ خود مذہب شیعہ کے خلاف ہے۔ وہ خود فرماتے ہین کہ خمس مین سے نصف امام وقت کا اور باقی نصف یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر مین مجمع البیان طبرسی مین لکھا ہے اختلف العلماء فی کیفیۃ قسمۃ الخمس ومن یستحقہ علی اقوال احدھا ما ذھب الیہ اصحابنا وھو ان الخمس یقسم علی ستۃ اسہم فسھم للہ وسھم للرسول وھذان السھمان مع سھم ذی القربی للامام القائم مقام الرسول وسھم لیتامی آل محمد وسھم لمساکینھم وسھم لابناء سبیلھم لا یشرکھم فی ذلک غیرھم لان اللہ سبحانہ حرم علیھم الصدقات لکونھا اوساخ الناس وعوضھم من ذلک الخمس۔ روی ذلک الطبری عن علی بن الحسین زین العابدین ومحمد بن علی الباقر واختلف فی ذوی القربی فقیل ھم بنو ھاشم خاصۃ من ولد عبد المطلب لان ھاشما لم یعقب الا منہ عن ابن عباس ومجاھد والیہ ذھب اصحابنا یعنی کیفیت قسمت خمس مین علما کا اختلاف ہے اور اون لوگون مین کہ اسکے کون کون مستحق ہین۔ ہمارے علما کا یہ مذہب ہے کہ خمس کے چھ حصے کیے جائین۔ ایک حصہ اللہ کا اور ایک حصہ رسول کا۔ اور یہ دونو حصے مع ایک حصہ ذی القربی کے امام کا ہے جو قائم مقام رسول ہے۔ اور ایک سہم آل محمد کے یتیمونکا اور ایک اونھین کے مساکین کا اور ایک اونھین کے مسافرین کا۔ آل محمد کا کوئی اور شریک اسمین نہین ہوتا۔ اسلیے کہ اللہ تعالی نے صدقات کو بوجہ لوگون کے میل ہونے کے آل محمد پر حرام کردیا ہے اور اوسکے عوض مین اونکو بھی خمس دیا ہے۔ طبری نے امام زین العابدین اور امام باقر سے یہ روایت کی ہے۔ دوسرا اختلاف ذوالقربی مین ہے کہ اوس سے کون مراد ہین۔ بعضے کہتے ہین کہ اس سے مراد خاص بنی ہاشم اولاد عبد المطلب ہین۔ کیونکہ ہاشم کی نسل عبد المطلب ہی سے چلی ہے۔ یہ مروی ہے ابن عباس اور مجاہد سے۔ اور یہی مذہب ہے ہمارے علما کا۔

اور تفسیر قمی مین ہے فمن الغنیمۃ یخرج الخمس ویقسم علی ستۃ اسھم

سهم للہ وسہم لرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسہم من ستۃ وثلاثۃ اسہم لایتام آل الرسول ومساکینہم وابناء سبیلہم

غرضکہ کسی پہلو یہ بات ٹھیک نہین بیٹھتی کہ ذوالقربیٰ کے معنی پیغمبر نجانتے ہون اور اون اقارب کو جن کا حق دینا چاہیے آپ نہ پہچانتے ہون اور باوجود نازل ہونے متعدد آیات کے جو متعلق احسان ذی القربیٰ کے ہین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیہ وآت ذاالقربیٰ کے نازل ہونے پر جبریل امین سے پوچھنے پر مجبور ہوے ہون - اور خدا نے فرمایا ہو کہ ذوالقربیٰ سے مراد فاطمہؑ ہین اور فدک جسکی آمدنی سالانہ چالیس یا ستر ہزار دینار تھی اون کو دیکر پیغمبر خدا صلعم اوسے حقوق سے سبکدوش ہوگئے ہون اور باقی تمام رشتہ دارون اور مسکینون اور مسافرون کو محروم چھوڑ دیا ہو - وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل ھذا اویبدل کلام اللہ من تلقاء نفسہ ویحرفہ عن موضعہ سبحانک ھذا بہتان عظیم

کیا یہ بات قیاس مین آسکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک جسکی آمدنی چوبیس ہزار دینار کہی جاتی ہے حضرت فاطمہ کو دیدیا ہو

روایتون اور حکایتون کو ایک طرف رکھکر اور اونکے تناقض اور باہمی اختلاف سے بھی قطع نظر کرکے اس بحث کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا اور ایک منصف غیر متعصب آدمی کی طرح اوسپر غور کرنا چاہیے - تاکہ معلوم ہو کہ آیا اوسی زمانے مین جبکہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا غنیمت یا فئے یا خراج یا اور کسی قسم کی آمدنی ایسی کافی ووافی تھی کہ جس سے اخراجات جو اوسوقت اسلام کی اشاعت اور مسلمانون کی حفاظت اور کفار کے حملون سے بچانے اور اونپر جہاد کرنے اور وفود یعنی ایلچیون اور مہمانون کے ٹھہرانے اور تحف وہدایا دینے کے لیے ضروری تھے بغیر کسی دقت کے ادا ہو سکتے - اور موجودہ حالت اوس زمانے کی ایسی تھی کہ پیغمبر خدا صلعم چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخشدیتے - اور

کیا آنحضرت صلعم کی سیرت اور عادت ایسی تھی کہ مہاجرین و انصار اور عامۂ مسلمین کا خیال نکرکے اور اونکو تنگی اور افلاس مین چھوڑ کر جو کچھ آپکے حصے مین آیا تھا (بشرطیکہ اوسکو ہم آپ کا ذاتی حصہ سمجھین) وہ اپنے رشتہ دارون مین سے کسی ایک چہیتے رشتہ دار کو دیدیتے - ہم یہ کہتے ہین کہ ان باتون پر خیال کرنے سے ایک لحظہ کے لیے بھی کوئی آدمی ہبہ کی روایت کو صحیح نہ سمجھیگا اور نہ پیغمبر خدا صلعم کی شان اور خصلت اور سیرت اور حالت کے مطابق پائیگا - اسلیے کہ فدک ساتوین برس ہجرت کے پیغمبر خدا صلعم کے قبضے مین آیا - اور وہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ فاقے پر فاقے کرتے اور بھوک کی تکلیف سے دو دو دن تک شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ نان جوین کو محتاج تھے اور ضروری حاجتون کے پورا کرنے کے لیے بھی کچھ سرمایہ نرکھتے تھے مہاجرین گھر بار چھوڑے ہوے مدینے مین دوسرون کے یہان پڑے ہوے تھے اور وہ اپنے اوپر تنگی اوٹھاکر اور ایثار علی النفس کرکے اونکی مدد کرتے تھے - اور حالت اسلام کی یہ تھی کہ چارون طرف سے دشمنون کا ہجوم تھا اور ہر جانب سے حملہ اور لڑائی کا اندیشہ - ہر روز جہاد کی ضرورت پیش آتی - اور ہر وقت دشمنون کا کھٹکا لگا رہتا - اسلام کے لشکر کی تیاری اور اونکے لیے آلات حرب و ضرب تیار کرنے کے لیے پیغمبر خدا صلعم کو ہر دم فکر لگی رہتی - وفود اور ایلچی اور قاصد چارون طرف سے چلے آتے اور اونکی مہمانداری اونکی حالت کے مطابق کرنی پڑتی - اور نیز تحف اور ہدایا جو وہ لاتے اوسکے موافق اونھین آپکو بھی دینا پڑتے اور ان اخراجات کے لیے مسلمانون سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی اور اسکام مین اعانت کرنے کے لیے خدا کی طرف سے رغبت دلانے والی آیتین نازل ہوتی رہتین - اور مسلمان جو کچھ استطاعت رکھتے تھے وہ اپنے حوصلے اور استطاعت کے موافق مال سے اثاث البیت سے کپڑے سے غلے سے غرضکہ ہر طرح سے مدد کرتے یہان تک کہ جو مفلس اور فقیر تھے وہ بھی بوقت ضرورت اپنے اوپر خود فاقہ کرتے اور جو کچھ اونکے پاس کھانے کو ہوتا وہ فی سبیل اللہ آنحضرت صلعم کے سامنے لاکر رکھدیتے - تو کیا ایسی تنگی کے زمانے مین کسی معمولی آدمی سے بھی

جوکسی گروہ کی سرداری کا دعوی کرتا ہو یا کسی قسم کی اولوالعزمی کے خیال رکھتا ہوا ور اپنے
گروہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ جو کچھ اوسکو ملے وہ بجاے اسکے کہ اون
اغراض و مقاصد مین کام مین لاوے جو اوسکے پیش نظر ہون اپنے رشتہ دارون کو دیدے۔
اور پھر رشتہ دارون مین بھی سب کے ساتھ انصاف نکرے۔ بلکہ سب کے حقوق تلف اور
ضائع کرکے صرف اپنے ایک چہیتے فرزند کو دیدے۔ توکیا ایسے شخص کو دنیاوی لحاظ سے
بھی کوئی سرداری کے قابل سمجھے گا یا اوسکے لشکری اوسے سردار رہنا نین گے۔ یا کچھ بھی ایسے
شخص کی عزت اونکے دلمین ہوگی۔ یا سواے خودغرضی اور نفس پروری کے کوئی دوسرا خیال
اوسکی نسبت کیا جائیگا۔ چہ جاے اسکے کہ ایک ایسی ذات پاک کی نسبت یہ امر منسوب کیا جاے
جو دین کا پیشوا اور تمام دنیا کا سردار اور سارے خلق مین برگزیدہ اور خدا کا پیارا ہو۔ اور جسکو
خدانے اخلاق مکارم کی تکمیل کے لیے بھیجا ہو۔ اور جس نے خودغرضی اور نفس پروری کو بیخ
و بن سے اوکھاڑ دیا ہو۔ اور جسنے ہمیشہ ایثار علی النفس پر خود عمل کیا ہوا ور اپنے عزیزون اور
رشتہ دارون کو ہر حالت اور ہر موقع پر اسی بات کی نصیحت کی ہو۔ اور اونسے ہمیشہ اسکی
تعمیل کرائی ہو۔ اور جسکے عزیز اور رشتہ دار بھی ایسے ہون جنکے زہد اور پرہیزگاری اور ترک دنیا
پر خداوند تعالی نے اظہار خوشنودی اور رضامندی فرمایا ہو۔ اور جو فیض اور سخاوت اور
دوسرون کے آرام دینے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے رہے ہون اور جو دنیا کے تعلقات سے نفرت
رکھنے اور دنیا سے بے تعلق رہنے مین زمین پر انسانونمین ضرب المثل اور آسمانون مین خدا کے
فرشتون کے سامنے ممدوح اور بے غرضی اور نفس کشی مین سارے دنیا کے لیے ایک نمونہ ہون۔
کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ خیال کرسکتا ہے کہ وہ سب کا خیال چھوڑ کر جو کچھ ملے وہ اپنے
ایک عزیز کو دیدے۔ اور کیا اوسکے عزیزون سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ اور سب کو عسرت
و تنگی کی حالت مین چھوڑ کر جو کچھ اوسکے باپ کا حصہ ہوا وسے تنہا اپنے لیے اور اپنی اولاد
کے لیے لینا پسند کرے۔ ہرگز نہین ہرگز نہین۔ درحقیقت اگر ہبۂ فدک کی روایت صحیح مانی جاے

اور فدک کا خراج چوبیس یا ستر ہزار دینار تسلیم کیا جاے تو منکرین نبوت کو آپ کی نبوت مین شکوک پیدا کرنے کا اچھا موقع ملیگا۔ اور دشمنون کے ہاتھ مین گویا یہ ایک عمدہ ہتیار دینا ہوگا۔ حضرات امامیہ اہل بیت کی محبت مین گو ایسے مستغرق ہون کہ اونکو اس قسم کی باتون کے بُرے نتائج سمجھ مین نہ آوین۔ اور صحابۂ کرام کے اوپر الزام لگانے کے لیے جیسی روایتین چاہین بنا کر پیش کرین۔ مگر ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ اور ہم تو اس قسم کے خیال سے جس سے پیغمبر خدا کی شان مین ذرا بھی داغ آوے لاکھون کوس بھاگتے ہین۔

اب ہم اسکو ثابت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا کا زمانہ تنگی و افلاس کا تھا اور جہاد کے لیے کافی سامان مہیا نہ تھا اور نہایت تکلیف اور تنگی سے جہاد کا سامان جمع کیا جاتا تھا۔ چنانچہ خود شیعون کے یہان سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور اونکی تواریخ مین لکھا ہے کہ آخری غزوہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا تبوک ہے۔ جو ۹ھ مین ہوا۔ اسوقت ایسی تنگی اور مصیبت مسلمانون پر تھی کہ اس غزوے کا نام جیش العسرہ ہوگیا۔ اور خدا کی طرف سے آیات ترغیب و ترہیب نازل ہونے لگین۔ اور مسلمان جو ایمان مین صادق تھے مدد کرنے لگے چنانچہ جب آیہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم نے جہاد کی تحریص اور جان و مال سے مدد دینے کی ترغیب شروع کی تو مدینے مین ایک ہل چل مچ گئی۔ حضرت عثمان رضؓ نے دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ چاندی کے شام کی تجارت کے لیے جمع کیے تھے وہ سب آنحضرت صلعم کے سامنے تجہیز لشکر کے لیے حاضر کر دیے۔ جسپر پیغمبر خدا نے فرمایا لا یضر عثمان ما عمل بعد ھذا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ہزار مثقال زر سرخ پیش کیا اوسپر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا اللھم ارض عن عثمان فانی عنہ راض حضرت عمر رضؓ نے آدھا مال اپنا آنحضرت صلعم کے سامنے حاضر کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تمنے اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا کہ اتنا ہی اونکے لیے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابو بکر آئے اور کل مال و متاع اپنا تمامہ

پیغمبر صلعم صاحب کے سامنے رکھدیا۔ آپنے پوچھا کہ اپنے اہل و عیال کے لیے کیا رکھا ہے۔ جواب مین عرض کیا اذخرت اللہ ورسولہ یعنی خدا اور رسول کو اونکے لیے چھوڑا ہے۔ عبدالرحمن بن عوف رضہ نے چالیس اوقیہ اور ایک روایت مین چار ہزار درہم پیش کیے اور عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے آدھا خدا کو قرض دیا اور آدھا اپنے اہل و عیال کے لیے چھوڑا۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب اور طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن عبادہ اور محمد بن سلمہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق رقم حاضر کی اور چونکہ ضرورت شدید تھی اور جہاد کے سامان جمع کرنے کے لیے آنحضرت صلعم کو نہایت فکر تھی اسلیے جن مسلمانون کے پاس روپیہ نہ تھا نہ مال و متاع اونھون نے کھانیکا سامان جو کچھ مل سکا وہی حاضر کردیا۔ چنانچہ عاصم بن عدی انصاری رضہ نے سو وسق خرمے لشکر کے سامان کے لیے پیش کیے۔ اور ابو عقیل انصاری نے آدھا صاع یعنی سوا سیر یا ایک صاع یعنی ڈھائی سیر چھوارے ہی حاضر کیے اور کہا کہ کل صبح تک مین نے پانی بھرا اور دو دن مزدوری کی اوسمین مجھے دو صاع خرما یعنی پانچ سیر چھوارے ملے ہین ایک اپنے عیال کے لیے رکھا ہے اور دوسرا آپ کے سامنے حاضر کیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اوسکے پیش کیے ہوئے خرمے کو سب مال کے اوپر رکھین اسپر منافقون نے بنظر حقارت اوسکے صدقے کو دیکھا اور اوسکی کمی پر عیب لگایا۔ اوسپر یہ آیت نازل ہوئی اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اور آخرکار یہان تک نوبت پہونچی کہ عورتون نے اپنا زیور اوتار اوتار کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا اور بعض لوگ ایسے بھی رہگئے جنکے پاس نہ مال تھا نہ اثاث البیت۔ اور لشکر کے ساتھ جانے کے لیے سواری تک نہ تھی۔ چنانچہ اونمین سے سالم بن عمیر و عتبہ بن زید و ابو لیلی و عمرو بن عنمۃ اسلمی اور عبداللہ بن مغفل وغیرہ تھے کہ جو آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک کہ نہ ہمارے پاس کچھ سرمایہ ہے نہ کچھ سامان کہ آپ کے ساتھ ہم

چل سکین ہر طرح کی قوت وثروت سے ہمارا ہاتھ خالی ہے۔ ہمین کچھ سواری عنایت فرمایئے تاکہ ہم ہمراہ ہون۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے پاس نہین ہے یعنی بوجہ تنگی اور کمی سامان کے کوئی زائد سواری نہ تھی جو آپ اونکو دیتے چنانچہ یہ لوگ یہ جواب سنکر روتے ہوئے باہر نکلے اور بکائین کی جماعت سے ملقب ہوے۔ اور یہ آیت اونکی شان مین نازل ہوئی وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ آخر ابن یامین نے ابو لیلی اور ابو مغفل کو ایک اونٹ دیا تاکہ باری باری وہ اوسپر بیٹھین اور اونکی زادراہ کے لیے ایک صاع یعنی ڈھائی سیر خرمے بھی دیے۔ غرضکہ اسطرحپر سامان جمع کیا گیا اور لوگون نے مدد کی اسپر بھی منجملہ تیس ہزار آدمی کے صرف ہزار آدمیون کے پاس سواری تھی باقی سب پیادہ۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آخری غزوہ آنحضرت صلعم کا ایسی تکلیف کا تھا اور اخیر زمانے مین آپ پر اور آپکے لشکر پر ایسی تنگی اور تکلیف تھی کہ لوگ سیر سیر بھر خرمے تجہیز لشکر کے لیے پیش کرتے اور وہ قبول کیا جاتا اور باوجود ہر طرح کی مدد واعانت کے کافی سامان مہیا نہو سکتا اور لوگ بوجہ سواری نملنے کے لشکر کے ساتھ نجاسکتے۔ اور بے استطاعتی سے مایوس ہو کر روتے رہجاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی قسم کی مدد سواری وغیرہ سے نکر سکتے۔

پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضؓ آئے اور آنحضرت صلعم کی اوس کوٹھری کو دیکھا جسمین آپ کا سامان رہتا تھا تو سوائے ڈھائی سیر جو کے اور چند دباغت کی ہوئی کھالون کے کچھ ندیکھا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اے ابن خطاب تم کیا دیکھتے ہو تو اونھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ خدا کے رسول ہین اور یہ کل خزانہ آپ کا ہے حالانکہ قیصر وکسرے اور مردمان روم وفارس کے کیسی زندگی

بسر کرتے ہین - آپ نے فرمایا وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٥

یہ نہ خیال کیا جاے کہ آپ پر مصارف کی تنگی ابتدا ے زمانے مین تھی اور اخیر مین غنائم اور فئے وغیرہ کی آمدنی سے کچھ تکلیف کم ہو گئی ہو گی بلکہ اخیر وقت تک عسرت کا وہی حال رہا - اور اگرچہ کسی قدر مداخل غنائم اور فئے سے ہونے لگے لیکن مخارج اسقدر بڑھ گئے تھے کہ کسی طرح پورے نہوتے تھے - اور شب و روز آنحضرت صلعم کو تکلیف اوٹھانی پڑتی تھی چنانچہ اسکے ثبوت مین ہم ایک روایت کافی کی پیش کرتے ہین جس سے معلوم ہو گا کہ بعد حجۃ الوداع کے جو آخری سال آپ کی زندگی کا ہے آپ کی مالی حالت کیسی تھی - کتاب مذکور کے جزو سوم کتاب الحجہ کے باب شصت و چہارم مین جسکا عنوان ما نص اللہ و رسولہ علی الائمۃ واحدا واحدا ہے ایک طویل حدیث امام جعفر صادق ؑ سے درج ہے - جس مین یہ لکھا ہے کہ جب رسولخدا حجۃ الوداع سے لوٹے اور مدینے مین داخل ہوے تو انصار آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا یا رسول اللہ خداوند تعالی نے ہمکو یہ عزت بخشی کہ آپ ہمارے یہان تشریف لاے اور اپنے آنے سے ہمکو مشرف کیا - اور آپکی بدولت خدا نے ہمارے دوستون کو خوش اور ہمارے دشمنون کو ذلیل کیا - آپ کے پاس باہر سے ایلچی آتے ہین اور آپکے پاس اتنا بھی نہین ہوتا کہ آپ اونکو کچھ عطا فرماوین اسپر آپ کے دشمن ہنستے ہین اور شماتت کرتے ہین اسلیے ہم چاہتے ہین کہ آپ ایک تہائی مال ہمارا قبول فرمائیے تاکہ آپ اوسے ایلچیون کی مدارات اور دعوت اور تحفت اور ہدایا مین خرچ کرین آپ نے یہ سنکر انتظار فرمایا اور جبریل امین ؑ یہ آیت لاے قُلْ لَّا اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى الآیۃ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب زمانہ وفات تک آپ کو استطاعت معمولی مصارف کے ادا کرنیکی بھی نہ تھی تو کیونکر سمجھ مین آسکتا ہے کہ ایسی تنگی کے زمانے مین اور ایسی تکلیف کے وقت مین پیغمبر خدا صلعم فئے کے مال مین سے ایک بڑی جاگیر جسکی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدین - اور ان

تکالیف کا کچھ لحاظ نکرین - اگر حضرات شیعہ یہ کہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے آیندہ کے خیال سے یہ جاگیر حضرت فاطمہ کو بخشدی تھی مگر آمدنی اوسکی آپ ہی صرف فرماتے اور خود حضرت سیدہ قوت مالایموت کے بقدر لیکر سب فی سبیل اللہ خرچ کردیا کرتین - مگر یہ جواب قابل اطمینان نہوگا اسلیے کہ پیغمبر خدا صلعم کو اگر منظور نہ تھا کہ حضرت فاطمہ اوس سے متمتع ہون یا فراغ حاصل کرین تو ضرورت ہی کیا تھی کہ نام کے لیے جاگیر اونکے نام کر دیتے - اور آیندہ کے خیال سے اپنے اس عمل سے ایک ایسا نمونہ قائم کرتے جو بظاہر نبوت کی شان کے خلاف تھا - اور نیز آیندہ کے خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر دینے کا آپ کو خیال کیون ہوتا جبکہ خود خداوند تعالی نے آپ سے فرمایا ہو - جیساکہ خود شیعون کی روایت سے ظاہر ہے کہ یا احمدؐ ان احببت ان تکون اورع الناس فازهد فی الدنیا وارغب فی الاخرة وخذ من الدنیا خفا من الطعام والشراب واللباس ولاتدخر لغد واجعل نومك صلوة وطعامك الجوع وقال اللہ یا احمد ان المحبة للفقراء والتقرب الیهم قال یارب ومن الفقراء قال رضوا بالقلیل وصبروا علی الجوع وشکروا علی الرخاء ولم یشکوا جوعهم ولاظمأهم ۔ اور نیز من لایحضره الفقیہ مین منجملہ اون وصایا کے جو آپ نے حضرت علیؑ کو کی تھین ایک یہ وصیت بھی لکھی ہے یا علی ثلاث من حقائق الایمان الانفاق من الاقتتار وانصافك الناس من نفسك وبذل العلم للمتعلم ۔ اور نیز یہ حدیث بھی ہے کہ آپ نے فرمایا تکون امتی فی الدنیا علی ثلاثة اطباق اما الطبق الاول فلا یحبون جمع المال وادخاره ولا یسعون فی اقتنائه واحتکاره وانما رضوا من الدنیا سد جوعة وستر عورة وغناهم فیها ما بلغ بهم الاخرة فاولئك الامنون الذین لاخوف علیهم ولاهم یحزنون - یعنی میری امت دنیا مین تین قسم کی ہوگی اول وہ کہ جمع مال اور ثروت کو پسند نکرینگے اور دنیا کی اشیا سے صرف بقدر سد جوع اور ستر عورت کی کفایت کرینگے اور دولت عقبی کو شرط غنا جانینگے - یہی لوگ ایمان والے ہین جنپر نہ کچھ خوف اور غم ہوگا

اگر بالفرض ہم ان باتون مین سے کسی بات کو خیال مین نہ لاوین اور یہ سمجھکر کہ رسولخدا صلعم

ے آیندہ کا خیال فرماکر اور خلیفون کے ظلم وستم سے جسکا علم اونکو شیعون کے قول کے موافق تھا اندیشہ کرکے حضرت فاطمہؑ کو فدک دیدیا ہو اور اس سے گویہ مقصود نہو کہ وہ خود اپنی ذات مین اسے صرف کرین بلکہ آپ کو اطمینان تھا کہ وہ سب خدا کی راہ مین خرچ کردیا کرین گی مگر عزت اور حرمت قائم رکھنے کے لیے فدک کا دینا مصلحتاً مناسب جانا ہو۔ مگر سیرت نبوی اس خیال کو ہمارے دل مین آنے نہین دیتی اسلیے کہ جب ہم دیکھتے مین کہ آپ کا برتاو اپنے عزیزون کے ساتھ کیا تھا اور اونکے لیے کچھ آیندہ کی فکر نہین فرماتے تھے۔ اور کسی خیال سے بھی زہد اور توکل اور ایثار علی النفس کے سوائے کچھ اونکے واسطے جمع نکرتے تھے تو ہمارے خیال مین کسی طرح نہین آتا کہ آپنے کسی خیال سے بھی ایسی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو عطا کردی ہو۔ جب ہم آپکی سیرت پر غور کرتے ہین تو آپ کی ساری زندگی مین ہم یہی دیکھتے ہین کہ آپنے توکل اور ایثار علی النفس کا خود اپنی ذات سے ایک عمدہ نمونہ قائم کیا اور اپنے رشتہ دارون اور عزیزون کو بھی اوسکا عمدہ سبق سکھلایا۔ اگر خمس ملا تو اوسمین سے صرف بقدر قوت لایموت کے اپنے اور اپنے عزیزون کے لیے لیکر باقی سب خدا کی راہ مین صرف کردیا۔ اور ملکی مصالح اور جہاد کی ضرورتون مین صرف فرمایا۔ اگر فئے مین سے کوئی جائداد ہاتھ آئی تو اوسکی آمدنی بھی خدا کی ہی راہ مین خرچ کی۔ نہ یہ کہ شیعون کے عقیدے کے مطابق ہم آپ کی سیرت مین یہ پاتے ہون کہ اگر خمس ملا تو وہ بھی اپنے رشتہ دارون کے لیے مخصوص کردیا۔ اگر فئے مین سے بڑی بڑی جائداد ہاتھ آئی تو وہ بھی اپنی ہی پیارون کو دیدی۔ اور ایسے وقت مین جبکہ مصیبت اور تنگی چارون طرف سے مسلمانون کو گھیرے ہوے تھی اور ہر جانب سے الجوع الجوع کی صدا آرہی تھی۔ ایک طرف تو مسلمان بے سواری کے پیادہ پا جہاد کو چلے جاتے تھے۔ دوسری جانب سے اصحاب صفہ اور فقرا اور مساکین پر دو دو روز کے فاقے ہوتے تھے۔ نہ اونکے بدن پر کپڑا تھا کہ ستر عورت کرتے اور نہ اونکے پاس ہتیار تھے کہ جہاد مین شریک ہوتے۔ ایسی حالت مین پیغمبر خدا صلعم اور پیغمبر بھی ایسے پیغمبر جو دنیا کو ترک دنیا کی تعلیم دے رہے ہون اور ایثار علی النفس کا سبق خلق خدا کو سکھا رہے ہون اس فکر مین کہ اونکے رشتہ دارون کو آیندہ تکلیف نہو اور اونکے بچے اونکے بعد

تکلیف نہ اوٹھاوین اور اس خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر اونکے لیے علیحدہ کر دین - ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ یہ باتین آپ کی سیرت مبارک سے کیونکر مطابق ہونگی اور نبوت کی شان اس سے کیونکر ظاہر ہوگی - اور دنیا پر آپ کی نبوت کا عمدہ اثر کیونکر پڑے گا -

اب رہا یہ امر کہ آیا سیرت نبوی وہی تھی جس کا ہمنے نقشہ کھینچا - یہ ایک ایسی بات ہے کہ شیعون اور سنیون کی کتابین اس سے بھری پڑی ہین - اور کوئی بات اسکے خلاف معلوم نہین ہوتی - چنانچہ اور باتون کو جانے دو وہ معاملہ جو خود حضرت فاطمہؓ سے پیش آیا اوسی سے اسکی تصدیق ہوتی ہے - چنانچہ اسکی تصدیق مین ہم چند روایتین لکھتے ہین -

(۱) کتاب قرب الاسناد مین امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ جناب امیر المؤمنینؑ اور حضرت فاطمہؑ پیغمبر خدا صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے کہ گھر کی خدمت باہم انکی تقسیم کر دی جاے - آپنے گھر کے اندر کا کام حضرت فاطمہؓ کے اور باہر کا جناب امیر کے متعلق کیا فقط - اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور باہر کا کام خود دونو حضرات کرتے تھے کوئی خادم یا خادمہ بہت دنون تک مدد دینے کے لیے بھی نہ تھے -

(۲) کتاب علل الشرائع مین حضرت امام حسنؓ سے روایت ہے کہ مین نے اپنی والدہ فاطمہؑ کو دیکھا کہ جمعے کی شب کو محراب مین کھڑی نماز پڑھ رہی ہین اور صبح تک رکوع اور سجود فرماتی رہین - بعد ختم نماز کے آپ نے مومنین و مومنات کے لیے دعا کی تو مین نے کہا کہ اے مادر مہربان آپ اپنے لیے کچھ دعا کیون نہین مانگتین - حضرت سیدہؓ نے جواب دیا کہ یابنی الجار ثم الدار اول ہمسایہ کا کام کرنا چاہیئے پھر اپنا فقط - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت سیدہؓ کو ایثار علی النفس کا درجہ یہان تک حاصل تھا کہ اپنے کام پر ہمسایے کے کام کو مقدم سمجھتی تھین - اور اون کو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھین -

(۳) علل الشرائع مین حضرت امیر المؤمنینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے قبیلۂ بنی سعد کے ایک آدمی سے کہا کہ مین تمھین اپنے اور فاطمہؓ کے حال سے خبر دیتا ہون کہ اونکو پیغمبر خدا صلعم سب سے

زیادہ چاہتے تھے اوراسپر وہ سارا گھر کا کام خود کرتی تھین۔ یہان تک آپنے پانی کے گھڑے اوٹھائے
کہ آپ کے سینہ مبارک پر اوسکا نشان پڑ گیا۔ اور یہان تک چکی پیسی کہ آپ کے دستہاے مبارک کی
کھال سخت پڑ گئی۔ اور یہان تک گھر مین جھاڑو دی کہ آپ کے سب کپڑے غبار آلود ہو جاتے
اور کھانا پکانے کے لیے اسقدر آگ سلگانے کی محنت فرماتین کہ اوسکے دھوئین سے آپکے کپڑے
سیاہ ہو جاتے۔ اسی طرح ہر قسم کی تکلیف آپ اوٹھاتین۔ تب مین نے آپ سے کہا کہ اگر تم اپنے
باپ کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو تو کسی قدر تمھاری یہ تکلیف کم ہو جاے۔ اسپر وہ پیغمبر خدا کی
خدمت مین حاضر ہوئین مگر آپ کو لوگون سے بات چیت کرتے دیکھکر مارے شرم کے واپس چلی آئین۔
حضرت رسولخدا صلعم سمجھ گئے کہ فاطمہ کسی غرض سے آئی تھین اور بے کہے لوٹ گئین۔ دوسرے
دن آپ تشریف لاے اور پوچھا کہ اے فاطمہ کل تم کس غرض سے آئی تھین۔ یہ سنکر مین نے عرض
کیا یا رسول اللہ وہ ایک خادم کے مانگنے کے لیے آئی تھین تاکہ اس محنت اور تکلیف سے جو انکو پانی
بھرنے اور چکی پیسنے اور جھاڑو دینے مین ہوتی ہے کچھ نجات ملے۔ یہ سنکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا مین تم
دونو کو وہ چیز نہ بتادون جو خادم سے تم دونو کے حق مین بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ
اور ۳۳ دفعہ الحمدللہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو اسپر تین دفعہ حضرت فاطمہؑ نے کہا رضیت
عن اللہ ورسولہ کہ مین خدا اور اوسکے رسول سے راضی ہوئی فقط اس روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس محبت کے جو اونھین حضرت فاطمہؑ کے ساتھ
تھی اور باوجود دیکھنے اس تکلیف اور محنت کے جو اونھین گھر کے کام کاج کرنے مین ہوتی تھی
نہین چاہتے تھے کہ مسلمان غریبون اور مسکینون کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کے لیے آسایش کا
سامان مہیا کردین اور ایسے وقت مین جبکہ اور بہت سے ضروری کام درپیش تھے اور مسلمان
مفلس ومحتاج۔ تو آپ اپنی بیٹی کو ایک خادم دیتے۔ شان نبوت یہی تھی اور رسالت کی تصدیق اور
اہل بیت کی عظمت اور آل رسول کے مکارم اخلاق کا ثبوت انھین باتون سے ہوتا ہے۔

(۴) کتاب عیون الاخبار مین حضرت امام زین العابدین سے روایت ہے کہ اسما بنت عمیس کہتی

ہین کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلعم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لاے اور اونکی گردن مین ایک گلوبند سونیکا دیکھا جسے علی بن ابی طالبؑ نے فئے مین سے انکے لیے خریدا تھا۔ تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سیدہؑ سے فرمایا کہ ای فاطمہؑ کیا لوگ نکہین گے کہ فاطمہ محمدؐ کی بیٹی جبابرہ یعنی مغرور امیرون کا سازیور پہنتی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت فاطمہؑ نے اوسی وقت اوسے توڑ دیا اور بیچ ڈالا۔ اور اوس سے ایک غلام خرید کرکے اوسے آزاد کردیا۔ اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے۔

(۵) کافی مین زرارہ امام باقرؑ سے روایت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا صلعم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے۔ مگر سب سے آخر حضرت فاطمہؑ کو الوداع کہتے اور اونھین کے گھر سے سفر کو تشریف لیجاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے حضرت فاطمہؑ کے دیکھنے کو تشریف لاتے۔ ایک وقت ایسا ہوا کہ پیغمبر خدا صلعم کسی سفر پر گئے اور جناب امیرؑ نے فئے سے کچھ حصہ پایا اور اوسے فاطمہؑ کو دیدیا اور پھر خود پیغمبر صلعم سے جاملے۔ جناب امیرؑ کی غیبت مین حضرت فاطمہؑ نے دو کنگن چاندی کے بناے اور ایک پردہ اپنے دروازے پر لٹکایا۔ جب پیغمبر خدا صلعم پھر مدینے مین واپس تشریف لاے اور مسجد سے موافق اپنی عادت کے سیدھے فاطمہؑ کے گھر مین آے فاطمہ خوش خوش آپ کی طرف دوڑین۔ رسول خدا صلعم نے جون ہی آپ کے ہاتھ مین وہ کنگن دیکھے اور دروازے کے پردے پر نظر کی ویسے ہی بغیر اسکے کہ بیٹھین واپس تشریف لیگئے۔ حضرت فاطمہؑ اسے دیکھکر رونے لگین اور سوچین کہ ان چیزون سے پہلے تو رسول خدا صلعم کی یہ عادت نہ تھی اسلیے فوراً پردے کو دروازے سے اوتار لیا اور دونو کنگن ہاتھ سے نکال لیے اور حسنینؑ کو بلاکر ایک کے ہاتھ مین کنگن اور دوسرے کے ہاتھ مین پردہ دیا اور فرمایا کہ اسے پیغمبر خدا صلعم کی خدمت مین لیجاوا ور بعد سلام کے میری طرف سے عرض کرو کہ آپ کے پیچھے ان چیزون کے سوا ہمنے کچھ نہین بنایا ہے اب یہ آپ کی خدمت مین حاضر ہین جو چاہیے کیجیے۔ جب حسنینؑ ان چیزون کو لیکر پہونچے اور اپنی مان کا پیغام ادا کیا

توآپ نے دونون کے منھ چومے اورزانوے مبارک پر بٹھلا لیا اور حکم دیا کہ دونو کنگن چاندی کے توڑ دیے جائین اور پھر اہل صفہ کو جو منجملہ مہاجرین کے تھے اور مسجد نبوی کے حجرے مین بوجہ مسکینیت اورنہونے گھر کے پڑے رہتے تھے بلایا اور اون پر وہ چاندی کے ٹکڑے تقسیم کردیے۔ پھر انھین اصحاب صفہ مین سے ایک آدمی کو کہ ننگا تھا جسکے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کے لیے بھی نہ تھا آگے بلایا اور اوس دروازے کے پردے مین سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اوسے دیدیا اور اسی طرح ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا باندازہ کمر اور ستر عورت کے ایک ایک پارچہ اوس پردے کا عنایت کیا اور پھر آپ نے فرمایا کہ خدا رحمت بھیجے فاطمہؓ پر اور اونکو حلہای جنت عطا کرے بعوض اس بخشش کے جو اونھون نے کی اور بعوض اس پردے کے جس سے چند مسلمانون کی ستر پوشی ہوئی اور جنت کا زیور پہنائے بعوض اون کنگنون کے جو اونھون نے غربا مین تقسیم کیے۔

جسطرح پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو خادمہ کے مانگنے کے بدلے تسبیح سکھائی اور اوسے نعم البدل دنیاوی آرام کا بتایا یہی معاملہ آپ نے اپنے دوسرے عزیز جعفر طیارؓ کے ساتھ بھی کیا اور اوسکا قصہ یہ ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ جو مکے سے حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے آئے۔ اور یہ ایک عمدہ اتفاق تھا کہ اونکا آنا اور خیبر کا فتح ہونا ایک ہی دن ہوا۔ جب پیغمبر خدا صلعم کو خیبر کی فتح اور اوسی کے ساتھ جعفر بن ابی طالبؓ کے آنیکا مژدہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مین نہین سمجھ سکتا کہ ان دونو خوشیون مین سے کسکو ترجیح دون جعفر کے آنے کو یا خیبر کے فتح ہونیکو جب جعفرؓ آپ کے پاس پہونچے آپ نے اوٹھکر اون کو گلے لگایا اور اونکی آنکھون کو چوما اور فرمایا کہ ای جعفر کیا تمھین کچھ ندون اور کیا مین تمھین کچھ عطا کرون۔ جعفرؓ نے کہا ضرور یا رسول اللہ اسپر لوگون نے گمان کیا کہ آپ اونکو سونا چاندی دین گے اور لوگ مشتاق ہوے کہ دیکھین آپ کیا عطا فرماتے ہین۔ تو آپنے فرمایا کہ کیا ای جعفر مین تمکو ایسی نماز نہ سکھاؤن کہ اگر تم اوسے پڑھو اور گو تم جہاد سے بھی بھاگ گئے ہو اور مثل سمندر کی جھاگ کے گناہ ہون تب بھی وہ اوسکے پڑھنے سے بخشدیے جائین۔ حضرت جعفرؓ نے عرض کیا کہ ہان۔ اسپر آپ نے اونکو وہ نماز سکھائی جو جعفر طیارؓ

اگی صلوٰۃ سے مشہور رہے ہے۔ اوسمین چار رکعتین ہین دو سلامون سے۔ جسکی پہلی رکعت مین بعد الحمد کے سورہ زلزال اور دوسری مین بعد الحمد والعادیات تیسری مین سورہ نصر اور چوتھی مین قل ہو اللہ۔ اور بعد قرارت کے ہر رکعت مین پندرہ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ اور ہر رکوع مین اور سجدے سے سر اوٹھانیکے بعد اوسیکو دس مرتبہ پڑھنے کا ارشاد ہے۔

پس کیا کوئی انصاف پسند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس برتاو کو جو آپکا اپنے عزیزون کے ساتھ تھا دیکھکر ایک لحظہ کے لیے بھی یہ خیال کریگا کہ وہ پاک رسول جو دو چاندی کے کنگن اپنی بیٹی کے ہاتھ مین دیکھکر اون کے پاس سے چلے آوین اور اوسکا دیکھنا گوارا نکرین۔ اور وہ دنیا سے نفرت دلانے والا پیغمبر جو اپنے جگر گوشہ کے دروازے پر ایک پردے کا پڑا ہونا دیکھ نہ سکے اور اوسے ناپسند کرے۔ اور وہ زہد و توکل اور ایثار علی النفس کی تعلیم دینے والا باپ جو اپنی بیٹی کے پانی بھرنے کے داغ سینہ پر دیکھکر اور اوسکے مبارک اور پیارے ہاتھ چکی کے پیسنے سے خستہ دیکھنے پر بھی ایک خادمہ سے مدد نکرے۔ اور اپنے بھائی جعفرؓ کے حبشہ سے واپس آنے پر خیبر کی فتح سے کم خوش نہو اور اوس خوشی مین بجاے دراہم و دنانیر دینے کے اونھین خاص نماز کی تعلیم دین اور اوسی کو وہ تمام دنیا کی دولت سے بڑھکر سمجھے۔ اور وہ نبی اپنی اولاد کی بزرگی اور عزت اور فضیلت کے سامان اسی بات مین دیکھے اور اونکو دنیاوی تکالیف سے روحانی آسایش اور روحانی اطمینان حاصل کرنے کے لیے عبادت اور تسبیح سکھاوے۔ اور اوسی کو تمام رنجون اور مصیبتون کا نعم البدل سمجھے۔ اور جو کچھ اوسے ملے وہ فقرا اور مساکین اور خدا کی راہ اور اعلاء کلمۃ اللہ اور ادائے فرائض جہاد وغیرہ مین صرف کرے۔ اوسکی نسبت کوئی یہ گمان کریگا یا اوسکی ایسی پاک ذات سے اس بات کی امید ہوگی کہ وہ ایک ایسی بڑی جاگیر جسکی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدے اور سب کو اون کے حقوق سے محروم کرے۔ لا واللہ لا واللہ لا واللہ ہرگز نہین ہرگز نہین اِنَّ هٰذَا اِلَّا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○

چونکہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ کے متعلق ہم پوری بحث کر چکے۔ اسلیے اب ہم اس سے بحث کرتے ہین کہ آیا فدک حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے قبضے مین تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ غصب کر لیا گیا۔ اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اسکا دعوی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا اور اونسے شہادت مانگی گئی اور وہ رد کی گئی اور فدک اونکو واپس نہ دیا گیا۔ اسکے متعلق حضرات امامیہ کیا ثبوت ہمارے یہان کی روایتون سے پیش کرتے ہین اور خود اونکے یہان اسکے متعلق کیا روایتین بیان کی گئی ہین

کیا فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضے مین تھا

علماے امامیہ اس بات کا دعوی کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلعم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا تو اوسکا ہبہ نامہ بھی لکھدیا اور قبضہ بھی کرا دیا مگر کوئی روایت جس سے ثابت ہو کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہ کا قبضہ تھا سنیون کی کتابون سے پیش نہین کی گئی مجرد دعوی ہی کیا گیا ہے جناب سید مرتضی علم الہدی شافی مین فرماتے ہین کہ صاحب کتاب یعنی قاضی عبدالجبار جو اس بات سے انکار کرتے ہین کہ فدک حضرت سیدہ رض کے قبضے مین تھا ہم اوسکے اس انکار پر کوئی حجت نہین دیکھتے۔ اور گو جیسا وہ کہتے ہین یہ ٹھیک ہے کہ اگر فدک آپ کے قبضے مین ہوتا تو وہ انھین کا سمجھا جاتا لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ اونکے قبضے سے نہین نکال لیا گیا۔ اور جبکہ یہ بات طرق مختلفہ سے ثابت ہے کہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ کے نازل ہونے پر پیغمبر خدا نے آپ کو فدک دیدیا تو بغیر حجت کے اوسکے آپ کے قبضے مین ہونے سے انکار نہین ہو سکتا۔ مگر کوئی ثبوت اس بات کا کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہ کا قبضہ تھا اور اونکی طرف سے کوئی وکیل انتظام کے لیے مامور تھا اور اوسکی آمدنی آپ کے پاس آئی تھی ہمارے یہان کی کتابون سے پیش نہین کیا۔

اور جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی سوائے قیاسی دلیل کے کوئی روایت عماد الاسلام مین بیان نہین فرمائی جو کچھ اونھون نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے المسئلة الثانية ان فدك كانت في يد فاطمة يدل عليه اطباق الامامية ورواياتهم كما عرفت وايضاً يدل عليه انك قد عرفت ان روايات العامة والامامية تدل على ان النبي كان

ماموراً باعطاء فاطمة فدك وكان واجباً عليه ان يرفع يده عنها ويجعلها تحت يد فاطمة وعقد الهبة بدون تسليم فدك لها لا يصح ولا يخرج رسول الله عما في ذمته من اداء امر الله تعالى لان الهبة بدون القبض والتسليم كلاهبة وايضاً يدل عليه ما مر من عبارة علمائهم المسطور في الطرائف وايضاً يدل على كون فدك في يد فاطمة ان استشهد ابوبكر فاطمة على ما ادعته من النحلة فلو لم يكن في يدها لكان الاستشهاد عبثاً لانه معلوم ان الهبة بدون القبض كلاهبة فح كان كافياً لابي بكر ان يقول انك وان كنت صادقة في ذلك لكنك تعلمين ان الهبة بدون القبض لا تفيد بل كان هذا اولى لان في الاستشهاد من بنت رسول الله ورد شهادة امرأتين من اهل الجنة قباحة لا يقدر احد على اخفائها یعنی دوسرا مسئلہ اس بیان مین ہے کہ فدک حضرت فاطمہ رض کے قبضے مین تھا اور اسپر تمام امامیہ متفق اور اونکی روایتین اوسپر شاہد ہین اور نیز یہ بات بھی اوسپر دلالت کرتی ہے کہ سنیون اور شیعون کی روایت سے یہ معلوم ہو چکا کہ پیغمبر مامور تھے کہ حضرت فاطمہ کو فدک عطا کرین اور اون پر واجب تھا کہ اپنا قبضہ اوٹھا کر اوسے فاطمہ کے قبضے مین دیدین کیونکہ عقد ہبہ بغیر اسکے کہ فدک فاطمہ کو تسلیم کر دیا جاوے پورا نہین ہو سکتا تھا اور نہ پیغمبر خدا صلعم تعمیل حکم الٰہی سے بغیر اسکے سبکدوش ہو سکتے تھے اسلیے کہ ہبہ بغیر قبض و تسلیم کے مثل ہبہ نکرنے کے ہے۔ اور سوا اسکے اس بات کے ثبوت مین وہ بھی ہے جو سنیون کے علما کی عبارت سے طرائف مین بیان کیا گیا ہے۔ اور نیز قبضۂ فدک کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ سے شہادت مانگی اگر فدک آپ کے قبضے مین نہوتا تو شہادت کا طلب کرنا عبث ہوتا اسلیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہبہ بغیر قبض کالعدم ہے۔ اور ایسی حالت مین ابوبکر کو یہ کہدینا کافی تھا کہ گو آپ اپنے دعوی مین سچی ہین مگر اتنا تو آپ بھی جانتی ہین کہ ہبہ بغیر قبض کے مفید نہین۔ اور یہ کرنا بہ نسبت طلب اور رد کرنے شہادت کے بہتر تھا فقط اس مین جناب مجتہد صاحب نے کچھ اشارہ طرائف کی طرف کیا ہے مگر وہ کتاب بھی اسوقت ہمارے سامنے ہے اوسمین کوئی روایت بھی ہمارے یہانکی

منقول نہین ہے جس سے فدک پر حضرت فاطمہؑ کے قبضے کا ثبوت ہوتا ہوا اگر کوئی روایت اوسمین ہوتی تو ہم ضرور جہان طرائف کی روایتون کا ذکر ہے وہان اوسے بیان کرتے۔اگر کسی کو شک ہو تو وہ طرائف دیکھے اور کوئی ایک روایت بھی اوسمین سے اسکے متعلق پیش کرے۔

حضرت مجتہد صاحب قبلہ کا کسی روایت کا نقل نکرنا خود ظاہر کرتا ہے کہ کوئی روایت متعلق قبضۂ فدک کے اونھون نے نہین پائی اگر جھوٹی سچی قوی یا ضعیف اصلی یا وضعی کوئی بھی وہ روایت پاتے اوسے نقل کرنے سے نچھوڑتے۔رہا یہ قیاس آپ کا کہ اگر حضرت فاطمہؑ کا قبضہ نکرادیا ہوتا تو عقد ہبہ کیونکر پورا ہوتا کیونکہ بغیر قبضے کے ہبہ کا ہونا نہونا برابر ہے اس بنیاد پر تھا کہ آیۂ وآت ذاالقربی حقہ کے نازل ہونے پر فدک حضرت فاطمہؑ کو دیدیا گیا۔مگر جب ہمنے اوس بنیاد ہی کا باطل ہونا ثابت کردیا تو جو کچھ آپ نے یہ قیاس لگایا تھا وہ بھی باطل ہوگیا اور قبضہ کا نہونا اسوجہ سے ہمارے بیان کا مؤید ہوا اسلیے کہ اگر حقیقت مین آپ نے فدک ہبہ کردیا ہوتا تو ضرور حضرت فاطمہؓ اوسپر قابض ہوتین اور قبضہ ایک ایسی جاگیر پر جسکی آمدنی چالیس یا ستر ہزار دینار کی ہو اور تین چار برس تک حضرت فاطمہؑ اوسپر قابض رہی ہون اور اون کے کارندے اوسپر مامور ہون اور جاگیر کی آمدنی اور غلہ اونکے پاس آتا رہا ہو ایسا معاملہ نہ تھا کہ وہ پوشیدہ رہتا یا کسیکے چھپائے چھپ سکتا۔بلکہ شہادت وغیرہ پیش کرنیکی کوئی ضرورت ہی نہوتی اگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے شہادت طلب فرمائی ہوتی تو اوسکا یہ جواب کافی تھا کہ القبض دلیل الملک اور اسی کو آپ مہاجرین و انصار کے سامنے نہایت مدلل طور پر بیان فرماسکتی تھین کہ خلیفۂ وقت کا ظلم وستم میرے اوپر دیکھو کہ کل تک جس جاگیر پر میرا قبضہ تھا اور جس کا محاصل میرے پاس آتا تھا اوسے انھون نے غصب کرلیا اور میرا قبضہ اوٹھادیا اور اب مجھسے شہادت مانگتے ہین۔کیا قبضے سے بڑھکر کوئی شہادت ہوسکتی ہے۔اور کیا میرا قبضہ کوئی پوشیدہ امر تھا۔کیا آپ کے اس ارشاد سے صحابہ پر اثر نہوتا اور وہ خلیفۂ وقت کے حکم کو ظالمانہ اور جابرانہ نسمجھتے۔اور بالفرض اون سب نے ستانے ہی پر کمر باندھی تھی اور سب اس ظلم کرنے پر آمادہ یا شریک تھے تو آپ کی

حجت تو ختم ہوجاتی۔ جبکہ ایسی بڑی شہادت ہوتی ہوئی آپ نے پیش نہین فرمائی اور قبضے پر زور نہین دیا اور اپنے تصرف کا اظہار نہین فرمایا تو یہ امر خود اس بات کے لیے کافی ہے کہ حقیقت مین قبضہ آپکا فدک پر ہوا ہی نہ تھا اور جب قبضہ نہ تھا تو ہبہ کا ہونا نہونا برابر تھا۔

آیا فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رض کے سامنے کیا یا نہین

جتنی کتابین امامیہ کی ہمنے اوپر بیان کی ہین اون سب پر ہم ایک نظر ڈالتے ہین کہ اونمین متعلق اس دعوی کے حضرات علماے امامیہ نے ہماری طرف سے کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

شافی مین بجواب مغنی کے جو کچھ لکھا گیا ہے اوسکا مضمون زیادہ تر یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رض فدک کے دعوی مین حق پر تھین اور راونکا مانع اور شہادت کا طلب کرنے والا خطا پر۔ کیونکہ بوجہ معصومہ ہونے کے آپ شہادت کی محتاج نہ تھین مجرد آپ کا دعوی ہی کافی تھا اور پھر آپ کی عصمت پر قرآنی شہادت آیہ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا سے پیش کی ہے۔ اور خزیمہ ذوالشہادتین کا قصہ نقل کرکے بہت پردرد تقریر مین اس بات کو بیان کیا ہے کہ کیا حضرت فاطمہ رضا ونسے بھی کم تھین۔ اور کیا سوا ے حق کہنے کے دوسرا شبہ اونکی طرف ہوسکتا تھا۔ مگر کوئی صحیح روایت کہ جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپنے فدک کے ہبہ کا دعوی کیا اور راوسپر شہادت طلب کی گئی پیش نہین فرمائی۔ البتہ دو بے سروپا روایتین پیش کی ہین مگر اونکی نسبت بھی یہ نہین لکھا کہ وہ کس کتاب سے اونھون نے لی ہین۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایتین خود شیعون کی ہین۔

چنانچہ پہلی روایت جو صفحہ ۲۳۳ شافی مطبوعہ ایران مین درج ہے یہ ہے کہ مروی ہے کہ جب امیرالمومنین علی رض نے حضرت فاطمہ رض کی گواہی دی تو ابوبکر نے اونکو فدک دینے کو لکھدیا اور عمر نے اونکے حکم پر اعتراض کرکے اوسکو پھاڑ ڈالا چنانچہ ابراہیم بن محمد ثقفی نے روایت کی ہے

ابراہیم بن میمون سے اور اونسے عیسی بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور عیسی نے اپنے باپ عبد اللہ سے اور عبد اللہ نے اپنے باپ محمد سے اور محمد نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے کہ فاطمہؓ ابو بکر کے پاس آئین اور فرمایا کہ میرے باپنے مجھے فدک دیدیا تھا اور اسکے گواہ علی اور ام ایمن ہین۔ ابو بکر نے کہا کہ آپ بھی تو سچ ہی فرماتی ہین اچھا مین اوسکو آپ کو دیتا ہون اور پھر ایک چمڑیکا کاغذ منگا کر اوسپر لکھدیا۔ وہان سے فاطمہؓ نکلین تو عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے کہا کہ آپ کہان سے آتی ہین آپ نے فرمایا کہ ابو بکر کے پاس سے۔ مین نے اون سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیدیا تھا اور علی اور ام ایمن اسکے گواہ ہین تو ابو بکر نے فدک مجھے دیدیا اور وثیقہ لکھدیا۔ عمر اون سے اوس وثیقہ کو لیکر ابو بکر کے پاس لوٹکر آئے اور کہا کہ تمنے فاطمہؓ کو فدک دیکر وثیقہ بھی لکھدیا ابو بکر نے کہا ہان۔ عمر نے کہا علی تو اپنے ہی لیے چاہتے ہین اور ام ایمن صرف ایک عورت ہے اور وثیقہ پر تھوک کر اوسکو مٹا دیا یہ روایت مختلف طور سے مروی ہے جو شخص معلوم کرنا چاہے وہ دوسری کتابو نمین دیکھے۔ اہل سنت یہ نہین کہسکتے کہ یہ از اخبار احاد ہے۔ اور اگر ہو بھی تو کم سے کم اس کا حال یہ تو ہوگا کہ ظن کے موجب ہوگی اور اپنے خلاف مضمون کے یقینی ہونیکی مانع ہوگی انتہی۔

دوسری روایت عمر بن عبد العزیز کی رد فدک کے متعلق ہے جیسا کہ فرماتے ہین کہ محمد بن زکریا غلابی اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہین اور اونکے شیوخ ابو المقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان سے کہ ہشام کہتے ہین کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوے تو اونھون نے آل فاطمہ پر فدک رد کر دیا۔ اور ابو بکر عمرو بن حزم والی مدینے کو یہ لکھ بھیجا کہ اگر مین تجکو یہ لکھون کہ ایک بکری ذبح کر تو تجھے پوچھنا چاہیے کہ منڈی ہو یا سینگ دار یا یہ لکھون کہ ایک گاے ذبح کر تو تجکو اوسکا رنگ دریافت کرنا چاہیے جب میرا یہ پروانہ تیرے پاس پہونچے تو فدک کو اولاد فاطمہ و علیؑ پر تقسیم کر دے۔ ابو المقدام کہتے ہین کہ بنو امیہ نے اس امر سے عمر بن عبد العزیز پر نہایت شور مچایا اور کہا کہ تمنے شیخین کے فعل کی حقارت کی اور عمر بن صبس ایک لشکر کوفہ کا

لیکر اوپر چڑھ آیا۔ جب لوگون نے بہت غوغا کیا تو عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ تم لوگ کچھ نہین جانتے اور مین جانتا ہون تم کو یاد نہین مجھے یاد ہے مجھسے ابوبکر محمد بن عمرو بن خرم نے اپنے باپ سے اور اونکے باپ نے اونکے دادا سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ میری جگر پارہ ہے جس سے اوسکو رنج پہونچے اوس سے مجکو پہونچتا ہے اور جس شے سے وہ خوش ہون اوس سے مین خوش ہوتا ہون۔ اور فدک ابوبکر و عمر کے زمانے مین کسی کا نہ تھا۔ پھر مروان اوسکا مالک ہوا اور اوسنے اوسکو میرے باپ عبد العزیز کو ہبہ کر دیا پھر اوس کے وارث مین اور میرے بھائی ہوے۔ مین نے اونسے یہ درخواست کی کہ وہ اپنا حصہ میرے ہاتھ فروخت کر دین اون مین سے بعض نے میرے ہاتھ فروخت کر دیا اور بعض نے مجھے ہبہ کر دیا یہان تک کہ مین سب کا مالک ہو گیا۔ اب مین نے بہتر یہ دیکھی کہ مین اسکو اولاد فاطمہ پر رد کر دون۔ اسپر لوگون نے کہا کہ اگر تمنے یہ کیا ہے تو اسکی اصل اپنے قبضے مین رہنے دو اور غلے کو تقسیم کرا دو تو عمر بن عبد العزیز نے یون ہی کر دیا۔

صاحب تلخیص شافی نے بھی انھین دونو روایتون کو بیان کیا ہے مگر اونھون نے بھی منقول عنہ کتاب کا حوالہ نہین دیا جس سے معلوم ہو کہ اونھون نے سنیون کی کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اوران دو روایتون کے نقل کرنے کے بعد بلا حوالہ سند مامون کا قصہ کہ اونھون نے فدک آل فاطمہؑ کو واپس کیا لکھا ہے کما قال ومما یدل علی صحۃ دعوھا النحل و ان ذلک کان معروفا شائعا ما کان من عمر بن عبد العزیز من رد فدک علی ولدھا لما تبین ان الحق کان معھا وکذلک فعل المامون فانہ نصب لھا وکیلا ووکیلا لابی بکر وجلس للقضاء وحکم لھا بذلک ولو لم یکن الامر معروفا معلوما کما فعلوا ذلک مع موضعھم من الخلافۃ وسلطانھم الذی ارادوا حفظ قلوب الرعیۃ وان لا یفعلوا ھا یؤدی الی تنفیرھم ولیس لاحد ھم ان ینکر ذلک ویدفعہ لان الامر فی ذلک اظھر من ان یخفی کہ حضرت فاطمہؓ کے دعوی ہبہ کی صحت پر دلالت کرنی والی

یا تو نمین سے ایک عمر بن عبد العزیز کا قصہ ہے کہ اونھون نے فاطمہ کی اولاد کو فدک واپس کر دیا جبکہ اون پر یہ ثابت ہو گیا کہ فاطمہ حق پر تھین اور اسی طرح مامون نے کیا کہ اونھون نے ایک مجلس قائم کی اور اوسمین ابو بکر و فاطمہ دونو کی طرف سے وکیل مقرر کئے اور خود فیصلہ کیا اور فدک آل فاطمہ کو واپس کیا اگر یہ بات کہ فدک کا دعوی فاطمہ نے کیا ہے مشہور اور معلوم نہوتی تو باوجود خلیفہ ہونے اور صاحب سلطنت ہونیکے وہ کبھی ایسا نکرتے کیونکہ خیال رعایا کے دلون کا اون کو کرنا ضروری تھا۔ اور ایسی بات جس سے وہ شور مچا وین کبھی نکرتے۔ اگر اونکے نزدیک وہ بات حق نہوتی۔ اور اس بات کا کوئی انکار تو کر ہی نہین سکتا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ چھپائے چھپ نہین سکتی۔ (دیکھو صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ ایران)

علامہ حلی نے کتاب کشف الحق مین ایک روایت واقدی کی لکھی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ واقدی اور دوسرے ناقلین اخبار اہل سنت نے روایت اور اخبار صحیحہ مین ذکر کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے جب خیبر کو فتح کیا تو ایک گاؤن یہود کے دیہات سے اپنے لیے خاص کر لیا اور فاطمہ رض کو بحکم خدا دیدیا (جتنا حصہ متعلق ہبہ کے تھا وہ اوپر ہم نقل کر چکے) بعد وفات آنحضرت صلعم کے جب ابو بکر خلیفہ ہوے تو اونھون نے فدک سے فاطمہ کو روکا اسپر حضرت فاطمہ رض نے اوسکی واپسی کا دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے۔ ابو بکر نے اوسکی واپسی سے انکار کیا پھر ابو بکر نے کہا کہ جو آپکے باپ نے آپ کو دیا ہے اوسے مین نہین روک سکتا اور ارادہ کیا کہ اونکو اس کے متعلق سند لکھدین مگر عمر بن خطاب نے اونکو اس سے روکا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہین جس بات کا وہ دعوی کرتی ہین اوسکے لیے اونسے شہادت مانگنی چاہیے اسپر ابو بکر نے شہادت پیش کرنے کا حکم دیا تب حضرت فاطمہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی کے لائین اور اون سب نے شہادت دی۔ تب ابو بکر نے سند لکھدی مگر جب یہ خبر عمر کو پہونچی تو اونھون نے اوس کاغذ کو لیکر مٹا دیا اسپر جناب سیدہ نے قسم کھائی کہ ان دونو سے بات نکرینگی اور ہمیشہ اون سے ناراض رہین۔

دوسری روایت مامون کی لکھی ہے جس مین کسی کتاب یا سند کا حوالہ نہین اور وہ یہ ہے جمع المامون الف نفس من الفقہاء وتناظروا وادی بحثہم الی رد فدک علی العلویین من ولد فاطمۃ علیہم کہ مامون نے ہزار فقیہون کو جمع کیا اور فدک کے متعلق مباحثہ کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک حق فاطمہ کا ثابت ہوا اور مامون نے اوسے فاطمہ کی اولاد کو واپس کر دیا۔

تیسری روایت متعلق قصۂ عمر بن عبدالعزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو ہلال عسکری نے کتاب اخبار الاوائل مین ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اول اون لوگونمین سے ہین جنھون نے فدک فاطمہ کے وارثون کو واپس کیا۔

علامہ فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل مین جو کشف الحق کے جواب مین لکھی ہے ان بے بنیاد قصون کی نسبت یہ جواب دیا ہے واما دعوی فاطمۃ فلم یصح فی الصحاح ویذکرونہا نقلۃ الاخبار من ارباب التواریخ ومجرد نقلہم لا یصیر سببا للقدح فی الخلفاء کہ حضرت فاطمہ کا دعوی کرنا صحاح مین ثابت نہین ہے اور جو کچھ اہل تواریخ اور ناقلان اخبار ذکر کرتے ہین فقط اونکے غلط سلط نقل کر دینے سے خلفا پر الزام عائد نہین ہو سکتا۔ اسکے جواب مین قاضی نور اللہ تستری نے احقاق الحق مین کوئی مستند روایت پیش نہین کی اور دو بے سروپا قول نقل کیے ہین ایک معجم البلدان سے کہ اوسمین فدک کے ذکر مین یہ لکھا ہے وھی التی قالت فاطمۃ ان رسول اللہ نحلنیہا فقال ابوبکر ارید بذلک شہودا ولہا قصۃ کہ فدک وہی ہے جسکے لیے فاطمہ نے دعوی کیا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم نے اونھین ہبہ کر دیا ہے اور جسپر ابوبکر نے کہا تھا کہ اسکے لیے شہادت چاہیے اور اوس کا ایک قصہ ہے۔

دوسرے عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا قصہ۔ مگر اسمین بھی کسی منقول عنہ کتاب یا سند کا ذکر نہین کیا مجملا یون لکھا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اونھون نے

عامل مدینہ کو فدک کے واپس کرنیکو اولاد فاطمہ پر لکھ بھیجا پھر فدک خلافت عمر بن عبد العزیز مین اولاد فاطمہ ہی کے قبضے مین رہا۔ جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اوسنے پھر لے لیا اور پھر بنوامیہ کے ہی قبضے مین رہا یہان تک کہ ابو العباس سفاح خلیفہ ہوا کا اوسنے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو دیدیا اور وہی اوسکے منتظم رہے اور علویونمین اوسکو تقسیم کرتے رہے۔ جب منصور خلیفہ ہوا اور اوسپر اولاد حسن ع نے خروج کیا تو اوسنے اونسے پھر لے لیا۔ پھر جب مہدی بن منصور والی خلافت ہوا تو اوسنے اوسکو اون پر واپس کردیا۔ پھر اوسکو موسی ہادی نے لے لیا اور جو اوسکے بعد خلیفہ ہوے زمانہ مامون تک اسی طرح رہا۔ پھر مامون کے پاس اولاد علی نے آکر اوسکا مطالبہ کیا تو اوسنے حکم دیا کہ یہ ایک وثیقہ پر لکھدیا جاے اور وہ لکھکر مامون کو سنا دیا گیا۔ دعبل شاعر کھڑا ہوا اور اوسنے یہ شعر پڑھا ؎ اصبح وجہ الزمان الخ یعنی آج زمانہ بہت خوش ہے کہ مامون نے بنی ہاشم کو فدک دیدیا۔ اور فدک کے باب مین بہت اختلاف پیغمبر صلعم کی وفات کے بعد راویون کی وجہ سے ہوا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش کے موافق روایت کرتا ہے۔ معجم البلدان کی عبارت یہان تک تھی۔

اور ایک روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا سے لکھی ہے جسمین عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا مختصر ابیان ہے چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ یہ امر خلاف ہے اوس روایت کے بھی جو شیخ جلال الدین سیوطی شافعی نے تاریخ الخلفا مین لکھی ہے کہ ابو بکر و عمر کے زمانہ مین فدک ویسا ہی رہا پھر اوس مین مروان نے قطع و برید کی۔ اور عمر بن عبد العزیز نے فدک بنی ہاشم کو لوٹا دیا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اولاد فاطمہ کو لوٹا دیا انتہی۔

اور سوا اس روایت کے اگرچہ اور کوئی سند جناب قاضی نور اللہ نے پیش نہین کی مگر اجمالا ایک مقام پر لکھا ہے کہ اور بھی بہت طریقون سے ہبہ کے دعوی کی روایتین بیان کی گئی ہین کما قال واما دعوی النحلۃ فقد مر نقلا عن کتاب المعجم وقد روی من عدۃ طرق من طریق غیرہ ایضا۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ فاطمہؑ کا دعوٰی فدک کا ایسا مشہور ہے کہ کتب صحاح مین اوسکی صحت کے طلب کی ضرورت نہین کیونکہ اسکی خبر تمام علما اور جہلا اور عوام وخواص سب کو معلوم ہے اور اب سے پانچسو برس پہلے بعض حکما شعرا نے بھی اسکو مثل مین بیان کیا ہے ؎ ملک بخشاینده درحرمان میمون خدمتت
چون خلافت بی علی بودست بی زہرا فدک مجیب نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ صرف ارباب تواریخ کا نقل کر دینا قدح خلفا کے لیے کافی نہین تو اسمین یہ بات ہے کہ اگر کتب تواریخ مین وہ امور نقلی ہین جو اور کتابون سے بھی ثابت ہوتے ہین تو وہ ضرور ثابت وصحیح ہونگے اور اصول مین یہ مقرر ہو چکا ہے کہ نقلیات مین ایک شخص عادل کی خبر کافی ہوتی ہے اور اگر شہرت اور تواتر معنوی کی حد کو پہونچ جائے تو تعدیل کی بھی ضرورت نہین رہتی مصنف حلی نے یہان صرف واقدی ہی کی روایت سے تمسک نہین کیا بلکہ اورونکی بھی تصریح کی ہے اور اون اخبار کا اشارہ کیا ہے جو خصم کے نزدیک صحیح مانے گئے ہین اور اوسکی تائید اوس مناظرہ سے کی ہے جو ایام مامون مین اس بارہ مین ہزار فقہا کے سامنے ہوا تھا۔ اور اون دو حدیثون سے جو سید الحفاظ اور صدر الائمہ اہل سنت سے مروی ہین اوسکی تکمیل کی ہے۔ مصنف حلی کے ذمہ اسی قدر ہے کہ نقل کی تصحیح کر دین اگر خصم انکار کرے ورنہ خصم کو چاہیے کہ اپنے انکار سے باز آئے۔ انتہی۔ اگرچہ اسمین قاضی نور اللہ صاحب فرماتے ہین کہ مصنف نے اور روایتون کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مگر ہمین تو کوئی روایت کتاب کشف الحق مین نہین ملی سوائے انکے جنکو ہمنے نقل کیا ہے۔ اور نہ قاضی صاحب نے اپنی احقاق الحق مین سوائے مجرد دعوی شہرت کے کوئی روایت یا کوئی سند پیش فرمائی ہے دونون کتابین ایران کے چھاپے کی موجود ہین جو کوئی چاہے دیکھ لے۔

طرائف مین بھی اگرچہ جناب ثقۃ الاسلام نے بہت کچھ قلم کا زور دکھایا اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے مگر کوئی صحیح روایت اور کوئی معتبر سند آپ نے بھی متعلق دعوی

ہبہ فدک کے پیش نہین فرمائی۔ اونکی طرائف مطبوعہ بمبئی مین صفحہ ۷۸ سے تاصفحہ ۸۰ فدک کا بیان ہے۔ مگراوسمین متعلق اس دعوی کے سوائے مامون کے قصے اور عمر بن عبدالعزیز کی حکایت کے ایک روایت بھی درج نہین ہے۔ جس مین یہ لکھا ہو کہ حضرت سیدہ رضنے فدک کا دعوی ابوبکر صدیق رضکے سامنے کیا اور اونھون نے شہادت طلب کی اور اوسے رد کیا۔ صرف معمولی سب وشتم پر کفایت کی ہے۔ اور عوام کے دلونمین شبہ پیدا کرنے کے لیے قوت بیانیہ کا زور دکھایا ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض معصوم تھین اور باوجودیکہ حضرت علی رضنے شہادت دی اور حضرت ام ایمن نے بھی تصدیق کی مگر ابوبکر نے ان سب کو جھوٹا قرار دیا اور اونکے دعوی کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ اپنے جلب منفعت کے لیے حقوق مسلمین کا غصب کرنا چاہتی ہین تاکہ ان باتون کو سنکر لوگ پریشان ہون اور اونکے دلونمین حضرت ابوبکر رض کی طرف سے شبہ پیدا ہو۔ مگر جبکہ نہ دعوی ہبہ کا پیش ہوا نہ شہادت مانگی گئی نہ اوسکی تردید ہوئی بلکہ یہ سب جھوٹی باتین اور بنائی ہوئی کھانیان ہین اور جن علمائے اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے وہ محض علی سبیل التسلیم والفرض ہے تو یہ ساری خوش تقریرین لغو اور فضول ہین۔ اونکا کام تھا کہ اول بنیاد ثابت کرتے اور کوئی ایک بھی صحیح روایت متعلق اس دعوی کے ہمارے یہان سے پیش فرماتے پھر جو دل چاہتا وہ لکھتے۔ اور جو کچھ قلم کا زور دکھانا تھا وہ دکھاتے۔ بے بنیاد باتین اور جھوٹے قصے پر ساری لن ترانیان ہنسنے کے قابل ہین۔

اونکی کتاب طرائف مین جو روایت متعلق قصۂ مامون کے ہے اوسے وہ یون لکھتے ہین کہ عجیب وغریب ماجرا یہ ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض بنت رسول کی بزرگی اور جلالت وطہارت کا اقرار کرتے بھی تھے مگر اون پر طرح طرح کے ظلم وستم کیے اور اونکی اور اونکے باپ کی حرمت کو پامال کیا۔ اور باوجودیکہ حضرت فاطمہ رض کا زنان اہل جنت کی سیدہ ہونے کی تصدیق کرتے تھے مگر اونکو ایذا دی اور طرح طرح سے ستایا چنانچہ اہل تواریخ نے ایک طویل رسالے مین جو مامون خلیفہ عباسی کے حکم سے موسم حج مین لکھا اور پڑھا گیا اس کا بیان کیا ہے۔

صاحب تاریخ عباسی نے اوسے لکھا ہے۔ اور رومی فقیہ صاحب تاریخ نے بھی اون حوادث
مین جو ۲۱۰ھ مین ہوے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اولاد حسنین نے اپنے
قضیے کا مرافعہ خلیفہ مامون کے سامنے اس دعوی سے پیش کیا کہ فدک اور عوالی اونکی والدہ فاطمہؓ
بنت محمدؐ نبی کا تھا۔ ابو بکر نے اونکے قبضے سے اوسکو ناحق لے لیا اب ہم اپنا انصاف اور ظلم
کا انکشاف چاہتے ہین ابی پر مامون نے علما رحجاز و عراق کے دو سو علما کو جمع کیا اور نہایت تاکید
کی کہ اوائے امانت اور اتباع صدق کرین۔ اور ورثۂ فاطمہؓ نے جو قضیہ پیش کیا تھا اونسے
بیان کیا اور پوچھا تمھارے نزدیک اس باب مین کوئی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی باب مین
بہت لوگون نے بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے حدیثین روایت کی ہین کہ
یہ سب اون احادیث کو اپنے نبی محمدؐ تک پہونچاتے ہین کہ جب خیبر فتح ہوگیا تو آپ نے یہود کے
گانوئین سے ایک گاؤن اپنے لیے خاص کر لیا۔ پھر جبریل نازل ہوے اور یہ آیت لاے
وآت ذاالقربی حقہ آپ نے پوچھا کہ ذی القربی کون لوگ ہین اور اونکا حق کیا ہے۔
جبریل نے کہا فاطمہؓ ہین پھر آپ نے فدک اونکو دیدیا۔ اسکے بعد پھر اونکو عوالی دیا۔ اور یہ مستقل طور
پر فاطمہؓ کے پاس رہے۔ یہان تک کہ اونکے والد بزرگوار محمدؐ نے وفات پائی۔ جب ابو بکر سے
بیعت ہوئی تو اونھون نے کہا کہ مین اوس شی کو جسکو تمھارے باپ نے تمکو دی ہے روک
نہین سکتا اور یہ چاہا کہ اونکو ایک وثیقہ لکھدین کہ ابو بکر کو عمر بن خطاب نے ہوشیار کیا اور کہا کہ یہ
ایک عورت ہین انسے گواہ طلب کرو۔ ابو بکر نے حکم دیا کہ گواہ لاؤ۔ تو فاطمہؓ ام ایمن اور اسما بنت
عمیس کو مع علی بن ابی طالبؓ کے گواہ لائین۔ پھر یہ خبر عمر کو پہونچی تو وہ ابو بکر کے پاس آئے۔ اور
ابو بکر نے اس ماجرے کو اون سے کہا کہ ان سبنے گواہی اونکے دعوی کی دی اور فاطمہؓ کے
لیے ایک وثیقہ لکھدیا عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور کہا کہ فاطمہؓ ایک عورت ہین اور علیؓ اوس کے
شوہر ہین اپنا نفع چاہتے ہین اور شہادت دو عورتون کی بے مرد کے درست نہین ہوتی۔
ابو بکر نے اس خبر کو فاطمہؓ سے کہلا بھیجا آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا وہ ہے جسکے سوا کوئی

کوئی معبود نہین کہ ان لوگون نے شہادت حق ادا کی تھی۔ پھر ابو بکر نے کہا کہ شاید آپ سچی ہون لیکن اور گواہ لاؤ جو اپنا نفع بچا ہتا ہو۔ اونھون نے کہا کہ تمنے میرے باپ رسول اللہؐ سے یہ نہین سنا کہ فرماتے تھے کہ اسماء بنت عمیس اور ام ایمن اہل جنت سے ہین دونو نے کہا ہان آپ نے کہا کہ وہ عورتین کہ اہل جنت سے ہون وہ باطل گواہی دے سکتی ہین۔ پھر آپ خفا ہوتی ہوئی گھر کو لوٹ آئین۔ اور اپنے باپ سے پکار کر کہتی تھین کہ میرے باپ نے مجکو یہ خبر دی ہے کہ سب سے اول مین اونسے ملون گی۔ قسم ہے خدا کی کہ مین اسکی شکایت اونسے کرونگی۔ پھر وہ مریض ہو گئین اور علیؑ کو وصیت کی کہ ابو بکر و عمر اونکی نماز نہ پڑھین اور آپ نے اون دونون کو چھوڑ دیا اور اون سے بات نکرتی تھین حتی کہ آپ کا انتقال ہوا۔ اور علی اور عباسؓ نے آپکو رات مین دفن کیا پس مامون نے اوسی مجلس مین اوسی دن اولاد فاطمہؑ کو فدک دیدیا پھر دوسرے روز ایک ہزار علما و فقہا کو بلایا اور اون سے صورت حال بیان کی اور اونکو اللہ کا خوف دلایا اور اون سب نے آپسمین مناظرہ کیا پھر اونکے دو فریق ہوے۔ ایک فریق اونمین یہ کہتا تھا کہ ہمارے نزدیک شوہر اپنا نفع چاہتا ہے تو اوسکی شہادت قبول نہین ہوسکتی لیکن ہم خیال کرتے ہین کہ حلف فاطمہؑ نے اونکے دعوی کو ثابت کردیا تھا مع دو عورتون کی شہادت کے اور ایک فریق یہ کہتا تھا کہ ہم یمین و شہادت پر حکم لازم نہین سمجھتے لیکن زوج کی شہادت جائز ہے اور ہم اوسکو اپنا نفع چاہنے والا نہین خیال کرتے اور اونکی شہادت دو عورتون کی شہادت پر فاطمہؑ کے دعوی کو ثابت کرتی ہے۔ غرض ان دونو فریق کا باوجود اختلاف کے اس امر پر اتفاق تھا کہ فدک و عوالی کا استحقاق فاطمہؑ کو تھا۔ اسکے بعد مامون نے اونسے فضائل علیؑ کو دریافت کیا۔ تو اونھون نے یہان طرفہ جلیل بیان کیا ہے جو رسالۂ مامون مین مذکور ہے۔ اور پھر اونسے فاطمہؑ کا حال دریافت کیا تو اونھون نے اون کے باپ سے اون کے بہت سے فضائل بیان کیے پھر ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کا حال دریافت کیا تو اونھون نے اپنے نبی محمدؐ سے روایت کی کہ یہ دونو اہل جنت سے ہین۔ مامون نے کہا

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جاسے یا اعتقاد کیا جاسے کہ علی بن ابی طالبؓ باوجود ورع وزہد کے فاطمہؑ کے لیے جھوٹی گواہی دین حالانکہ خدا ورسول اونکے فضائل بیان کرتے ہین یا یہ ہوسکتا ہے کہ اونکے علم وفضل کا اعتقاد رکھکر یہ کہا جاسے کہ وہ ایسی شہادت دینے کو تیار ہوجائین جسکا خود حکم نہ جانتے ہون - اور کیا یہ جائز ہوسکتا ہے کہ فاطمہؑ باوجود عبادت وعصمت اور نساء عالمین ونساء اہل جنت کے سیدہ ہونے کے جسکی تم روایت کرتے ہو ایسی شی طلب کرین جو اونکی نہوا ورتمام مسلمانون پر ظلم پسند کرین اور اوسپر اللہ لاالہ الاہو کی قسم کھادین - یا یہ جائز ہے کہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس جھوٹی گواہی دین حالانکہ وہ اہل جنت سے ہون - بیشک فاطمہؑ پر طعن کرنا کتاب اللہ پر طعن کرنا ہے اور دین مین الحاد ہے - کبھی ہونہین سکتا کہ یہ بات اسطرح ہوئی ہو - پھر مامون نے اونسے معارضہ اوس حدیث سے کیا جسکو اونھون نے روایت کیا ہے کہ علیؓ بن ابی طالب نے بعد وفات آنحضرت صلعم کے منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرضہ ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے - تو بہت سے لوگ آپ کے پاس آئے اور اونھون نے جو بیان کیا آپ نے بے گواہ طلب کیے اونکو دیدیا - اور ابوبکر نے بھی اس قسم کی منادی کرائی تو جریر بن عبداللہ نے آکر پیغمبرؐ پر ایک وعدہ کا دعوی کیا اور ابوبکر نے بے گواہی کے اوسکو دیدیا اور پھر جابر بن عبداللہ نے آکر دعوی کیا کہ اونسے پیغمبرؐ نے وعدہ کیا تھا کہ اونکو مال بحرین مین سے ایک تہائی دین گے - جب مال بحرین کا آپ کی وفات کے بعد آیا تو اونکو ابوبکر نے ایک تہائی مال دیدیا - ان دونو نے دعوی بے گواہ کے کیا تھا - عبدالمحمود کہتے ہین کہ اس حدیث کو حمیدی نے الجمع بین الصحیحین افراد مسلم کی نوین حدیث مسند جابر مین ذکر کیا ہے - اور یہ کہ جابر نے کہا کہ مین نے جو اونکا شمار کیا تو پانچ سو تھے تو ابوبکر نے جابر سے کہا کہ اتنے ہی اور لے لو - عبدالمحمود کہتے ہین کہ رسالۂ مامون مین لکھا ہے کہ اس حدیث سے مامون نے نہایت تعجب کیا اور کہا کیا فاطمہؑ اور اون کے گواہ جریر اور جابر پسران عبداللہ کے برابر بھی نہ تھے -

پھر مامون نے اس رسالے کے لکھے جانے کی نہایت تاکید کی اور یہ کہ موسم حج مین علی رؤس الاشہاد پڑھا جائے۔ اور فدک اور عوالی کو محمد بن یحیی بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن الحسن بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے قبضے مین کر دیا کہ اوسمین وہ کاروبار کرتے اور ورثۂ فاطمہ علیہا پر تقسیم کر دیتے۔

عمر بن عبدالعزیز کا قصۂ رد فدک کا ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے اوسی طرح پر لکھا ہے جیسا کہ کشف الحق مین لکھا ہے۔

بحار الانوار مین بھی کوئی روایت معتبر متعلق دعوی ہبۂ فدک ہمارے یہان کی کتابون سے پیش نہین کی گئی۔

عماد الاسلام مین جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی کوئی روایت باسناد صحیح ثبوت مین اس دعوی کے پیش نہین فرمائی۔ آپ نے جو کچھ عماد الاسلام مین ارشاد فرمایا ہے اوسمین ایک روایت تو وہ ہے جس مین مامون کے مباحثہ اور فدک کے رد کا قصہ ہے۔ اور اسے آپ نے طرائف سے بعینہ نقل فرمایا ہے جیسا کہ خود چوتھے فائدے کے پہلے مسئلے مین لکھتے ہین وقال السید علی بن طاؤس فی الطرائف ومن الطرائف العجیبۃ الخ اور پھر آگے چلکر صواعق محرقہ اور جواہر العقیدین سے ایک روایت حافظ ابن شبہ کی نقل کرتے اور فرماتے ہین کہ تیسرا مسئلہ اس بیان مین ہے کہ آیا فاطمہ علیہا نے ہبہ کا دعوی کیا یا نہین اور اس دعوی کی صحت اس سے ہوتی ہے کہ صواعق محرقہ کے دوسرے باب اور اوسی کتاب کے دوسرے حصے کے ساتوین اور پندرھوین ذکر مین اور نیز سید سمہودی کی جواہر العقیدین مین یہ روایت لکھی ہے کہ حافظ ابن شبہ نمیر بن حسان سے روایت کرتے ہین کہ مین نے زید بن علی سے جو امام باقرؑ کے بھائی تھے بارادہ تہجین وتذلیل ابوبکر کے پوچھا کہ ابوبکر نے فاطمہؑ سے فدک چھین لیا تھا تو حضرت زید نے جواب دیا کہ ابوبکر ایک نرم دل آدمی تھے وہ نہین چاہتے تھے کہ کسی چیز مین رسول خدا صلعم کے کچھ تغییر وتبدیل کرین۔

اونکے پاس حضرت فاطمہؑ آئین اور فرمایا کہ رسول اللہ نے فدک مجھے دیدیا ہے۔ ابوبکر نے کہا کیا اسپر تمہارے پاس کوئی گواہ ہے۔ وہ علی کو لائین اونھون نے شہادت دی پھر ام ایمن کو اونھون نے پیش کیا اونھون نے اول تو یہ کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہین دیتے کہ مین اہل جنت سے ہون۔ ابوبکر نے کہا بیشک۔ تب اونھون نے کہا کہ مین گواہی دیتی ہون کہ فدک پیغمبر خدا نے فاطمہؑ کو عطا کیا تھا۔ اسپر ابوبکر نے کہا کیا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعوی ثابت ہوسکتا ہے الی آخر القصہ۔ اسکے آگے کا پورا قصہ بیان نہین کیا اور وہ یہ ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو مین بھی اوسمین وہی حکم دیتا جو ابوبکر نے دیا تھا۔ اور صواعق محرقہ کے باب اول کی پانچوین فصل مین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا دعوی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک اونکو بخشدیا تھا ثابت نہین ہوا اسلیے کہ سوائے علی اور ام ایمن کے وہ اوسپر اور کوئی گواہ نہین لائین۔ اور نصاب شہادت پورا نہین ہوا۔ سوا اسکے علما مین اختلاف ہے کہ زوج کی شہادت زوجہ کے لیے قبول ہوسکتی ہے یا نہین اور یہ گمان اونکا کہ حسنین اور ام کلثوم نے بھی شہادت دی باطل ہے۔ سوا اسکے فرع کی شہادت اور نابالغ کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور شرح مواقف کے چوتھے مقصد مین یہ لکھا ہے کہ اگر یہ بات کہی جائے کہ فاطمہ نے ہبۂ فدک کا دعوی کیا اور علی و حسنینؑ اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے ام ایمن نے شہادت دی اور ابوبکر نے اوسے رد کیا تو اوس کا جواب ہم یہ دین گے کہ شہادت کا نصاب پورا نہین ہوا۔ انتہی۔

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسکے سوا اور کچھ نہین لکھا۔ اور چونکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے یہ دلیل بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے پیش کی تھی کہ فدک میرے قبضے مین تھا۔ امید ہوتی تھی کہ اسکے متعلق جناب ممدوح عماد الاسلام سے بسوط اور مشہور کتاب مین کوئی سند ہمارے یہان سے پیش کرین گے مگر جو کچھ اونھون نے بیان فرمایا اوس سے ثابت ہوگیا کہ اس باب مین کوئی ضعیف اور غیر معتبر روایت نام کے واسطے بھی اونھون نے نہین پائی۔

عماد الاسلام کے بعد طعن الرماح جناب سید محمد صاحب قبلہ کی ایک ایسی کتاب ہے جسکی نسبت
خیال گذر سکتا ہے کہ اوسمین ضرور دعوی ہبۂ فدک کے ثبوت مین کوئی صحیح روایت درج ہوگی
مگر افسوس ہے کہ یہ توقع بھی متوقعین کی اوسکے دیکھنے سے مبدل بریاس ہوتی ہے جناب
ممدوح نے سوائے اعادہ اون تاریخی اخبار کے جو اونکے متقدمین اور والد با جد نے
لکھے ہین یا حوالہ دئیے بعض اوسی قسم کی روایتون اور اقوال کے کوئی ایک خبر یا ایک روایت
بھی باسناد صحیح ایسی پیش نہین فرمائی جس سے اس دعوی کا ثبوت ہوتا۔ اور جسکی وجہ سے
یہ کتاب بقول اونکے ہم مشربون کے لاجواب سمجھی جاتی۔ بہرحال جناب ممدوح نے طعن الرماح
مین جن اقوال اور روایات کو اپنے متقدمین کی کتابون سے نقل کیا ہے اور جو تازہ اقوال خود
پیش کیے ہین اونمین سے ایک روایت تو نمیر بن حسان کی ہے جس مین حضرت زید سے
فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہین۔ کہ ابن حجر در باب ثانی صواعق محرقہ
وسید سمہودی در جواہر العقدین از حافظ ابن شبہ روایت کردہ واللفظ للاخیر عن النمیر بن حسان
قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اہجن ابا بکر الخ۔ اور بعد لکھنے اون الفاظ کے جو عماد الاسلام
مین مذکور ہین آپ فرماتے ہین کہ این روایت صریح ست درین کہ جناب سیدہ نزد ابی بکر آمدہ
دعوی ہبہ فرمودہ واو گواہ وشاہد طلب نمود وجناب باب مدینۃ العلم ونفس رسول وام ایمن کہ
بنا بر حدیث متفق علیہ نبوی مبشر بہ بہشت بود وابوبکر نیز بآن اقرار نمود اداء شہادت کردند پس او
قبول نکرد وگفت از گواہی یک مرد ویک زن ثبوت حق نمی شود۔ انتہی۔

دوسری روایت ابوبکر جوہری کی جناب مجتہد صاحب نے شرح نہج البلاغت
ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ وایضا ابوبکر جوہری کہ کینت شریفش شاہد
عدل بنصب وتسنن اوست روایت کردہ قالت فاطمۃ ان ام ایمن تشھد ان رسول اللّٰہ
اعطانی فدک فقال لھا یا ابنت رسول اللّٰہ واللّٰہ ما خلق اللّٰہ خلقا احب الی من
رسول اللّٰہ ابیک ولوددت ان السماء تقع علی الارض یوم مات ابوک الی ان قال ان ھذا المال

لم یکن للنبی انما کان مال من اموال المسلمین یحمل به الرجال وینفقه فی سبیل الله فلما توفی رسول الله ولیته کما کان یلیه قالت والله لا کلمتک ابدا قال لا اهجرتک ابدا قالت والله لادعون الله علیک قال والله لادعون الله لک فلما حضرتها الوفاة اوصت ان لا یصلی علیها فدفنت لیلا انتهی علی ما نقله ابن ابی الحدید یعنی ابو بکر جوہری نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہین کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیا تھا۔ تو ابو بکر نے اونسے کہا کہ ای بنت رسول اللہ مین قسم کھا کر کہتا ہون کہ اسکی کوئی مخلوق میرے نزدیک تمھارے باپ رسول اللہ سے زیادہ محبوب نہین۔ اور مین بہت چاہتا رہا کہ جس روز تمھارے باپ نے انتقال فرمایا کہ آسمان زمین پر گر پڑے یہان تک کہ ابو بکر نے کہا کہ یہ مال خاص پیغمبرؐ کا نہ تھا بلکہ مسلمانون کا ہے۔ آپ اس مال سے لوگون کو جہاد کا سامان دیتے اور راہ خدا مین صرف فرماتے۔ اب رسول اللہ نے وفات فرمائی تو مین بھی اسمین اوسی طرح کرونگا جسطرح آپ کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی مین تمسے کبھی بات نکرونگی۔ ابو بکر نے کہا کہ مین کبھی تمکو نہ چھوڑونگا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ مین اللہ سے تمھارے لیے بد دعا کرونگی ابو بکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ مین تمھارے لیے دعا کرونگا۔ جب حضرت فاطمہؑ کی وفات قریب پہونچی تو اونھون نے وصیت فرمائی کہ ابو بکر اونکی نماز نہ پڑھین اسلیے وہ شب مین دفن کردی گئین انتہی۔

تیسرے مجتہد صاحب نے عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا ذکر ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے کیا ہے اور اسمین اونھین باتون کو نقل فرمایا ہے جنکو اونکے والد ماجد نے عماد الاسلام مین اور قاضی نور اللہ تستری نے بیان فرمایا ہے

چوتھے خلیفہ مامون کی مجلس قائم کرنے اور فدک واپس دینے کی روایت جو طرائف مین منقول ہے اور طرائف سے عماد الاسلام مین نقل کی گئی پھر نقل در نقل کی ہے صرف یہ

تصرف کیاہے کہ بجاے عربی عبارت کے اوسکا ترجمہ فارسی مین کردیا ہے۔

پانچوین وہ روایت معارج النبوت کی جناب مجتہد صاحب نے نقل کی ہے جو عماد الاسلام مین بیان کی گئی ہے جسمین ذکر ہے کہ پیغمبر خدا نے فدک کی سند حضرت فاطمہؑ کو لکھدی تھی اور یہ وہی وثیقہ تھا کہ بعد وفات آنحضرتؐ کے حضرت فاطمہؑ نے ابوبکرؓ کے سامنے پیش کیا اور اوسے یون لکھا ہے کہ وایضا در روضۃ الصفا وہم در کتاب معارج النبوت کہ مشہور بسیر ملامعین ہروی است از مقصد اقصی نقل کردہ کہ بعضی می گویند الخ (باقی عبارت وہی ہے جو عماد الاسلام سے آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی بحث مین ہم پہلے نقل کر چکے)۔

چھٹے ملل ونحل شہرستانی کا بھی حوالہ ہے کہ شہرستانی در ملل ونحل گفتہ الخلاف الثالث فی امر فدک والتوارث عن النبی ودعوی فاطمۃ علی نبینا وعلیہا السلام وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری حتی دفعت عن ذالک بالروایۃ المشہورۃ عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کہ تیسرا خلاف امر فدک مین ہے اور پیغمبر خدا کی وراثت مین اور فاطمہؑ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتا کیا اور کبھی ملکیت کا اور اوس سے وہ محروم کی گئین اس حدیث کی بنیاد پر کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ پیغمبرون کے ہین ہمارا کوئی وارث نہین ہوتا جو ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہے۔

ساتوین مواقف اور شرح مواقف کا اس دعوی کی تائید مین حوالہ دیا ہے اور جو کچھ عماد الاسلام مین لکھا تھا اوسے نقل کردیا ہے۔

آٹھوین امام رازی کی نہایۃ العقول کی سند پیش کی ہے اور عماد الاسلام سے جو کہ نہایۃ العقول کے جواب مین لکھی گئی ہے عبارت نقل کی ہے۔ وہو ہذہ۔ الفائدۃ الرابعۃ فیما یتعلق بنحلۃ النبی قال الرازی مجیبا عما ذکرہ من قبل الامامیۃ ثانیا منعہا فدکا بانہ لو وجب علیہ تصدیقہا فی ہذہ الدعوی لکان ذلک اما لما یذکرونہ من وجوب عصمتہا وقد سبق الکلام علیہ او للبینۃ لکن البینۃ الشرعیۃ ما کانت حاصلۃ

لایقال فیلزم ان تکون طالبۃ عن ذلک من غیر بینۃ وذلک لایلیق بہا لانا نقول لعلہا کانت تذہب الی ان الحکم بالشاہد الواحد والیمین جائز کما ذہب الیہ بعضہم وان ابابکر ما کان یذہب الی ذلک اس کا مطلب یہ ہے کہ چوتھا فائدہ آنحضرت صلعم کے ہبہ کرنے کے بیان مین ہے۔ امام رازی جواب مین اوس سوال کے جو امامیہ کی طرف سے بیان کیا تھا کہتے ہین کہ دوسری یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو فدک سے روکا گیا اور یہ اسطرح ہے کہ اگر حضرت فاطمہؑ کی اس دعوی مین تصدیق ابوبکرؓ پر واجب ہوتی تو یا اس خیال سے جیسا کہ شیعہ کہتے ہین کہ آپ معصومہ تھین اور عصمت کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے یا اس خیال سے کہ شہادت گذری لیکن شرعی شہادت حاصل نہین ہوئی۔ اور یہ نہین کہا جا سکتا کہ آپ بغیر شاہد کے طلب کرتی تھین کیونکہ یہ آپ کی شان کے مناسب نہین ہے اسیلئے کہ شاید آپ کی رائے یہ ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر حکم دینا کافی ہے جیسا کہ بعضون کی رائے ہے اور ابوبکرؓ کی یہ رائے نہ تھی۔

تشئید المطاعن مین جناب مولانا سید محمد قلی صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ کے جواب مین پچیس کتابون سے اس سند کے پیش کرنے کا دعوی کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ اما انچہ گفتہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست۔ پس مردود است بانیکہ انکار وجود این دعوی و شہادت در کتب اہل سنت ناشی از کمال عناد و عصبیت ست زیرا کہ این دعوی در کتب کثیرہ از کتب معتمدہ و اسفار معتبرۂ ایشان مذکور ست مثل تصانیف[۱] عمر بن شبہ۔ و مجد[۲] مورخ۔ و ابوبکر جوہری[۳]۔ و مغنی[۴] قاضی القضاۃ۔ و ملل و نحل شہرستانی[۵]۔ و کتاب[۶] الموافقۃ ابن سمان۔ و معجم البلدان[۷] یاقوت حموی۔ و محلی[۸] ابن حزم و نہایۃ[۹] العقول۔ و تفسیر کبیر مسمی[۱۰] بمفاتیح الغیب۔ و ریاض[۱۱] النضرہ۔ و کتاب[۱۲] الاکتفا۔ و فصل[۱۳] الخطاب۔ و مواقف۔ و شرح[۱۴] مواقف

وجواہر العقدین۔ ووفاء الوفا۔ وخلاصۃ الوفا۔ ہرسہ از سید سمہودی۔ وحاشیہ صلاح الدین رومی برشرح عقائد نسفی از تفتازانی۔ وصواعق محرقہ۔ وبراہین قاطعہ۔ ومقصد اقصی۔ ومعارج النبوت وحبیب السیر۔ وروضۃ الصفا۔ ودر بسیاری ازین کتب وقوع این شہادت ہم برین دعوی مذکور ست۔ یہ لکھکر پھر اپنے دعوی کے ثبوت مین ہر ایک کتاب کی عبارت لکھی ہے۔ اگرچہ صاحب تشئید المطاعن نے پچیس کتابون کے نام لکھدیے مگر حقیقت مین انمین سے کسی ایک کتاب مین بھی ایک روایت ایسی نہین ہے جو صحیح ہوا ور بسلسلہ اسناد بیان کی گئی ہو۔ اس مین اکثر کتابین تو وہی ہین جنکا ذکر عماد الاسلام اور طعن الرماح مین ہے۔ اور وہی عبارتین ہین جو اونمین نقل کی گئی ہین اور بعض کتابین جنکا ذکر اونمین نہین ہے اونمین نہ کسی روایت کا بیان ہے نہ سوا ے نام گنانے کے اوس سے کچھ حاصل ہے چنانچہ عمر بن شبہ مین سے خود اونکی کسی تصنیف کا نام نہین لکھا نہ اوسمین سے کوئی عبارت نقل کی ہے بلکہ جواہر العقدین مین جو روایت حافظ عمر بن شبہ سے منقول ہے اوسی کو آپ نے لکھا ہے۔ اور سید نور الدین سمہودی کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفے سے اوسے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ تشئید المطاعن صفحہ ۲۳۰ اور ۲۳۱ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ وہ روایت ہے جسمین حضرت زید شہید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے۔ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید مین ابوبکر جوہری سے بھی وہی روایت زید بن علی کی منقول ہے۔ اور مجد مورخ کی تصانیف کا جو ذکر ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ اونکی کسی خاص کتاب کا نہ آپ نے نام لکھا ہے نہ اوس سے عبارت نقل کی ہے بلکہ کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفے مین جو سید نور الدین سمہودی کی تصنیف ہے اوس سے یہ نقل کیا ہے ذکر المجد فی ترجمۃ فدک ما یقتضے ان الذی دفعہ عمر الی علی وعباس ووقعت الخصومۃ فیہ ہو فدک فانہ قال فیہا وہی التی کانت فاطمۃ ادعت ان رسول اللہ صلعم اعطاہا فقال ابوبکر ارید بذلک شہود افشہد لہا علی فطلب لہا شاہد الآخر فشہدت لہا ام ایمن فقال علمت یا بضعۃ

رسول الله انه لا یجوز الا بشهادة رجل وامرأتين فانصرفت ثم ادی اجتهاد عمر الی ردها لما ولی وفتحت الفتوح وکان علی یقول ان النبی جعلها فی حیاته لفاطمة وکان العباس یابی ذلك فکانا یختصمان الی عمر فابی ان یحکم بینهما ویقول انتما اعرف بشانکما یعنی مجدد نے ترجمۂ فدک مین بیان کیا ہے کہ مراد فدک سے وہی ہے جسکو حضرت عمرؓ نے حضرات علیؓ وعباسؓ کو دیا تھا اور جسمین ان دونوکا جھگڑا ہوا تھا اسلیے کہ مجدد نے فدک کا حال یہ بیان کیا ہے کہ فدک وہ ہے جسکا دعوی فاطمہؓ نے کیا تھا کہ رسول اللہ نے اونکو دیا تھا اور ابو بکر نے کہا تھا کہ میرے سامنے اسکے گواہ پیش کرو۔ اول حضرت علیؓ نے گواہی دی۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے گواہی دی۔ ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ ای جگر پارۂ رسول تم جانتی ہو کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے حق ثابت نہین ہوتا اوسکے لیے ایک مرد اور دو عورتین ہونا چاہیین حضرت فاطمہؓ یہ سنکر چلی گئین۔ جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور فتوحات بہت ہونے لگے تو اونکی رائے اسکے لوٹا دینے کے لیے قرار پائی۔ حضرت علی تو یہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا صلعم نے اسکو اپنی حیات مین فاطمہؓ کو دیدیا تھا اور حضرت عباس اس سے انکار کرتے تھے۔ پھر ان دونو حضرات نے اس جھگڑے کو حضرت عمر کے سامنے پیش کیا تو وانھون نے اونمین کچھ حکم کرنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ تم دونو اپنے معاملات آپ ہی خوب جانتے ہو۔ اور کتاب الموافقۃ ابن السمان کا اگرچہ نام لکھا ہے مگر اوسکی عبارت خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے نقل کی ہے اور وہ یہ ہے وقال ای ابن السمان فی کتاب الموافقة فی ذکر فاطمة وابی بکر جاءت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدك فان رسول الله وهبها لی فقال صدقت یا بنت رسول الله ولکنی رایت رسول الله یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها قوتکم فما تصنعین بها قالت افعل فیها کما کان یفعل فیها ابی رسول الله یعنی ابن سمان کتاب الموافقۃ مین جہان ذکر فاطمہؓ

اور ابو بکر کا کیا ہے یہ کہتے ہین کہ حضرت فاطمہ رضؓ نے ابو بکر صدیق رضؓ کے پاس آکر یہ کہا کہ مجکو فدک دید وکہ وہ مجھے رسول اللہ نے ہبہ کر دیا تھا۔ ابو بکر رضؓ نے جواب دیا کہ ای دختر رسول تم سچ کہتی ہو لیکن مین نے رسول اللہ کو اس مین سے تقسیم کرتے ہوے اور فقرا او رمساکین اور مسافر کو دیتے ہوے دیکھا ہے اور پہلے اس مین سے تمھاری قوت تمکو دیدیا کرتے تھے تو تم اسکو کیا کرو گی فاطمہ رضؓ نے کہا کہ مین بھی اسمین وہی کرونگی جو میرے باپ رسول اللہ کیا کرتے تھے۔

اور حاشیہ صلاح الدین رومی سے جو شرح عقائد پر ہے یہ عبارت نقل کی ہے ومن منع الارث وفدك بالنحلة وقع بين فاطمة وابی بكر بغض وتشاجر ولم تتكلم مع مدة حياتها اور تفسیر کبیر سے یہ پیش کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہین فلما مات صلعم ادعت فاطمة انه صلعم كان نحلها فدك فقال ابو بكر انت اعز الناس على فقرا واحبهم الى غنى لكنی لا اعرف صحة قولك ولا يجوز ان احكم بذلك فشهد لها ام ايمن ومولى رسول الله فطلب منها ابو بكر الشاهد الذی يجوز قبول شهادته فی الشرع فلم يكن فاجری ابو بكر ذلك على ما كان يجريه رسول الله صلعم وينفق منه على من كان ينفق عليه رسول الله ويجعل ما يبقى فی السلاح والكراع یعنی جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو فاطمہ رضؓ نے یہ دعوی کیا کہ آپ نے فدک مجھے دیدیا تھا۔ ابو بکر رضؓ نے کہا کہ فقر و مسکنت کو تمھارے لیے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہون اور غنی و تونگری کو تمھارے لیے سب سے زیادہ چاہتا ہون لیکن آپ کے قول کی صحت کو مین نہین جانتا اور نہ مجھے یہ جائز ہے کہ مین اس طرح پر کوئی حکم دے سکون پھر ام ایمن اور ایک غلام رسول اللہ صلعم نے فاطمہ رضؓ کے دعوی کی گواہی دی تو ابو بکر صدیق رضؓ نے اونسے اور گواہ طلب کیا جسکی شہادت شرع مین قبول ہو سکے تو اور گواہ نملا۔ تو اونھون نے فدک کے باب مین وہی حکم جاری رکھا جو رسول اللہ اوس مین رکھا کرتے تھے اور اونھین لوگون پر خرچ کرتے جنپر رسول اللہ صلعم

خرچ کیا کرتے تھے اور جو کچھ بچتا اوسکو سلاح و ہتیار وغیرہ مین خرچ کرتے۔

اور ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی کی کتاب الاکتفا سے وہی روایت زید بن علی کی نقل کی ہے جو ابن شبہ سے دوسری کتابون مین نقل کی گئی ہے۔

اور ابن حزم اندلسی کی کتاب محلی سے یہ روایت نقل کی ہے روے ان علی بن ابی طالب شهد لفاطمة عند ابی بکر الصدیق ومعه ام ایمن فقال ابوبکر لو شهد معک رجل او امرأة اخری لقضیت بها بذلک اور ریاض النضره سے محب طبری کی یہ روایت نقل کی ہے وعن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیه قال جاءت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وهبها لی قال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکنی رایت رسول اللہ یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها قوتکم فما تصنعین بها اور اسکے بعد اسی کتاب سے زید بن علی کا وہ قول نقل کیا ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا۔ اور طبقات کبری سے بھی ایک روایت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے اخبرنا محمد بن عمر ثنا هشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیه قالت (فاطمة) جاءتنی ام ایمن فاخبرتنی انه اعطانی فدک کا کہ حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ ام ایمن میرے پاس آئین اور اونھون نے کہا کہ آنحضرت نے مجھے فدک عطا کیا ہے۔

ان کتابون کے سوا لمعة البیضا اور بحر الجواہر اور ناسخ التواریخ اور کفایة الموحدین مین کوئی اور روایت منقول نہین ہے جسکو ہم بیان کرین حالانکہ ان کتابون مین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔

الحاصل جو روایتین اور اقوال ہمنے اوپر بیان کیے اور جن کے سوا ہمنے کوئی اور قول اس دعوی کے ثبوت مین نہین پایا اگر تجزیہ کی جائین تو وہ تین قسم کی معلوم ہوتی ہین

ایک وہ جن مین راویون کے نام جیسا کہ روایت اور خبر کا قاعدہ ہے منقول ہین دوسرے وہ کہ جن مین تاریخی واقعات کے طور پر جیسا کہ مورخین کا قاعدہ ہے بلا سند اس دعوی کا ذکر ہے تیسرے وہ کہ ضمناً کسی اعتراض کے جواب مین یا کسی بیان کے ذیل مین اس دعوی کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم چوتھے مقدمہ مین اس کتاب کے بیان کر چکے ہین ایسے معاملات کی شہادت مین وہی روایت پیش کیجا سکتی ہے جو بقاعدۂ احادیث اور اخبار کے بیان کی گئی ہو اور جسکی صحت بعد تنقیح اور رعایت اون اصول کے جو اخبار کی صحت کے لیے فریقین مین قرار دیے گئے ہین پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہو۔ مگر وہ اقوال اور قصے جو بغیر سند کسی روایت کے تاریخ کی کتابون یا دوسری تصنیفات مین لکھے گئے ہون جنکا نہ ماخذ معلوم ہو نہ جسکی سند بیان کی گئی ہو اس قابل نہین ہوتے کہ ایسے مباحث مین اون پر کچھ بھی توجہ کیجاے گو وہ کتابین کیسے ہی مشہور اور نامور شخص کی تصنیفات سے ہون۔ اسلیے کہ جو واقعہ تیرہ سو برس پہلے گذرا ہو اوسکی صحت قیاس سے تو ہو نہین سکتی نہ کسی کا مجرد قول اوسپر یقین کرنیکے لیے کافی ہے۔ وہ تو از قسم اخبار ہے اور خبر مین جھوٹ اور سچ دونو کا احتمال ہوتا ہے۔ اسلیے اوسکے سچ ثابت کرنیکے لیے ضرور ہے کہ اوسکے بیان کرنیوالونکا سلسلہ موجود ہو یعنی اوس روایت کو جسطرح ہر ایک راوی نے دوسرے شخص سے سنا ہے سلسلہ وار بیان کرے اور وہ سلسلہ اوس حد تک پہونچ جاے جسپر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور جس سے رویت یا سماعت اپنی بیان کی ہو اور پھر یہ بھی شرط ہے کہ راوی بھی ایسے ہون جنپر بھروسہ ہو اور جنکی سچائی اور دیانت داری پر اطمینان۔ اگر ایسا سلسلہ موجود بھی ہو مگر راوی ایسے ہون کہ جنکے حالات سے کچھ اچھی طرح آگاہی نہو یا ایسے ہون کہ جو مسائل مذہبی مین مختلف تھے اور جنپر یہ شبہ ہو کہ اپنے مذہب کی حمایت مین اونھون نے کوئی روایت پیش کردی ہوگی یا ایسے راوی ہون جنکی طبیعت تنکی اور وہمی تھی یا حافظہ کے ضعیف یا مجہول تو اونکی روایتین پایۂ اعتبار سے ساقط ہین۔ اور اگر اونمین کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹا یا حدیثون کا بنانے والا بیان کیا گیا ہو تو اوسکی روایت تو جھوٹی ہی سمجھی جائیگی۔

اور جس خبر مین رواۃ کا سلسلہ متصل نہو بلکہ منقطع ہو تو وہ روایت شہادت سے خارج کرنے کے لائق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہین کہ مشہور اور نامور علماے امامیہ نے جو روایتین اور اقوال دعویٰ ہبہ کے ثبوت مین پیش کئے ہین اور جن سے اپنی تصنیفات کا حجم بڑھایا ہے اوسمین ایک روایت بھی قسم اول کی نہین ہے۔ اور اسیلیے ایک بھی اونمین سے ایسے بڑے دعوی کی شہادت مین نہ پیش کرنے کے لائق ہے اور نہ سماعت اور قبول کے قابل

اب ہم اون روایتون اور اقوال سے جو اوپر بیان کیے گئے بحث کرتے ہین

اون روایات اور اقوال مین سے وہ روایتین جن مین کچھ بھی راویون کے نام بیان کیے گئے ہین اور جنکو ہمنے قسم اول مین داخل کیا ہے چھ ہین۔

ایک[۱] وہ روایت ہے جو شافی مین بیان کی گئی ہے اور جسکو ابراہیم بن محمد ثقفی نے ابراہیم بن میمون سے اور اوںھون نے عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور اونھون نے اپنے باپ سے اور اونھون نے اپنے دادا سے اور اونھون نے اپنے پردادا سے نقل کی ہے جس مین یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبہ کا دعوی کیا اور ابو بکر صدیقؓ نے اونھین سند بھی لکھدی مگر عمر فاروقؓ نے اوسے چاک کر دیا۔

دوسری[۲]۔ جو شافی مین عمر بن عبدالعزیزؒ کے رد فدک کے متعلق بیان کی ہے جسکو محمد بن زکریا غلابی نے اپنے شیوخ سے اور اونھون نے ابو المقدام ہشام بن زیاد سے روایت کیا ہے۔

تیسری[۳]۔ وہ روایت ہے جو طرائف مین واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن ولید سے بیان کی گئی ہے جس مین خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک آل فاطمہ پر رد کرنیکا بیان ہے

چوتھی[۴]۔ وہ روایت جو جواہر العقدین سید سمہودی اور صواعق محرقہ کے باب دوم اور

کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ اور کتاب خلاصۃ الوفا اور کتاب ریاض النضرہ محب طبری اور شرح
نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے بیان کی گئی ہے اور جسکو حافظ ابن شبہ نے روایت کیا ہے
اور جسمین زید بن علی سے فدک کے متعلق سوال کرنے اور اونکے جواب دینے کا ذکر ہے۔
پانچوئین۔ روایت ریاض النضرہ کی ہے جو عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے
روایت کی ہے اور جسکو صاحب تشئید المطاعن نے نقل کیا ہے جسمین یہ بیان ہے کہ حضرت
سیدہؑ نے ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ پیغمبر خداؐ نے اون کو فدک عطا کیا تھا۔
چھٹی۔ وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن مین طبقات کبریٰ سے نقل کی ہے اور جسکو محمد بن
عمر نے ہشام بن سعد سے اور اونھون نے زید بن اسلم سے اور اونھون نے اپنے باپ سے
بیان کی ہے۔ اور جس مین یہ بیان ہے کہ جناب سیدہؑ مع امیر المومنینؑ کے ابو بکرؓ کے پاس
آئین اور اول اپنے میراث کا اور آخر مین ہبہ کا دعویٰ کیا اور فرمایا کہ ام ایمن نے مجھسے کہا تھا
کہ رسول خداؐ نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے۔

یہ چھ روایتین ہین جو بعد حذف تکرار اور نقل در نقل کے شیعون کی کتابون مین بیان کی گئی
ہین اور جنمین مسلسل یا منقطع سلسلہ راویون کا بیان کیا گیا ہے۔ اب ہم ہر ایک روایت کی حقیقت کہ وہ
کہان تک اعتبار کے لائق ہے بیان کرتے اور اس بات کو دکھاتے ہین کہ انمین سے ایک
روایت بھی ایسی نہین ہے جو ذرا بھی توجہ کے لائق ہو یا جسکے جھوٹ ہونے مین کچھ بھی شبہ ہو۔
پہلی روایت کی نسبت اول تو یہی معلوم نہین کہ شافی مین کس کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ روایت
سنیون کی ہے یا شیعون کی۔ لیکن اگر فرض کیا جاے کہ یہ سنیون کی کسی کتاب سے لی گئی ہے
تب بھی بلحاظ راویون کے اعتبار کے لائق نہین ہے بلکہ شیعون کی روایت ہے۔ اسلیے کہ
ابراہیم بن محمد ثقفی مجہولین سے ہین اور اونکی کوئی حدیث صحیح نہین ہے میزان الاعتدال
مین اونکی نسبت لکھا ہے ابراهیم بن محمد الثقفی قال ابن ابی حاتم هو مجهول وقال البخاری لم یصح حدیثہ

اور انھون نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے۔ اور ابراہیم بن میمون کا حال ہم ذکر ہبۂ فدک اور شان نزول آیہ وآت ذاالقربی حقہ مین جہان کنزالعمال کی روایت سے جو عماد الاسلام مین ہے بحث کی ہے لکھ چکے ہین کہ وہ اجلاے شیعہ سے ہین اور منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو معتبر کتاب شیعون کی ہے اونکی نسبت لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادق ؑ کے معتمد علیہ تھے اور سب متفق ہین کہ وہ قابل اعتماد ہین۔

اور ابراہیم بن میمون نے عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے عیسی بن عبداللہ کی نسبت میزان الاعتدال مین ہے قال الدارقطنی متروك الحدیث وقال ابن حبان یروی عن اباٸہ اشیاء موضوعۃ کہ دارقطنی کہتے ہین کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ وہ اپنے باپ دادا سے احادیث موضوع روایت کرتا ہے۔ پس کیا اسمین شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایت شیعون کی نہین ہے یا کوئی بھی اسے روایت سنیون کی کہ سکتا ہے۔ جسکے راوی باقرار علماے امامیہ اجلاے شیعہ سے ہون اور جنکی نسبت اونکی اسماء الرجال کی کتاب مین لکھا ہو وھو معتمد علیہ وفاقا للجمع دوسری روایت جو شافی مین منقول ہے اوسکے اول راوی محمد بن زکریا غلابی ہین اور یہ ضعیف اور حدیث کے وضع کرنے والون مین سے ہین جیساکہ میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے وھو ضعیف وقال الدارقطنی یضع الحدیث۔

اور انھون نے ابوالمقدام ہشام بن زیاد سے روایت کی ہے۔ جنکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے ھشام بن زیاد ابوالمقدام البصری ضعفہ احمد وغیرہ قال النساٸی متروك وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات وقال ابوداود کان غیر ثقۃ وقال البخاری یتکلمون فیہ کہ امام احمد وغیرہ نے انکو ضعیفون مین لکھا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہین۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ یہ موضوع حدیثین ثقات کے نام سے روایت کرتے ہین اور ابوداود کہتے ہین کہ یہ ثقہ

نہین ہین - اور بخاری نے کہا کہ لوگ انکی نسبت کلام کرتے ہین - انتہی - جب ایسے ضعیف اور متروک الحدیث بلکہ حدیث بنا کے ثقات کی طرف منسوب کرنے والے راوی ہون تو اوس حدیث کے جھوٹ اور غیر صحیح ہونے کی بالفرض اگر کوئی تصریح نکرے تاہم اوسکی صحت کیونکر مانی جاسکتی ہے اور راونکی خبر کسطرح شہادت مین پیش ہوسکتی ہے - اور اگر یہ روایت ثابت بھی ہوتی اور صحیح بھی تب بھی اس مین کوئی ایسی بات نہین ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبۂ فدک کا دعوی کیا تھا البتہ یہ ضمناً نکلتا ہے کہ جو کچھ شیخین رضنے کیا وہ ٹھیک نہ تھا - اور اسی وجہ سے صاحب شافی نے اس روایت کو کچھ بہت قوی دلیلون مین سے ثبوت مین دعوی ہبۂ فدک کے خیال نہین کیا - اسلئے کہ قاضی عبدالجبار نے مغنی مین لکھا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز کا فعل یعنی فدک آل فاطمہؑ پر رد کرنا ہبۂ فدک کے دعوی کو ثابت نہین کرتا اسلیے کہ اونکے فعل سے یہ بات نہین ثابت ہوتی کہ عمر بن عبدالعزیز نے اوسے علی سبیل النحل یعنی ہبہ کے طور پر رد کیا ہو بلکہ اونھون نے وہی عمل کیا جو عمر بن خطاب رضنے کیا تھا کہ حضرت امیرالمومنین رض کے ہاتھ مین دیدیا تھا تاکہ وہ اوسکے غلے کو اوسی موقع پر صرف کرین جہان پیغمبر خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایسا ہی ایک مدت تک جناب امیرالمومنین رضنے کیا پھر حضرت عمر رضنے اپنی خلافت کے اخیر سال مین واپس لے لیا - اسی طرح سے عمر بن عبدالعزیز نے بھی کیا اور اگر ثابت بھی ہو کہ عمر بن عبدالعزیز نے خلاف سلف کے کیا تو اونکا فعل قابل سند نہو گا - اسکے جواب مین جناب علم الہدی شافی مین لکھتے ہین کہ اول تو ہم عمر بن عبدالعزیز کے فعل پر کسی طرح سے بھی حجت نہین کرتے کیونکہ اونکا فعل کچھ حجت نہین ہے - اور اگر ہم اس قسم کی باتون سے احتجاج کرین اور اسی طرح کی حجتین اور دلیلین لاوین تو ہم مامون کے فعل کو بھی پیش کرسکتے ہین کیونکہ خلیفہ مامون نے بھی ایک مجلس قائم کرکے اور مباحثہ کراکے فدک کو واپس کیا تھا - سوائے اسکے صاحب مغنی عمر بن عبدالعزیز کے اوس فعل کا انکار کرتے ہین جو کہ اہل نقل مین بلا اختلاف معروف ومشہور ہے فقط - اور اسپر اونھون نے روایت محمد بن زکریا غلابی کی پیش کی ہے -

جس سے ہم بحث کر رہے ہین۔

اسی قصے کو عمر بن عبد العزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح اور تشئید المطاعن مین بھی نقل کیا ہے اور اون تمام روایتون کا ماحصل بھی صرف یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے فدک آل فاطمہ کو رد کر دیا اوس سے کہین یہ نہین ثابت ہوتا کہ فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے کیا تھا اسیلیے یہ جتنی روایتین پیش کی گئی ہین وہ کچھ بھی مفید مطلب کے نہین ہین بلکہ برخلاف اسکے جیسا کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے مشکوۃ سے بروایت ابو داؤد لکھا ہے عمر بن عبد العزیز کا آل مروان کو جمع کر کے یہ کہنا ثابت ہوتا ہے کہ جس امر سے رسول اللہ نے فاطمہؓ کو منع کیا تھا مین کیا اوسکا مستحق ہوسکتا ہون اسیلیے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوسکو اوسی حال پر لوٹاتا ہون جس حال پر کہ وہ رسول اللہ اور ابو بکر و عمرؓ کے زمانے مین تھا۔ چنانچہ اصل روایت متعلق اسکے تحفہ مین منقول ہے من شاء فلیرجع الیہ۔

تیسری روایت جو طرائف مین واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن الولید سے نقل کی گئی ہے اور جس مین خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک کے مقدمہ مین بحث کرنے اور آخر کار ایک رسالہ لکھکر موسم حج مین شائع کرنیکا ذکر ہے وہ بھی سراپا جھوٹی اور شیعو نکی بنائی ہوئی ہے۔ اسیلیے کہ اسکے راوی واقدی اور بشر بن غیاث ہین جنمین سے ہر ایک کا حال ہم اوپر آیہ وات ذا القربی حقہ کی بحث مین لکھ چکے ہین کہ واقدی کذابین اور واضعین حدیث مین سے ہین۔ اور بشر بن غیاث زنادقہ مین سے ہے۔ اور اسی روایت کو عماد الاسلام مین مولانا دلدار علی صاحب نے طرائف سے نقل کیا ہے اور مجتہد سید محمد صاحب نے طعن الرماح مین اوسکا ترجمہ لکھا ہے اور ان دونو مجتہدون سے افسوس ہے کہ ایسے کاذبین اور واضعین حدیث اور زندیقین کی روایتین پیش کر کے اپنے دعوی کو ثابت کرنا چاہتے ہین اور اونکی روایتون کو اہل سنت کے اخبار صحاح مین سے بیان کرتے ہین۔ اور اسکا سبب صرف یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح تو دعوی ہبہ کے

متعلق ہے نہین اسلیے اس قسم کی جھوٹی اور بنائی ہوئی باتون کو جو جھوٹون اور حدیث کے بنانیوالون اور زندیقون نے اسلام مین رخنہ ڈالنے کے لیے مشہور کر رکھی تھین طرح طرح سے پیش کرتی ہین کبھی کچھ سند کا حوالہ دیکر کبھی کسی کتاب کا نام لیکر کبھی کسی تاریخ سے نقل فرما کر۔ مگر اونکا جھوٹ کسی طرح چھپ نہین سکتا اور جس رنگ مین وہ اوسے دکھائین اصلی جلوہ نظر آجاتا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش کہ من آن جلوۂ قدمی شناسم

چوتھی روایت وہ ہے جو جواہر العقدین سید سمہودی وغیرہ سے نقل کی گئی ہے اور جس کو حافظ عمر بن شبہ نے نمیر بن حسان سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت پوری عماد الاسلام سے ہم اوپر نقل کر چکے ہین۔ اسمین دو راویون کے نام لکھے ہین ایک عمر بن شبہ دوسرے نمیر بن حسان باقی راویون کے نام مذکور نہین ہین۔ دیگر راویون کے نام یا سید سمہودی نے چھوڑ دیے ہون یا حضرات مجتہدین نے نقل کرنے مین تخفیف فرمائی ہو۔ مگر پتا چلانے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا اصلی ماخذ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید کی ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے اوسے ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے اور وہ اصلی روایت یہ ہے کہ ابن ابی الحدید فرماتے ہین قال ابو بکر اخبرنا ابو زید قال ثنا محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا البختری (غالباً نمیر ہوگا) بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اھجن امر ابی بکر ان ابابکر انتزع فدک من فاطمة فقال ان ابابکر الخ باقی عبارت وہ ہے جو عماد الاسلام مین نقل کی گئی ہے اور جسکے آخر الفاظ جو اونھون نے چھوڑ دیے تھے اوسے ہمنے اوسکے بعد نقل کر دیے ہین۔ اس روایت مین اتنی باتین غور طلب ہین اول تو ابن ابی الحدید اسکے ناقل ہین اور وہ خود معتزلی اور شیعی ہین گو شیعون نے اونکو علماے اہل سنت سے بیان کیا ہے۔ اور غرض اوس سے یہ ہے کہ لوگون کو دھوکا ہو اور اونھین علماے اہل سنت سے سمجھکر اونکی بیان کی ہوئی روایتون سے لوگ شبہ مین پڑین مگر معتزلی ہونا اونکا تو ایسا کھلا ہوا ہے کہ اوس سے کوئی انکار ہی

نہین کرسکتا اور اونکے شیعہ ہونے یا کم سے کم شیعون کے سے عقائد رکھنے پر اونکی کتاب شرح نہج البلاغت
شاہد ہے۔ دوسرے اس روایت کو ابن ابی الحدید نے ابو بکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب
سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے۔ اور یہ کتاب کہ آیا ابو بکر جوہری کی ہے یا نہین یا کوئی کتاب اس نام کی
ہے بھی یا نہین خود معرض بحث مین ہے اور سوا ابن ابی الحدید کے کسی اور مشہور عالم نے
نہ اوسکا ذکر کیا ہے نہ کسی مشہور کتاب مین اوس سے کچھ لیا گیا ہے اسلیے ایسی گمنام کتاب کی
روایت کب قابل اعتنا اور لائق توجہ ہے۔ ہمکو اس روایت کے پیش کرنے پر نہایت تعجب آتا ہے
کیونکہ مولانا دلدار علی صاحب نے معراج السالکین کی روایت پیش کرنے سے مولانا شاہ عبد العزیز
صاحب مرحوم پر نہایت غصہ ظاہر فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ تا حال نام این کتاب بگوش کسی از شیعیان نرسیدہ
وبکتاب مجہول کہ مصنف آن نیز مجہول ست احتجاج و استدلال نتوان نمود چہ مستبعد ست کہ نام کتاب
را خود ش بدروغ ساختہ باشد پس در مقابلہ آن اگر کسی بگوید کہ در اعوجاج السالکین شخصے از مردم
بخارا نوشتہ کہ ابو بکر اعتراف بکفر خود کردہ می تواند گفت و بالفرض اگر کتابی مسمی باین اسم از کتب شیعہ
بودہ باشد و این روایت دران مندرج پس از کجا معلوم شد کہ نقل از کتب اہل سنت نکردہ باشد
و این ناصب و خواجہ او نہ دیدہ یا دیدہ و دانستہ غدر و فریب تاسیا بامامیہ الغاوین ننمودہ باشند
انتہی۔ صفحہ ۵۲ صوارم۔ اور سید محمد صاحب نے طعن الرماح مین خطبہ بنت ابی جہل کی روایت
کی نسبت سید مرتضی علم الہدی کے کلام کو نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہین ھذا الخبر باطل
موضوع غیر معروف ولا ثابت عند اھل النقل وانما ذکرہ الکرابیسی طاعنا
به علی امیر المومنین ومعارضا بذکرہ لبعض شیعته من الاخبار فی
اعدائه وھیھات ان یشتبه الحق بالباطل بعد از ان کلامی کہ فرمودہ است
محصل آن این ست کہ اگر امری دیگر درین روایت نبودہ باشد پس ہمین کہ راوی آن کرابیسی است و او
معلن بعداوت اہل بیت و ناصبی شقی بودہ کافی ست در توہین و تکذیب آن۔ صفحہ ۹۳ طعن الرماح۔
ہم امید کرتے ہین کہ حضرات شیعہ جو کچھ ان دو مجتہدون نے فرمایا اوسی کو ہماری طرف سے سمجھین گے

اور یہ تبدیل الفاظ ہمارے اس کہنے کو گوش دل سے سنکر اوسے تسلیم کرین گے۔ اور ایسی روایتون
کے جھوٹے ہونے مین شبہ نفرمائین گے۔ تیسرے ابو بکر جوہری نے بیان کیا ہے کہ اونھون نے
یہ روایت ابو زید سے لی ہے۔ اور ابو زید کنیت ہے عمر بن شبہ کی جیسا کہ تقریب مین بیان
کیا گیا ہے "عمر بن شبہ بن عبیدہ بن زید النمیری ابو زید" اور گو عمر بن شبہ معتبرین
سے ہین مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت مین ابو بکر جوہری نے جو روایت انسے بیان کی ہے
اور ابو بکر جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے وہ جعل سے خالی ہے تذکرۃ
الحفاظ ذہبی مین جہان عمر بن شبہ بن عبیدہ سے روایت سننے والونکا نام ہے وہان ابو بکر جوہری
کا نام ہم اون مشاہیر مین سے نہین پاتے جنھون نے عمر بن شبہ سے سنا تھا جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ
مین ذہبی لکھتے ہین عمر بن شبّہ بن عبیدۃ الحافظ العلامۃ الاخباری ابو زید
التمیری البصری صاحب التصانیف عن یوسف بن عطیۃ الی قولہ وعنہ
ابن ماجۃ وابن صاعد والمحاملی ومحمد بن احمد الاثرم ومحمد بن
مخلد وخلق فقط اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر جوہری نے گو حافظ عمر بن شبہ سے سنا ہو مگر وہ
مشاہیر مین سے نہین ہین اور اسی لیے ابو بکر جوہری کا مستقل ترجمہ اور اونکا حال ہمنے کسی کتاب
مین نہین دیکھا البتہ ابو الفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی نے جوہری سے روایتین کین ہین اور اوس
مین جوہری کی روایتین عمر بن شبہ بلکہ صرف اونھین سے پائی جاتی ہین مگر اونکو مشاہیر محدثین اور
ائمہ مین سے کہنا سراسر غلط ہے۔ اور ابو الفرج اصفہانی شیعہ تھا اور علماے شیعہ نے باوجود زیدیہ
ہونے کے اوسے علماے شیعہ مین شمار کیا ہے جیسا کہ مرزا محمد باقر بن حاجی زین العابدین موسوی
نے جنکو زبدۃ المجتہدین اور حجۃ الاسلام والمسلمین کہا گیا ہے اپنی کتاب روضات الجنات فی
احوال العلماء والسادات کے صفحہ ۴۷۲ مطبوع ایران ۱۳۰۶ھ ہجری مین اس طور پر
لکھا ہے۔ علی بن الحسین ابو الفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی۔ ذکرہ مولانا العلامۃ الحلی
فی خلاصتہ فی القسم الثانی فقال انہ شیعی زیدی واوردہ صاحب الآمل ایضا فی عداد علماء الشیعۃ

وکان عالما روی عن کثیر من العلماء وکان شیعیا خبیرا بالاغانی والآثار والاحادیث المشہورۃ والمناکر
انتہی وکان اشتہار تشیعہ بین جماعۃ من صحابنا من جہتہ مداناۃ مذہب الشیعۃ مع الزیدیۃ ومشارکتہما
فی القول بان الامامۃ غیر خارجۃ عن الفاطمیۃ۔ چوتھے ابو زید نے اسکو محمد بن عبد اللہ بن
الزبیر سے روایت کیا ہے اور یہ حضرت شیعہ تھے جیسا کہ میزان الاعتدال مین لکھا ہے محمد
بن عبد اللہ بن الزبیر قال العجلی کوفی ثقۃ یتشیع وقال ابو حاتم لہ اوھام اور
اونھون نے فضیل بن مرزوق سے روایت کی ہے۔ اور فضیل بن مرزوق کا حال ہم بحث آیہ
وآت ذالقربی حقہ مین مفصل لکھ چکے ہین کہ وہ پکے شیعہ تھے۔ اور انھون نے نمیر بن حسان
سے روایت کی ہے۔ مگر اسمین غلطی معلوم ہوتی ہے خواہ وہ چھاپے کی ہو یا نقل کی۔ اسیلیے کہ
عماد الاسلام اور طعن الرماح مین انکا نام نمیر بن حسان لکھا ہے اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید
مین البختری بن حسان۔ مگر ہمکو ان دونو نامونمین سے کوئی نام تقریب اور تہذیب اور تذہیب
اور میزان الاعتدال مین نہین ملا۔ بہرحال اگر اور تمام راوی ثقہ اور صدوق بھی ہوتے مگر جبکہ اس
روایت مین فضیل بن مرزوق داخل ہین تو یہ روایت بجز اسکے کہ یہ روایت شیعونکی سمجھی جاے
اور کچھ نہین خیال کیجا سکتی۔ اگر سارے سلسلہ مین ایک راوی بھی جھوٹا اور متہم اور مخالف العقیدہ
ہو تو ساری روایت باطل اور جھوٹی سمجھی جاتی ہے۔ اور علاوہ اسکے اخیر راوی اسکے خواہ نمیر
بن حسان ہون یا بختری بن حسان خود اونکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب بڑے کٹے
شیعہ اور دشمن صحابہ تھے اسیلیے کہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے زید بن علی سے پوچھا کہ میری
خواہش یہ تھی کہ اس سے ابو بکرؓ کے فعل پر عیب لگاؤن۔ اور اونکی برائی کرون۔ اسیلیے کہ اسنے
اہجن کا لفظ استعمال کیا ہے اور تہجین کے معنی منتہی الارب مین ہین زشت وعیب ناک گردانیدن
اور قاموس مین ہے الھجنۃ من الکلام مایعیبہ والھجین اللئیم والتہجین التقبیح
پانچوین روایت جو تشئید المطاعن مین ریاض النضرہ سے نقل کی ہے اوسکے راوی عبد اللہ
بن ابو بکر بن عمرو بن حزم ہین اور اونھون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اسمین اس روایت کا

نہ سرہے نہ دُم اسلیے کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ عبداللہ بن ابی بکر سے کس نے یہ روایت کی ہے
اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی بکر کے باپ نے کس سے اس روایت کو سنا ہے جبتک
کہ پوری روایت اور تمام راوی بیان نکیے جائین اس قسم کی روایتون پر اعتبار نہین ہوسکتا۔
چھٹی وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن مین طبقات کبیر سے نقل کی ہے اوسکے راوی محمد بن
عمر ہین اور اونھون نے ہشام بن سعد سے اور ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے اور اونھون
نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اسمین راوی اول محمد بن عمر ہین اور یہ وہ ہین
جو واقدی کے نام سے مشہور ہین اسلیے کہ یہی ہشام بن سعد ہین او ہشام بن سعد زید بن اسلم سے
روایت کرتے ہین جیسا کہ میزان الاعتدال مین لکھا ہے۔ اور واقدی کا حال اور اونکے تمام صفات
ہم اوپر آیہ وآت ذا القربی حقہ کی بحث مین مفصل لکھ چکے ہین کہ وہ حدیثون کے بنانے والونمین سے
ہین۔ اور کسی بات مین اونکی کوئی روایت حدیث یا انساب یا کسی چیز مین بھی قابل اعتبار نہین
ہے۔ اور ایسے متروک الحدیث ہین کہ تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی نے اونکی نسبت لم اسق
ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ کہکر اونکا ترجمہ نہین لکھا۔ دوسرے راوی ہشام
بن سعد ہین انکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے کان یحیی بن القطان لایحدث
عنہ وقال النسائی ضعیف اور تقریب مین لکھا ہے لہ اوھام ورمی بالتشیع
اور تہذیب مین ہے قال ابو حاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ

قسم اول کی روایتون کا حال اب ہم بیان کر چکے اور اونکے راویون کا غیر معتبر اور جھوٹا
ہونا ثابت کر دیا۔ اور اسلیے ان روایتون پر وہ مقولہ صادق آتا ہے جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
نے فرمایا ہے کہ خبر غیر صحیح چون گوز شترست۔ اب باقی رہین اور اقسام کی روایتین اونکی نسبت
اگرچہ ہمکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ ہم یہ تفصیل چوتھے مقدمہ مین اس کتاب کے
بیان کر چکے ہین کہ ایسے واقعات کے متعلق کسی کی رائے یا کسی کا قیاس یا کسی کا بیان اوس واقعہ
کی صحت اور تصدیق کے لیے کافی نہین ہے گو اوسکا بیان کرنے والا کسی فن کا امام ہوا ور

گو وہ بڑا مشہور عالم اور کسی خاص علم مین بڑا ماہر اور نامی ہو- ان واقعات کی تصدیق کے لیے روایت متصل السند اور صحیح السند ہونی چاہیے- اگر ہزار عالم غلطی یا بی خبری یا ناواقفیت یا بے خیالی سے کسی واقعہ کا اس طور پر ذکر کرین کہ اوس سے اوس واقعہ کی تصدیق بظاہر پائی جاتی ہو تو واقعہ کی تصدیق کے لیے کچھ مفید نہین ہے- بیش ازین نیست کہ یہ خیال کیا جاے کہ اوس عالم نے اس خبر کی تحقیق اور تنقیح نہین کی اور بغیر غور اور تحقیق کے اوسے لکھدیا- خصوصاً متکلمین کہ جو اعتراضون کے جواب دینے مین بہت کچھ راے اور قیاس کو دخل دیتے ہین اور جواب دینکے خیال مین پڑجاتے ہین اور علی سبیل التسلیم والفرض جواب دینے لگتے ہین جس سے مخالفین کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ روایت صحیح ہے اور ایسے شبہ کو دھوکا دینے کے لیے پرزور تقریرون مین ظاہر کرتے ہین یہی حال اون اقوال کا ہے جو علماے امامیہ نے اس باب مین نقل کیے ہین- اور نہونا مسلسل روایت کا اوسکے عدم صحت کے ثبوت مین کافی ہے- مگر ہم اپنی کتاب کے ناظرین کے اطمینان کے لیے اون اقوال سے بھی بحث کرتے ہین تاکہ یا ناقلین کی بے اعتباری یا اونکی علم واقفیت یا اونکا فن حدیث سے ماہر نہونا معلوم ہو جاے کہ یہی وجوہ ہین جن سے اس قسم کی روایتین کتابون مین درج ہوگئین اور علماے امامیہ کو عوام کے مغالطے مین ڈالنے کا موقع ملا-

اس قسم کی روایتین شافی سے لیکر طعن الرماح کے زمانے تک جو کچھ بیان کی گئی ہین وہ اوپر ہم نقل کرچکے- اب ہم اونکا مختصر حال لکھتے ہین وہ روایتین یہ ہین-

(۱) واقدی کی روایت جو علامۂ حلی نے کتاب کشف الحق مین نقل کی ہے اور جسکا یہ خلاصہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کے دعوی پر اونہین سند لکھدینے کا ارادہ کیا مگر حضرت عمر رضؓ مانع ہوے-

(۲) معجم البلدان کی روایت جسکو احقاق الحق مین بیان کیا ہے- اور جسمین خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا حال ہے-

(۳) روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا کی ہے جو احقاق الحق مین نقل کی گئی ہے اور جسمین عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا ذکر ہے۔

(۴) ابوبکر جوہری کی روایت شرح نہج البلاغت سے جسمین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے ابوبکر صدیق رض سے کہا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہین کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا۔

(۵) صواعق محرقہ کی روایت متعلق دعوی ہبہ کے ہے جسکو عماد الاسلام اور طعن الرماح اور تشئید المطاعن مین نقل کیا ہے۔

(۶) ملل و نحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر کی روایت ہے جسمین دعوی ہبہ کا بیان ہے۔

(۷) معارج النبوت اور مقصد اقصی اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا کی روایت ہے۔

اب ان روایتونکا حال سنیے کہ واقدی کی روایت محتاج بیان نہین۔ واقدی کا حال اس تفصیل سے ہم لکھ چکے ہین کہ ہر شخص اوسکی روایت کو جھوٹی سمجھیگا اور اوس روایت کے پیش کرنے والے پر تعجب کریگا۔

معجم البلدان کی روایت جس مین عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا ذکر ہے اوسکی پوری بحث ہم طرائف کی روایت مین کر چکے ہین اور مامون کے رد فدک کی حقیقت ہمنے تفصیل سے اس طرح پر بیان کر دی کہ اوسکے غلط ہونے مین یقینا کسیکو شبہ نرہے گا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا مین متعلق فدک صرف ایک روایت ہے احوال عمر بن عبد العزیز مین حاصل اوسکا یہ ہے کہ مغیرہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بنی مروان سے کہا کہ فدک آنحضرت صلعم کا تھا اوس سے بنی ہاشم کے بچون کی اور بیواؤن کی اعانت کرتے تھے فاطمہ رض نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہین دیا۔ اوسیطرح ابوبکر و عمر کے زمانے مین۔ مروان نے اوسکو جاگیر بنا لیا پس تم لوگ گواہ رہو کہ مین فدک کو اوسطرح کرتا ہون جیساکہ زمانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین تھا انتہی ملخصا۔

چونکہ تاریخ الخلفا مین سوا اس ایک روایت کے اور کوئی روایت متعلق فدک نہین ہے۔ اور یہ روایت صریح بتا رہی ہے کہ فاطمہ رض نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہین دیا۔ اور فدک کی آمدنی آنحضرت صلعم جس مصرف مین صرف فرماتے تھے شیخین رض بھی اوسی مصرف مین اوسے خرچ کرتے تھے جس سے ہبۂ فدک و دعوی ہبۂ فدک بیخ و بن سے منہدم ہوگیا۔ لہذا ہبۂ فدک یا دعوی ہبۂ فدک پر تاریخ الخلفا سے سند پیش کرنیکی نسبت سوائے اسکے کیا کہا جائے کہ یہ ارباب علم بلکہ اصحاب حیا کی شان سے بعید ہے۔ علاوہ اسکے تاریخ الخلفا مین بیان حال یا غیر صحیح روایت نہ لکھنے کا التزام نہین ہے لہذا بجز ناقد بصیر اہل حق کے دوسرا کوئی اوس سے استدلال نہین کر سکتا ہے۔

ابو بکر جوہری کی روایت جو شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح مین نقل کی ہے اوسمین جناب مجتہد صاحب نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہے تاکہ دیکھنے والے کو کوئی موقع روایت کی اصلیت دریافت کرنے کا نملے مگر اصل کتاب یعنی شرح نہج البلاغت پر رجوع کرنے سے معلوم ہوا کہ اوسکے راوی ہشام بن محمد کلبی ہین اور اونھون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جیسا کہ شرح نہج البلاغت جلد دوم مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۹ مین اصل روایت یون لکھی ہے قال ابوبکر و روی ھشام بن محمد عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان ام ایمن تشھد لی الخ (باقی عبارت وہ ہے جو طعن الرماح سے اوپر ہم نقل کر چکے) اور ہشام بن محمد کلبی کے خطاب سے مشہور ہین اور اونکے باپ بھی اسی لقب سے معروف۔ اور یہ باپ بیٹے نہایت کٹے شیعہ اور جھوٹے اور غیر مستند تھے چنانچہ انکے باپ کا حال جو ابو ہشام کلبی سے بھی مشہور ہین بحث آیہ و آت ذا القربی حقہ مین اوپر ہم لکھ چکے ہین انکی روایت کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت زرارہ اور احول اور مومن الطاق کی روایتونکا پیش کرنا۔ اگر زرارہ اور احول کی روایتین سنیون پر حجت ہو سکتی ہون تو ہشام بن محمد کلبی اور ابو ہشام محمد بن السائب کلبی یعنی ان باپ بیٹون کی روایتین بھی ثبوت مین پیش کیجا سکتی ہین۔

صواعق محرقہ کی ایک روایت تو وہ بیان کی گئی ہے جسمین زید بن علی سے سوال کرنے اور اونکے جواب دینے کا ذکر ہے اوسکی حقیقت ہم اوپر بیان کر چکے۔ دوسرے ایک مقام پر اونھون نے ہبہ کے دعوی کا یہ جواب دیا ہے کہ نصاب شہادت نہین تھا۔ اسمین صاحب صواعق محرقہ نے ہبہ کے دعوی کی روایت سے بحث نہین کی صرف علی سبیل التسلیم والفرض اوسکا جواب دیا ہے۔ اور یہ عادت متکلمین کی ہے۔ اسمین اونھون نے یہ نہین بیان کیا کہ یہ روایت صحیح ہے جسطرح کہ اونھون نے اوسکی تکذیب بھی نہین کی غایت مافی الباب یہ ہے کہ اونھون نے اس روایت کی اصلیت نہین تحقیق کی اور اسطور پر جواب دیا ہے جس سے ضمنا اس دعوی کے پیش کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ امر اس بات کو ثابت نہین کرتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح ہو۔ روایت کی تصحیح تو روایت کے بیان اور راویون کی تنقیح پر منحصر ہے۔ اور ہم اوپر نہایت مدلل طور پر اصل روایت کی تکذیب ثابت کر چکے۔

ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف کے قولون کو نقل کرنے سے سوائے کتاب کے حجم بڑھانے کے اور کچھ فائدہ نہین۔ اسلیے کہ ملل ونحل مین شہرستانی نے کسی روایت کا بیان نہین کیا صرف یہ دو لفظ لکھے ہین کہ تیسرا اختلاف امر فدک مین ہے اور پیغمبر خدا صلعم کے ارث مین اور فاطمہؓ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتا کیا اور کبھی ملکیت کا پس یہ دو لفظ کہ تارۃ وراثتا و تملیکا اخری یہ کچھ اصل روایت کو ثابت نہین کرتے۔ بلکہ غور کرنے سے تملیکا اخری کے الفاظ بھی مشتبہ معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ اگر خلاف تھا تو توریث مین یعنی اس مسئلہ مین کہ آیا پیغمبر خدا صلعم کے متروکہ مین میراث جاری ہو سکتی ہے یا نہین۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ نہین تھا کہ کوئی شخص اپنی ملکیت پر قابض رہ سکتا ہے یا نہین اسلیے اس موقع پر الفاظ دعوی فاطمۃ وراثۃ و تملیکا اخری مہمل اور بے معنی ہین۔ سوائے اسکے جو دلیل بیان کی ہے حتی دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ اوس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجہ دعوی کے شنے جانیکی حدیث نحن معاشر الانبیا ہے۔ اور یہ متعلق بمیراث ہے نہ متعلق بہبہ و تملیک۔ تملیکا اخری کے دعوی کے ثابت کرنے کے لیے یہ بھی لکھنا ضرور تھا کہ اسوجہ سے یہ دعوی نہ سنا گیا کہ شہادت پوری نہین ہوئی۔ بہرحال ہر ایک غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ

الفاظ ہی مہمل اور بے معنی ہین - علاوہ برین ملل ونحل کے لکھنے والے شہرستانی اون بزرگو نمین سے ہین جو خود عقائد مین متہم ہین جیساکہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ مین لکھا ہے بل یمیل الشہرستانی کثیرا الی اشیاء من امورھم بل یذکر احیانا اشیاء من کلام الاسماعیلیۃ الباطنیۃ منہم ویوجھہ ولھذا اتھمہ بعض الناس بانہ من الاسماعیلیۃ.... وقد یقال ھو مع الشیعۃ بوجہ ومع اصحاب الاشعری بوجہ... وبالجملۃ فالشہرستانی یظھر المیل الی الشیعۃ.... ولا یحتج بہ الا من ھو جاھل وان ھذا الرجل یعنی الشہرستانی کان لہ بالشیعۃ المام و اتصال وانہ دخل فی اھواءھم بما ذکرہ فی ھذا الکتاب یعنی الملل والنحل یعنی شہرستانی اکثر شیعونکی باتون کیطرف میل کیا کرتا ہے بلکہ کبھی شیعون کے فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ کا کلام ذکر کرتا ہے پھر اوسکی توجیہ بیان کرتا ہے اس سے بعض لوگون نے اوسکو اسماعیلیون مین متہم کیا ہے - اور کبھی لوگ یون بھی کہتے ہین کہ وہ ایک طرح سے شیعون کے ساتھ ہے اور ایک طرح سے اہل سنت کے ہم خیال ہے - غرضکہ شہرستانی کا میل شیعون کیطرف ظاہر ہوتا ہے - اور اس سے جاہل شخص ہی احتجاج کرسکتا ہے - اس شہرستانی کو شیعون کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور اونکے خیالات فاسدہ مین سرشار -

مواقف اور شرح مواقف کے قول جو نقل کیے گئے ہین وہ خود اوس قول کی تضعیف کرتے ہین اسلیے کہ اوسنے فان قیل کے لفظون سے شروع کیا ہے - اور طالب علم تک اس بات کو جانتے ہین کہ یہ لفظ قول ضعیف کے ذکر مین استعمال کیا جاتا ہے اور بالفرض و التقدیر اور علی سبیل التسلیم جواب دینے کے مقام مین - علاوہ برین صاحب مواقف اور اوسکے شارح بلاشبہ علماے متکلمین اہل سنت سے ہین - مگر حدیث وخبر مین مجروا ونکا قول قابل سند نہین ہے غایۃ ما فی الباب ان عالمون کا درجہ سنیون مین ایسا سمجھ لینا چاہیے جیساکہ خواجہ نصیر الدین طوسی کا شیعون مین ہے صرف خواجہ نصیر الدین طوسی کی روایتون اور حدیثون کو کوئی عالم علماے

شیعہ سے مستند اور قابل استدلال نہین مانیگا۔جبتک کہ وہ حدیث نقل نکرے یا کسی حدیث صحیح پر اونکا قول مبنی نہو۔گو وہ کیسے ہی فلسفی اور معقولی اور متکلم تھے۔اور شارح مواقف کا یہ کہنا کہ والصحیح ام ایمن اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ وہ اس روایت کی تصدیق کرتے ہین بلکہ اس بات پر دال ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس جھوٹی روایت کے بنانیوالیکا لفظ ام کلثوم نہین ہے بلکہ اوس خرافات واالاصفات کا لفظ بجاے ام کلثوم کے ام ایمن ہے نہ ام کلثوم اسیلیے اونھون نے ام کلثوم کے بعد یہ کہا کہ والصحیح ام ایمن۔اور اس سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے جس سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کہ صاحب مواقف کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ علماے شیعہ نے ام ایمن کا نام لکھا ہے یا ام کلثوم کا اور غلطی سے وہ ام کلثوم لکھ گئے اور چونکہ شارح مواقف اول شیعہ تھے اور بعد اوسکے سنی ہوے اسیلیے اونکو ان روایات پر خوب اطلاع تھی اونکو یہ غلطی بادی النظر مین معلوم ہوگئی اور اوسکی اصلاح کردی۔اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ اونھون نے کل روایت کی صحت ثابت کی اور اگر وہ اپنے نزدیک اس روایت کو صحیح سمجھکر بھی بیان کرتے اور تسلیم کیا جاے کہ اونھون نے اسی لیے بیان کیا ہے تو وہ اونکا خیال ہے اور اوس کا جواب صاف ہے کہ وہ خیال اونکا غلط تھا اسیلیے کہ یہ چیزین قیاسی نہین ہین بلکہ خبر سے متعلق ہین اور خبر کے لیے اوسکی تصدیق ضرور ہے۔واذ لیس فلیس۔

امام رازی کی نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر سے بھی روایت کی صحت ثابت نہین ہوتی اسیلیے کہ اسمین بھی امام رازی نے جواب اعتراض کا دیا ہے اور تنقیح اصل دعوی کی نہین کی اور نہ تصحیح اس بات کی کہ روایت جس مین ذکر ہبہ کا ہے شیعونکی ہے یا سنیون کی اور اسطرح کے جواب دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہین آتا۔کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح اور ثابت ہو اور یہی سبب ہے کہ اونھون نے اپنی تفسیر مین بھی جس کا حوالہ طعن الرماح اور تشئید المطاعن مین دیا ہے بحث روایت سے نہین کی اور اوسکی تصحیح و تنقیح کی طرف متوجہ نہین ہوے۔اور اوسکا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی اور فلسفی تھے اور ایسے مباحث مین معقولی متکلمین کسی طرح نفس مطلب پر رجوع کرتے اور اعتراض

کو مانا ہوا تسلیم کرکے اوس کا جواب دیتے ہین وہ اون محدثین اور محققین مین سے نہین ہین جن کا قول اخبار اور احادیث مین سند ہو اور خصوصا ایسی حالت مین جبکہ ضمنا اون کے جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اوس روایت کی تکذیب پر متوجہ نہین ہوے۔ اور ہم از روے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اوپر بیان کرچکے ہین کہ اخبار و احادیث مین کسی کا قول معتبر نہین ہے گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنف اور محدث ہی کیون نہو بلکہ اصل خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لائق ہے اور جن راویون سے وہ بیان کی گئی ہے اونکے حالات کی تنقیح لازم ہے اگر راوی ثقہ معتبر ہون اور اون پر کوئی الزام لگایا گیا ہو وہ البتہ لائق لحاظ کے ہے۔ اور پھر اوسمین یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احاد مین سے ہے یا مشہور۔ اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتون کے متناقض ہے کہ نہین اور یہ کام محققین اور اہل فن کا ہے۔ اسیلیے چند عالمون کی کتابون مین سے چند عبارتین نقل کردینے سے مدعا ثابت نہین ہوتا۔

اگر کوئی حضرات امامیہ مین سے یہ کہے کہ ایسے مشہور عالمون کی روایتون کے نماننے سے جو کہ ائمہ اہل سنت سمجھے جاتے ہین باب مناظرہ ہی بند ہوا جاتا ہے اور صرف یہ جواب کہ وہ حدیث مین ماہر اور نقاد نہ تھے یا باوجود محدث ہونے کے اونسے خطا ہوگئی یا اونھون نے غلط اور ضعیف روایت کو تسلیم کرلیا اوسے چاہیے کہ اس کتاب کا چوتھا مقدمہ غور سے پڑھے کہ اوس سے اوسکو اس قسم کے خیالات کا کافی اور تسلی بخش جواب ملیگا۔

جو شہادت ہمارے یہان کی کتابون سے حضرات امامیہ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی نے فدک کے ہبہ کا دعوی کیا تھا پیش کی تھی اوسکی حقیقت کہ وہ کہان تک قابل ماننے کے ہے یہ تفصیل ہمنے بیان کردی۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ خود شیعون کی روایتین متعلق اس دعوی کے ایسی متناقض اور مختلف ہین

کہ اونکا باہمی تناقض اور اختلاف اون کے دعوی کو باطل کرتا ہے۔

تناقض اور اختلاف جو شیعونکی اون روایتون مین ہے جسمین ہبۂ فدک کے دعوی کا ذکر کیا گیا ہے

تناقض ثابت کرنے کے لیے ضرور ہے کہ اول ہم شیعون کی روایتین جو متعلق دعوی ہبۂ فدک کے ہین بیان کرین پھر اونکا تناقض دکھائین مفصلہ ذیل روایتین شیعون نے اسکے متعلق بیان کی ہین۔

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲ ذیل عنوان احتجاج امیرالمومنین علی ابی بکر وعمر لما منع فاطمۃ الزہرا فدک بالکتاب والسنۃ مین بسند حماد بن عثمان امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوے اور تمام مہاجرین وانصار پر پوری طور سے اونکی حکومت قائم ہوگئی تواونھون نے فدک پر اپنا آدمی بھیجا اور اوسنے حضرت فاطمہ کے وکیل کو نکالدیا تب حضرت فاطمہ ابوبکر کے پاس آئین اور فرمایا کیون تم مجھے میرے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو اور کیون میرے وکیل کو فدک سے نکالدیا اسپر اونھون نے اون سے گواہ مانگے۔ اور اسی روایت مین بعد بیان شہادت کے لکھا ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کو سند لکھدی اور عمر نے اوسے چاک کردیا اور فاطمہ روتی ہوئی چلی گیئن فلما کان بعد ذلک جاء علی الی ابی بکر وھو فی المسجد وحوله المھاجرون والانصار اسکے بعد حضرت علی ابوبکر کے پاس آئے اور اوسکے پاس مسجد مین مہاجر وانصار جمع تھے۔ اور علی نے آکر کہا کہ کیون تم فاطمہ کو پیغمبر خدا کی میراث سے منع کرتے ہو حالانکہ وہ آنحضرت کی زندگی مین اوسکی مالک تھین۔ ابوبکر نے کہا یہ مال مسلمانون کا ہے اگر وہ گواہ پیش کرین تو اونکو ملیگا ورنہ اونکا کچھ حق نہین اوسپر امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا تم ہمارے حق مین خدا کے حکم کے خلاف فیصلہ کروگے اونھون نے کہا نہین تو آپنے کہا کہ اگر کوئی چیز مسلمانون کے قبضے مین ہو اور وہ اوسکے مالک ہون اور مین اوسپر دعوی

کرون توتم کس سے گواہ مانگوگے اونھون نے کہا تم سے۔ کہا یہ کیا سبب ہے کہ تم فاطمہؑ سے
گواہ مانگتے ہو اوس چیز کے متعلق جو اونکے قبضے مین ہے۔ اور جسکی وہ پیغمبر خدا کی زندگی مین اور
اوسکے بعد مالک تھین اور مسلمانون سے تم گواہ نہین مانگتے کہ وہ اوسکا دعوی کرتے ہین
یہ سنکر ابو بکر چپ ہو رہے تب عمر نے کہا کہ ای علی یہ باتین جانے دو کہ ہم تمھاری حجتون پر غالب
نہین آسکتے اگر تم گواہ عادل پیش کروگے تو خیر ورنہ یہ مال مسلمانون کا ہے نہ تمھارا حق ہے
نہ فاطمہؑ کا۔ پھر آخر اسی قسم کی اور چند باتونکا ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ حالت دیکھکر لوگ غصے
مین آئے اور بعض نے اس بات کو بہت برا جانا اور کہا کہ واللہ علیؓ سچ کہتے ہین اور علی اپنے
گھر چلے آئے اور فاطمہؑ مسجد نبوی مین تشریف لیگئین اور اپنے آپ کو باپ کی قبر پر گرا دیا اور یہ اشعار
پڑھنے لگین ؎ قد کان بعدک انباء ھنبثۃ الخ بعد اسکے اس روایت مین یہ بیان
ہے کہ ابو بکر و عمر نے یہ حالت دیکھکر اور آیندہ کا خوف کر کے ارادہ کیا کہ علی کو قتل کرادین اور اسکے
لیے خالد کو تجویز کیا۔ اس کا بیان ہم اپنے موقع پر کرین گے۔

(۲) علل الشرائع والاحکام تالیف شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی
کی باب صد و پنجاہ و یکم مطبوعہ ایران صفحہ ۶۳ مین ایک حدیث علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے
اور اوتھون نے ابن عمیر سے اور اونھون نے ایک اور راوی سے امام جعفر صادقؑ کی بیان
کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ابو بکر نے فاطمہؑ کو فدک سے روکا اور اونکے وکیل کو نکالدیا حضرت علی
مسجد مین آئے اور ابو بکر وہان بیٹھے ہوے تھے اور اونکے گرد مہاجرین و انصار جمع تھے تو آپنے
فرمایا کہ ای ابو بکر تمنے کیون فاطمہؑ کو روکا اوس چیز سے جو رسول اللہ نے اونکو دیدی تھی اور
اونکا وکیل اوسپر برسون سے قابض تھا۔ ابو بکر نے کہا کہ یہ مال مسلمانونکے لئے فئے ہے اگر
وہ شاہد عادل لاوین تو خیر ورنہ فاطمہؑ کا اسمین کچھ حق نہین ہے۔ علی نے فرمایا کہ کیا ہمارے لیے
برخلاف اوسکے جو اور مسلمانون کے لیے تم حکم دیتے حکم دوگے تو اونھون نے کہا کہ نہین
تب آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز مسلمانون کے ہاتھ مین ہو اور مین دعوی کرون تو تم کس سے

گواہ مانگوگے - ابوبکر نے کہا تم سے - علی نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھ مین ہو اور مسلمان اوسپر دعوی کرین تو تم مجھسے گواہ مانگوگے - ابوبکر یہ سنکر چپ ہو رہے عمر نے کہا کہ یہ مال مسلمانون کا ہے اور ہم تمہارے جھگڑے کی باتین نہین سنتے - پھر اسپر اور باتین اونکے آپس مین ہوئین جسے سنکر لوگ رونے لگے اور بصلاح عمر کے ابوبکر نے علی کے قتل کا ارادہ کیا جسکی تفصیل اس روایت مین ہے اور اوسکو ہم اپنے موقع پر بیان کرین گے -

(۳) روایت ہے یہ کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئین اور اون سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتون کے ابوبکر قائل ہوے اور فدک کی سند فاطمہؓ کے لیے لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اوسپر گواہی ہوئی حضرت فاطمہؑ اوس سند کو لیکر باہر نکلین عمر اونکو ملے اور پوچھا کہ آپ کہان سے آتی ہین حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا کہ ابوبکر کے پاس سے اور سند لکھدینے کا بھی ذکر کیا - عمر نے کہا ذرا مجھے دکھائیے آپ نے وہ کاغذ عمر کو دیدیا عمر نے اوسپر تھوک دیا اور اوسکو مٹادیا پھر علیؑ فاطمہؑ کو ملے اور پوچھا کہ ای بنت رسول اللہ کیون تم غصے مین ہو فاطمہؑ نے بیان کیا جو کچھ عمر نے کیا تھا - تب حضرت علی نے فرمایا ما رکبوا منی و من ابیک اعظم من ھذا کہ ان لوگون نے میرے حق مین اور تمہارے باپ کے حق مین اس سے بڑھکر دوسری بات نہین کی - الی آخر القصہ - بحار الانوار صفحہ ۹۶ از مصباح الانوار -

(۴) بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۱ مین کتاب الاختصاص سے بسند عبد اللہ بن سنان کے امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب پیغمبر خداؐ نے وفات پائی اور ابوبکر خلیفہ ہوے تو اونھون نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکالدیا تب حضرت فاطمہؑ آئین اور کہا کہ تم دعوی کرتے ہو کہ میرے باپ کے خلیفہ ہو اور اونکے مقام پر بیٹھے ہو تمنے باوجود اس بات کے جاننے کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجھے فدک دیگئے ہین میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اوسکے میرے پاس گواہ موجود ہین - ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا یہ سنکر حضرت فاطمہؑ علیؑ کے پاس گئین اور اون سے یہ سب حال کہا حضرت علی نے اونکو صلاح دی

کہ تم پھر ابوبکر کے پاس جاوٴ اور اون سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہین ہوتا حالانکہ
سلیمان داود کے اور یحییٰ زکریا کے وارث ہوے پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون۔ عمر نے
فاطمہؑ سے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے۔ فاطمہؑ نے کہا گو مین سکھلائی گئی ہون مگر کسنے مجھے
سکھایا ہے میرے ابن عم علی نے۔ ابوبکر نے کہا کہ عائشہ اور عمر دونو گواہی دیتے ہین کہ اونھون
نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ النبی لا یورث فاطمہؑ نے کہا کہ یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے
جو اسلام مین دی گئی۔ تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ فدک پیغمبر خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے اور
مین اسپر گواہ بھی رکھتی ہون تو ابوبکر نے کہا کہ اچھا گواہی پیش کرو تو وہ ام ایمن اور علی کو
لائین۔ ابوبکر نے کہا کہ ای ام ایمن کیا تمنے پیغمبر خداؐ سے سنا ہے جو فاطمہؑ کہتی ہین اونھون نے
کہا ہان مین نے سنا ہے اور کیا تمنے نہین سنا کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ سیدہٴ زنان جنت
ہین تو کیا جو سیدہٴ نساے جنت ہو وہ اوس چیز کا دعویٰ کریگی جو اوسکی نہو اور مین ایک عورت
اہل جنت سے ہون کیا مین وہ گواہی دونگی جو مین نے پیغمبرؐ سے نہ سنا ہو۔ عمر نے کہا کہ یہ
باتین چھوڑو اور کہو کہ کیا تم گواہی دیتی ہو تو ام ایمن نے کہا کہ مین حضرت فاطمہؑ کے گھر مین بیٹھی
ہوئی تھی اور آنحضرت بھی وہان تشریف فرما تھے کہ اتنے مین جبرئیل آئے اور کہا ای محمدؐ اوٹھو
تاکہ بموجب حکم خدا کے مین فدک کی حدبندی اپنے پرون سے کردون۔ آپ اوٹھے اور جبرئیل
آپ کے ہمراہ ہوے کچھ دیر نہوئی تھی کہ آپ واپس تشریف لائے فاطمہؑ نے پوچھا کہ آپ
کہان تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا جبرئیل نے فدک کے حدود بتاے اور اوسپر خط
کھینچدیا تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا یا ابت انی اخاف العیلة والحاجة من بعدک
فصدق بہا علی فقال ھی صدقة علیک فقبضتہا کہ ای میرے باپ مین افلاس
اور محتاجی سے آپ کے بعد ڈرتی ہون یہ فدک مجھے دیدیجیے آپ نے فرمایا اچھا یہ تمہارے لیے
عطیہ ہے اور فاطمہؑ نے اوسپر قبضہ کرلیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو
اسی روایت مین پھر یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے فاطمہؑ کو سوار کراکے چالیس دن رات مہاجرین و

انصار کے گھر پھرے اور کسی نے ہمدردی نکی اور پھر معاذ بن جبل کے پاس آئین اور اون سے مدد چاہی اونھون نے بھی انکار کیا اور کہا کہ مین تنہا ہون پس فاطمہؑ اون سے خفا ہو کر چلی آئین - الی آخر القصہ -

(۵) ملا باقر مجلسی نے کتاب بحار الانوار مین ایک روایت بحوالہ کشکول علامہ کے مفضل بن عمر سے نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ میرے آقا امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوے تو عمرؓ نے کہا کہ آدمی دنیا کے دلدادہ ہین اسلیے علیؓ اور اہل بیت سے خمس اور فئے اور فدک کو روک دو کیونکہ جب اونکے یار یہ امر جان جائین گے تو علیؓ کو چھوڑ دین گے اور دنیا لینے کی غرض سے ہماری طرف رجوع کرین گے - ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا - پھر جب ابوبکرؓ نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آئے کہ مین اوسکو ادا کرونگا - اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا - تو علیؓ نے فاطمہؑ سے کہا کہ ابوبکر کے پاس جاکر فدک کا ذکر کرو - فاطمہؑ نے اونسے فدک اور فئے اور خمس کا ذکر کیا - ابوبکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ - فاطمہؑ نے کہا کہ فدک کو تو خداوند تعالی قرآن مین فرماتا ہے کہ اوسکو مجھے اور میری اولاد کو دیدو یعنی یہ آیت وآت ذا القربی حقہ مین اور میری اولاد رسول اللہ کی سب سے زیادہ اقرب تھے تو آپ نے مجھے اور میری اولاد کو فدک عطا کر دیا تھا - جبریل نے پھر اسکے بعد مسکین اور ابن سبیل کو بھی پڑھا تو آپ نے پوچھا کہ مسکین اور ابن سبیل کا کیا حق ہے تو اللہ تعالی نے آیہ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ نازل کی پھر خمس کے پانچ حصہ کیے اور یہ فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی الخ جو اللہ کے لیے ہے وہ اوسکے رسول کا ہے اور جو رسول کے لیے ہے وہ ہم قرابت والون کے لیے ہے - اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ابوبکرؓ نے عمرؓ کیطرف دیکھا اور کہا کہ تم کیا کہتے ہو - عمرؓ نے پوچھا کہ یتیم اور مسکین اور ابن سبیل کون لوگ ہین - فاطمہؑ نے کہا کہ یتیم وہ ہین جو اللہ اور رسول

اور ذوی القربیٰ سے یتیم ہون - اور مساکین وہ ہین جو اونکے ساتھ دنیا اور آخرت مین ہے ہون
اور ابن سبیل وہ ہے جو انکا طریق چلتا ہو - عمرؓ نے کہا تو خمس اور فئے سب تمہارا اور تمہارے
احباب اور شیعو نکا ہوا - فاطمہؑ نے کہا کہ فدک تو اللہ نے میرے اور میرے بچون کے لیے کر دیا ہے
اوسمین احباب اور شیعو نکا کچھ حق نہین - اور خمس کو ہم مین اور ہمارے احباب مین تقسیم کیا ہے
عمرؓ نے کہا کہ اور تمام مہاجرین و انصار و تابعین باحسان کے لیے کیا ہوگا - فاطمہؑ نے کہا کہ اگر وہ
ہمارے احباب مین سے ہین تو اونکے لیے وہ صدقات ہین جنکی خدا نے تقسیم کی ہے یعنی اس
آیت مین اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ
الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ عمر نے کہا کہ فدک تو تمہارا خاص ہوا اور فئے تمہارا
اور تمہارے احباب کا ہوا مین نہین سمجھتا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے راضی ہوجائینگے
فاطمہؑ نے کہا کہ اللہ و رسول تو اسپر راضی ہو چکے اور محبت اور متابعت ہی پر اسکی تقسیم کی ہے نہ عداوت
اور مخالفت پر - جو ہمسے عداوت کرتا ہے وہ خدا سے عداوت کرتا ہے اور جو ہمارا مخالف ہے وہ
خدا کا مخالف ہے اور جو خدا کا مخالف ہے تو وہ خدا کی طرف سے عذاب الیم کا دنیا اور آخرت
مین مستحق ہے - عمرؓ نے کہا کہ تم جس کا دعوی کرتی ہو اوسکے گواہ لاؤ - فاطمہؑ نے کہا کہ تمنے جابر اور
جریر کی تصدیق کی اور اونسے گواہ نہ طلب کیے - اور میرا گواہ کتاب اللہ ہے - عمر نے کہا کہ جابر اور جریر نے
تو تھوڑی سی شی کا ذکر کیا تھا اور تم تو بہت بڑا دعوی پیش کرتی ہو جس سے مہاجرین و انصار مرتد
ہوجائینگے - فاطمہؑ نے کہا کہ جو مہاجرین رسول اللہ اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ ہین تو
اونھون نے تو اونکے دین کی طرف ہجرت کی ہے - اور انصار وہ ہین جو اللہ اور رسول پر ایمان
رکھتے ہین اور ذوالقربیٰ کے ساتھ احسان کرین - تو ہجرت بھی ہمارے لیے ہوئی اور نصرت بھی -
اور اتباع باحسان بھی بے ہمارے نہین ہو سکتا - اور جو ہمسے مرتد ہوجاے تو وہ جاہلیت مین جاے
عمر نے کہا کہ یہ فضول باتین چھوڑو اور گواہ لاؤ - فاطمہؑ نے علیؑ و حسنینؑ و ام ایمنؓ و اسما کو بلوا بھیجا
ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی - عمرؓ نے کہا کہ علیؑ تو فاطمہؑ کے زوج ہین اور

حسنین بیٹے ہین اور ام ایمن اونکی محب ہین اور اسما پہلے جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھی تو وہ تو بنی ہاشم ہی کی گواہی دیگی اور اب فاطمہؑ کی خدمت کرتی ہے اور یہ سب اپنا نفع چاہتے ہین۔ علی رضؓ نے کہا کہ فاطمہؑ تو ایک جزو رسول اللہؐ ہین جو اونکو ایذا دیگا وہ رسول اللہؐ کو ایذا دیتا ہے اور جو اونکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتا ہے۔ اور حسنینؑ رسول اللہؐ کے نواسے ہین اور جوانان جنت کے سردار ہین جو انکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اہل جنت صادق ہوتے ہین۔ اور میری شان مین رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تو مجھسے ہے اور مین تجھسے۔ اور تو میرا دنیا اور آخرت مین بھائی ہے۔ جو تجھپر رد کرتا ہے وہ مجھپر رد کرتا ہے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو تیری نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ اور ام ایمن کے بارہ مین رسول اللہ صلعم نے جنت کی گواہی دی ہے اور اسماؑ اور اوسکی اولاد کے لیے آپ نے دعا دی ہے۔ عمر نے کہا کہ جو تعریف تم کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن جار کی شہادت مقبول نہین ہوتی۔ علی نے کہا کہ جب ہم ایسے ہین جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہین کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لیے مقبول نہین اور نہ رسول اللہ صلعم کی شہادت مقبول ہے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہمنے اپنے لیے دعوی کیا تو تم ہمسے گواہ مانگتے ہو۔ اور ہمارا کوئی معین نہین کہ وہ گواہی دے۔ اور تم لوگون نے اللہ کے سلطان پر جست کی اور اوسکو اوسکے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکالا۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔ پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا وَھُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ ۔ بحار الانوار صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲۔

(۶) احتجاج طبرسی اور دوسری کتابون مین شیعونکی ایک خطبہ لکھا ہے جو خطبہ فاطمہ زہراؑ کے نام سے مشہور ہے اور جسمین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو جب خبر ہوئی کہ ابوبکر نے فدک سے محروم کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو وہ مسجد نبوی مین ابوبکر کے پاس آئین اور بہت بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا جسمین اونکے ظلمون کی شکایت کی اور آیات قرآنی اور دیگر حجتون سے ابوبکر کو ملامت کی اور اپنے حق ثابت کرنے مین کوئی دقیقہ سعی کا اوٹھا نرکھا۔ اس خطبہ کو چونکہ بہت بڑا ہے

ہم آیندہ موقع پر بیان کرین گے۔ مگر اسمین کچھ ذکر ہبۂ فدک کا یا اپنے قبضہ کا اوسنے نہین فرمایا۔ جو کچھ فرمایا وہ میراث کے متعلق ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اوس تقریر مین آپ نے فرمایا انتم الآن تزعمون ان لا ارث لنا افحکم الجاھلیۃ تبغون.....یا ابن ابی قحافۃ فی کتاب اللہ ترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا - افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ ونبذ تموہ وراء ظھورکم اذ یقول وورث سلیمان داؤد الخ کہ تم گمان کرتے ہو کہ ہمکو میراث نہین مل سکتی کیا جاہلیت کا حکم چلاتے ہو۔ اے ابو بکر کیا خدا کی کتاب مین یہ ہے کہ تم اپنے باپ کے وارث ہوا اور مجھے میرے باپ کی میراث نہ ملے۔ کیا جان بوجھکر تمنے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور اوسے پس پشت پھینکدیا۔ خدا تو صاف فرماتا ہے کہ سلیمانؑ وارث ہوے اپنے باپ داؤدؑ کے۔ اور زکریا نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی مجھے اولاد دے جو میری اور اولاد یعقوبؑ کی وارث ہو۔ باوجود اسکے تم سمجھتے ہو کہ نہ میرا کچھ حق ہے نہ مجھے باپ کی میراث مل سکتی ہے.... خیر خدا تم سے سمجھے اور قیامت کے دن تمکو معلوم ہو جاے گا۔

(۷) بحار الانوار کے صفحہ ۱۰۰ مین یہ لکھا ہے کہ روایتؐ کی گئی ہے کہ فاطمہؑ ابو بکر کے پاس آئین اور پوچھا کہ تمھارا کون وارث ہوگا۔ اونھون نے کہا میری اہل اور اولاد۔ آپنے فرمایا کہ پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون۔ تب اونھون نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہین ہوتا لیکن مین اوسے اوسی کام مین صرف کرونگا جسمین پیغمبر خداؐ خرچ کرتے تھے اور اونھین کو دونگا جنکو پیغمبر خداؐ دیا کرتے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی مین جب تک زندہ رہونگی ایک بات بھی تم سے نکرونگی اور پھر جب تک زندہ رہین اونھون نے ابو بکر سے بات چیت نکی۔

(۸) بحار الانوار مین لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاطمہؑ ابو بکر کے پاس آئین اور میراث کا مطالبہ کیا۔ ابو بکر نے کہا کہ پیغمبرون کا کوئی وارث نہین ہوتا۔ تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائین۔ علی نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو کہ پھر سلیمانؑ داؤدؑ کے کیون وارث ہوے زکریا نے کیون کہا کہ خدایا مجھے ایک ولی دے کہ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

مگر اونھون نے نہ سنا۔

(۹) بحار الانوار مین جابر بن عبد اللہ انصاری نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کی میراث کا مطالبہ کرو اسپر حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئین اور کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھے دو۔ اونھون نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہین ہوتا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیا سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث نہین ہوے۔ اسپر ابوبکر خفا ہوے اور کہا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہین ہوتا تب فاطمہؑ نے کہا کیا زکریاؑ نے یہ نہین کہا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اسپر بھی اونھون نے یہی جواب دیا کہ النبی لا یورث پھر فاطمہؑ نے کہا کہ کیا خدا نے نہین کہا ہے کہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ اسپر بھی اونھون نے یہی کہا کہ النبی لا یورث۔

(۱۰) بحار الانوار مین لکھا ہے کہ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ بعد پیغمبرؐ کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لیے آئین ابوبکر نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تم سوائے سچ کے کچھ نکہو گی لیکن گواہ لاؤ اسپر وہ علی کو لیگئین اور اونھون نے گواہی دی پھر ام ایمن کو لیگئین اونھون نے بھی شہادت دی اسپر ابوبکر نے کہا کہ ایک مرد یا عورت اور لاؤ تو مین فدک کی سند لکھدون۔

(۱۱) احتجاج طبرسی مین لکھا ہے کہ جب حضرت علی کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکر نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپ نے اونکو یہ خط لکھا۔ شُقُّوا مُتَلَاطِمَاتِ أَمْوَاجِ الْفِتَنِ بِحَيَازِيمِ سُفُنِ النَّجَاةِ وَحُطُّوا تِيجَانَ أَهْلِ الْفَخْرِ بِجَمْعِ أَهْلِ الْغَدْرِ وَاسْتَضَاءُوا بِنُورِ الْأَنْوَارِ وَاقْتَسَمُوا مَوَارِيثَ الطَّاهِرَاتِ الْأَبْرَارِ وَاحْتَقَبُوا ثِقْلَ الْأَوْزَارِ بِغَصْبِهِمْ نِحْلَةَ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ فَكَأَنِّي بِكُمْ تَتَرَدَّدُونَ فِي الْعَمَى كَمَا يَتَرَدَّدُ الْبَعِيرُ فِي الطَّاحُونَةِ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ أُذِنَ لِي بِمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ لَحَصَدْتُ رُؤُوسَكُمْ عَنْ أَجْسَادِكُمْ كَحَبِّ الْحَصِيدِ بِقَوَاضِبَ مِنْ حَدِيدٍ وَلَقَلَعْتُ مِنْ جَمَاجِمِ شُجْعَانِكُمْ مَا أُقْرِحُ بِهِ آمَاقَكُمْ وَأُوحِشُ بِهِ مَحَالَّكُمْ فَإِنِّي مُنْذُ عَرَفْتُمُونِي

مُردِی العَساکِرِ ومُفنِی الجحافِلِ ومُبیدُ خضراءِکم ومُخمِدُ ضوضاءِکُم وجزّارُ الدّوّارِینَ اذ انتم فی بیوتکم معتکفون وانی لصاحبکم بالامسِ لعمری ابی لن تحبوا ان تکون فینا الخلافۃ والنبوۃ وانتم تذکرون احقاد بدرٍ وثاراتِ احدٍ اما واللہ لو قلتُ ما سبق من اللہ فیکم لتداخلت اضلاعکم فی اجوافکم کتداخل اسنانِ دوارۃِ الرحی فان نطقتُ تقولون حسد وان سکتُّ فیقال جزع ابن ابی طالب من الموت ھیھات ھیھات انا الساعۃ یقال لی ھذا وانا الموت الممیت خوّاضُ المنیاتِ جوف لیلٍ خامدٍ حاملُ السیفینِ الثقیلین والرمحینِ الطویلین ومکسر الرایاتِ فی غطامطِ الغمراتِ ومفرج الکرباتِ عن وجہ خیر البریاتِ ایھنوا فو اللہ لابن ابی طالب انس بالموت من الطفل الی محالب امہ ھبلتکم الھوابل لو تجت بما انزل اللہ فیکم فی کتابہ لاضطربتم اضطراب الارشیۃ فی الطوی البعیدۃ ولخرجتم من بیوتکم ھاربین وعلی وجوھکم ھائمین ولکنی اھون وجدی حتی القی ربی بید جرّاء صفراء من لذاتکم خلوا من طحناتکم فما مثل دنیاکم عندی الا کمثل غیم علا فاستعلی ثم استغلظ فاستوی ثم تمزق فانجلی رویدا فعن قلیل ینجلی بکم القسطل فتجدون ثمر فعلکم مرا ام تحصدون غرس ایدیکم ذعافا ممرقا وسما قاتلا وکفی باللہ حکیما ورسول اللہ خصیما وبالقیامۃ موقفا ولا ابعد اللہ فیھا سواکم ولا اتعس فیھا غیرکم والسلام علی من اتبع الھدی یعنی پہلے تو تم فتنوں سے بچے اور فخر وغرور کو چھوڑ دیا اور نور نبوت کی روشنی مین آے لیکن بالآخر تمنے اہل بیت پاک کی میراث لوٹ لی اور رسول اللہ کا عطیہ چھین کر بار گناہ سر پر لیا۔ مین دیکھ رہا ہون کہ تم گمراہی مین اسطرح ٹکراتے پھرتے ہو جسطرح اونٹ چکی مین

پھرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجکو اجازت ہوتی تو مین تلوار سے تمھارے سر اسطرح اڑا دیتا جسطرح کھیتی
کاٹکر ڈھیر کردیتے ہین۔ اور تمھارے بہادرون کو اسقدر قتل کرتا کہ تمھاری آنکھین پھوٹ جاتین۔
اور تمھارے گھر وحشتناک ہوجاتے۔ تم ابتدا سے مجکو جانتے ہو کہ مین نے فوجین غارت کردی
ہین لشکرون کو تباہ کردیا ہے تمھاری سرسبز زمینین تباہ کردی ہین تمھارے ہنگامون کو دبا دیا ہے۔
تمھارے بہادرون کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے ہین۔ اوسوقت تم اپنے گھرون مین دبکے بیٹھے تھے۔
کل تمنے مجکو اپنا سردار مان لیا تھا۔ لیکن قسم ہے کہ تمنے دل سے کبھی نہین چاہا کہ ہمارے گھر مین
خلافت اور نبوت دونو رہنے پائین۔ کیونکہ تمکو بدر کے کینے اور احد کے خون بہا کبھی نہین بھولے۔
بخدا اگر مین خدا کے فیصلے کو جو تمھارے متعلق وہ کرچکا ہے ظاہر کردون تو تمھاری ہڈیان پسلیان
اس طرح آپس مین ٹکرا جائین جسطرح چکی کے دونو پاٹون کے دندانے مل جاتے ہین۔ مین کچھ کہتا ہون تو تم
کہتے ہو کہ حسد سے کہتا ہون اور چپ رہتا ہون تو لوگ کہتے ہین کہ ابوطالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا
افسوس مین خود موت ہون اور میری نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ مین مرگ کشندہ ہون۔ مین
اندھیری راتون مین معرکون مین گھس جانے والا ہون مین تیغ و سنان کا حامل ہون۔ مین لڑائی کے
ہنگامے مین نیزون کو ٹکرا کر توڑ دیتا ہون۔ مین نے رسول اللہ کے سامنے سے مشکلین ہٹا دی
ہین۔ ذرا ٹھہرو۔ خدا کی قسم ابوطالب کا بیٹا موت سے اس قدر مانوس ہے جتنا بچہ مان کی چھاتی
سے۔ تمپر موت آئے خدا نے جو کچھ تمھاری شان مین کہا ہے اگر مین ظاہر کردون تو تم رسی کیطرح
بل کھاؤ اور گھر چھوڑکر بھاگو ادھر اودھر ٹکراتے پھرو۔ لیکن مین اپنے جوش کو دباتا ہون اوسوقت
تک کہ اپنے خدا سے اس حال مین ملون کہ میرے ہاتھ دنیا کی لذتون سے (جسکو تم محبوب رکھتے
ہو) خالی ہون۔ کیونکہ تمھاری دنیا میرے نزدیک گویا ایک ابر ہے جو بلند ہوا پھر دل ارہو کر
ہر طرف چھا گیا پھر پھٹ کر نکل گیا۔ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر مین غبار صاف ہوجائے گا
اور تم اپنے کیے کا پھل پاؤ گے جو تلخ ہوگا۔ یا اپنے ہاتون کی بوئی ہوئی کھیتی کاٹو گے
جو سم قاتل ہوگی۔ اور کافی ہے اللہ کا حاکم ہونا اور رسول اللہ کا مدعی ہونا اور میدان قیامت کا

عدالت گاہ ہونا۔ خدا اوس دن کسی کو تمھارے سوا اپنی رحمت سے دور نرکھے۔ اور تمھارے سوا کسی کو ہلاک نکرے اور جو ہدایت کے پیچھے چلے اوسپر سلام ہو۔ انتہی۔

(۱۲) بحر الجواہر مصنفہ سید محمد باقر بن سید محمد مطبوعہ ایران صفحہ ۳۲۳ مین جابر جعفی سے یہ روایت ہے کہ ابو بکر نے اشجع بن مراحم کو جو کہ ایک شجاع آدمی تھا اور اوس کا بھائی علی رض کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا فدک اور مدینہ کی دیگر املاک پر اپنی طرف سے متولی کیا۔ اوسنے اہل بیت کی املاک کو ضبط کر لیا۔ اور اونکی رعایا پر ظلم شروع کیا۔ اون لوگون نے حضرت علی رض کو خبر دی اور اوسکے ظلم و ستم کا استغاثہ کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت علی رض بعجلت سوار ہوے اور عمامہ سیاہ سر پر رکھا اور دو تلوارین باندھین اور امام حسنین اور عمار اور فضل اور عبد اللہ پسران حضرت عباس اور عبد اللہ جعفر کو ہمراہ لیا اور اوس گاؤن کے پاس جو مسجد تھی وہان ٹھہرے۔ اور امام حسین ع کو بھیجا کہ ابو بکر کے متولی کو بلا لاؤ۔ آپ گئے اور اوس سے کہا کہ امیر المومنین رض تجھے بلاتے ہین اوسنے کہا کہ کون امیر المومنین آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب رض۔ اوسنے جواب دیا کہ امیر المومنین تو ابو بکر رض ہین جو خلیفہ ہین۔ اسپر امام حسین ع نے فرمایا اچھا علی بن ابی طالب رض بلاتے ہین اونکے پاس چلو۔ اسپر اشجع نے کہا کہ مین سلطان ہون اور علی عوام مین سے ہین اور اونکو مجھسے کام ہے تو خود اونکو میرے پاس آنا چاہیے۔ اسپر امام حسین ع نے جواب دیا کہ افسوس ہو تجھپر کیا میرے والد جیسا عوام مین سے ہو اور تو سلطان اوسنے کہا ہان بیشک۔ تمھارے باپ نے ابو بکر رض کی بیعت نہین کی مگر بجبر و اکراہ۔ اور ہمنے اوسکی بیعت خوشی سے کی ہے۔ یہ سنکر امام حسین واپس آے اور حضرت علی رض کو اسکی خبر دی تب آپ عمار کی طرف متوجہ ہوے اور کہا کہ تم اوسکے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم مثل خانہ کعبہ کے ہین کہ اوسکے پاس لوگ آتے ہین نہ یہ کہ وہ لوگون کے پاس جاے۔ عمار اشجع کے پاس گئے اور اوس سے سخت گفتگو کی۔ یہان تک کہ نوبت اسکی پہونچی کہ عمار نے اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا۔ اسکی خبر حضرت علی رض کو پہونچی آپ نے اپنے ہمراہیون سے کہا کہ اشجع کو جاکر پکڑ لاؤ۔ اسپر آپ کے اہل بیت جو آپ کے ہمراہ تھے گئے اور اشجع سے کہا کہ آج تو علی رض کے ہاتھ سے

مارا جاتا ہے اور اوسے پکڑ لائے۔ اوسے دیکھکر آپ نے فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تونے اہل بیت
کا مال لے لیا اور اوسپر اپنا قبضہ کیا۔ اوسنے جواب دیا کہ کیا سبب ہے کہ تمنے آدمیون کا خون
بہایا۔ اور مین ابو بکر صدیقؓ کے فرمان و مرضی کو تمھاری موافقت و اتباع سے بہتر جانتا ہون
آپ نے فرمایا کہ مین کوئی اپنا گناہ نہین سمجھتا سوا اسکے کہ مین نے تیرے بھائی کو مارا ہے
اور وہ باعث انتقام نہین ہوسکتا خدا تجھے ذلیل کرے۔ اوسنے بھی ایسا ہی سخت جواب
علیؓ کو دیا اور کہا کہ خلفا کے حسد مین تم ہلاک ہو گے۔ اسپر فضل کو غصہ آیا اور اوسکا سر اوڑا دیا اسپر
اشجع کے ہمراہیون نے فضل پر حملہ کیا۔ یہ دیکھکر حضرت علیؓ نے ذوالفقار میان سے نکالی
جبکہ اشجع کے ہمراہیون نے علی کی چمکتی ہوئی آنکھین اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو اپنے ہتیار
پھینکدیے اور کہا کہ ہم اطاعت کرتے ہین۔ علیؓ نے اون سے کہا کہ اس اپنے چھوٹے صاحب
کا سر اپنے بڑے صاحب کے پاس لیجاؤ چنانچہ اوسکے ہمراہی اشجع کا سر لیگئے اور اوسکو
ابو بکرؓ کے سامنے ڈالدیا۔ یہ حالت دیکھکر تمام مہاجرین و انصار جمع ہوے اوسوقت ابو بکرؓ نے
کہا کہ تمھارے بھائی ثقفی نے خدا اور اوسکے رسول کے خلیفہ کی اطاعت کی اور مین نے اوسے
صدقات مدینہ پر متولی کیا۔ اور اب علیؓ نے اوسے اس بری طرح سے مارا اور مثلہ کیا اب چاہیے
کہ تم مین سے جو شجاع ہین وہ جائین اور اس کا تدارک کرین۔ سب اسے سنکر سکتہ مین رہگئے
اور نقش بدیوار ہو گئے۔ ابو بکر نے کہا کہ کیا تم لوگ زبان نہین رکھتے اور کچھ بولتے نہین۔ اسپر
ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم چلتے ہو تو ہم بھی چلتے ہین۔ اور دوسرے نے کہا کہ ملک الموت
کا دیکھنا بہتر ہے علی کے دیکھنے سے۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ تم علیؓ سے ڈرتے ہو اور مجھے ایسا جواب
دیتے ہو۔ اسپر عمر متوجہ ہوے اور کہا کہ یہ کام سوائے خالد کے کسی سے نہین ہوسکتا۔ تب ابو بکرؓ نے
خالد سے کہا کہ یا ابا سلیمان تم سیف اللہ ہو اور خدا کی تلوار۔ تم ایک فوج لیکر جاؤ کہ علی نے ہمارے
رفقا مین سے ایک ایسے شخص کو جو شجاعت مین بے نظیر ہے قتل کیا ہے۔ علی کو لے آؤ
اور کہو کہ اگر تم چلتے ہو تو تمھاری خطا معاف ہو گی اور اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہون تو اونکو زندہ پکڑ کر لے آؤ

لشکر خالد پانچسو مردان کارزار لیکر روانہ ہوے۔ فضل نے اونکو آتا دیکھکر علیؑ کو خبر کی۔ آپنے فرمایا کہ تمام صناد ید قریش اور سواران ہوازن جمع ہون تب بھی مین اونسے نہین ڈرتا۔ خالد وہان پہونچے اور علی سے پوچھا کہ یہ کیا سخت حرکت تھی جو تمنے کی اور کیون مجھی ہوئی آگ کو مشتعل کیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اپنی شجاعت اور ابو بکرؓ سے ڈراتے ہو اور نہ مجھے مالک تو یہ جانتے ہو کہ جسکو تمنے مارا اور اوسکی بی بی کو اپنے نکاح مین لائے۔ مین اپنے قائل کو خود جانتا ہون اور شہادت کی امید رکھتا ہون اور اگر مین چاہون تو تمھین ابھی اس مسجد کے صحن مین مارکر گرادون۔ اسپر خالد غصہ مین آئے۔ اور آپ نے ذوالفقار نکالی۔ جب خالد نے آپ کی آنکھ اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو گڑگڑانے لگے۔ حضرت نے تلوار کا قبضہ خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے یہ حالت دیکھکر ابن صباح نے کہ ایک مرد عاقل تھا کہا کہ بخدا ای علیؑ ہم کچھ براہ عداوت نہین آئے۔ تم شیر خدا اور شمشیر غضب الٰہی ہو ہم سب آپ کے خادم ہین اسپر حضرت امیر المومنینؑ نرم پڑے اور خالد سے مزاح کرنے لگے خالد درد کمر سے بے خود تھے۔ آپ نے فرمایا ای خالد تعجب ہے کہ غدیر خم کا معاملہ تمھاری یاد سے جاتا رہا اور بہت جلد تمنے ناکثین اور خائنین کی بیعت کر لی اور اب چاہتے ہو کہ مجھے قید کرکے لیجاؤ۔ کیا تم حالت عمر بن عبدود اور مرحب اور جنگ خیبر کی بھول گئے۔ اسپر خالد نے کہا کہ جو آپ فرماتے ہین وہ مین جانتا ہون لیکن عرب نے آپ کو آپ کی تلوار کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ اور ہمنے ابو بکر کی بیعت صرف اونکی نرمی اور زائد از استحقاق مال ملنے کی امید پر کی ہے۔

ان روایتون مین جو تناقض اور اختلاف ہے وہ ایسا صریح اور صاف ہے کہ اسمین تاویل کی کچھ گنجائش نہین ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کل روایات متناقضہ کی صحت تسلیم کیجائے اور تسلیم صحت کے بعد دعوی ہبہ کا زبان پر لایا جاے ہم اون اختلافات مین سے بعض ضروری اور ظاہری اختلاف اب بیان کرتے ہین۔

پہلی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب

حضرت فاطمہؑ کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا تو وہ خود ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئین اور اون سے سوال کیا کہ کیون میرے باپ کی میراث سے مجھے محروم کرتے ہو۔ اور دوسری روایت مین جو علل الشرائع سے ہمنے لکھی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تو حضرت علیؓ مسجد مین آئے اور ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ کیون تمنے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا علل الشرائع کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد نکالے جانے وکیل فدک کے حضرت علیؑ ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور احتجاج طبرسی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ اونکے پاس آئین۔ شاید حضرات امامیہ اس کا یہ جواب دین کہ ایک دفعہ حضرتؑ علی آئے اور دوسری مرتبہ خود حضرت فاطمہؑ آئین۔ مگر چھٹی روایت سے جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی ہے جسمین حضرت فاطمہؑ کے مشہور خطبہ کا ذکر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس سے لوٹین اور گھر پہنچین تو وہان حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے اونکا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے پہونچتے ہی اون پر غصہ کرنا شروع کیا اور نہایت درد انگیز اور غضب آمیز الفاظ مین فرمایا کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدۂ و مثل خائبان یا خائفان در خانہ گریختۂ و بعد ازانکہ شجاعان دہر را برخاک ہلاک افگندی و مغلوب این نامردان گردیدۂ۔ پسر ابوقحافہ معیشت فرزندانم را می گیرد و تو از جای خود حرکت نمی کنی وغیرہ وغیرہ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے گھر مین سے قدم بھی باہر نہ نکالا تھا اور اس معاملہ مین ابوبکرؓ کے پاس جانا اور اون سے مطالبہ کرنا اور اونکو ملامت کرنا بیک طرف فاطمہؑ کی کچھ بھی مدد نکی تھی۔ اگر حضرت علی تشریف لیگئے ہوتے اور مہاجرین و انصار کے سامنے ابوبکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا ہوتا اور فدک سے وکیل نکال دینے پر اونھین قائل معقول کیا ہوتا تو حضرت فاطمہؑ باوجود عصمت و طہارت کے اپنے خاوند سے اور خاوند بھی کیسے جو سید الاولیا سند الاصفیا قاتل الکفرہ دافع الفجرہ تھے کیون ایسے درشت اور سخت کلمے فرماتین اور اونکے گھر مین چھپ رہنے اور باہر نہ نکلنے پر ملامت کرتین۔

چوتھی روایت جو بحوالہ کتاب الاختصاص بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے اوس مین ایک ایسی بات لکھی ہے جو دونو روایات مذکورۂ بالا کی تردید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ابوبکر رض نے حضرت فاطمہ رض کے دعوی کی نسبت یہ کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا تو اسے سنکر حضرت فاطمہ رض علی کے پاس گئین اور اون سے یہ سب حال کہا۔ حضرت علی رض نے اونکو صلاح دی کہ تم پھر ابوبکر کے پاس جاؤ اور اون سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا حالانکہ سلیمان ع داود ع کے اور یحیی ع زکریا ع کے وارث ہوے پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون۔ عمر رض نے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے اسپر آپ نے جواب دیا کہ گو مین سکھلائی گئی ہون مگر جس نے مجھے سکھلایا ہے میرے ابن عم علی رض ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضی ع خود اس معاملے مین ابوبکر رض سے مطالبہ اور مقابلہ کرنے کے لیے تشریف نہین لے گئے۔ اور نہ حضرت فاطمہ ع کے خیال مین یہ حجت آئی تھی کہ سلیمان ع داود ع کے اور یحیی ع زکریا ع کے وارث ہوے۔ اور نہ اپنی طرف سے یہ دلیل اونھون نے پیش کی بلکہ حضرت علی کے فرمانے اور بتانے اور سکھلانے سے حضرت فاطمہ ع دوبارہ دعوی کرنے کے لیے ابوبکر صدیق کے پاس تشریف لیگئی تھین۔ اگر حضرت علی ع خود تشریف لیگئے ہوتے یا حضرت فاطمہ ع نے اپنی طرف سے یہ حجت پیش کی ہوتی جیسا کہ آپ کے اوس مشہور خطبہ سے پایا جاتا ہے جسکو ہمنے چوتھی روایت مین احتجاج طبرسی سے نقل کیا ہے تو حضرت فاطمہ ع کے بھیجنے اور اس حجت کے سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس اختلاف کے بعد بھی حضرت علی ع کا جانا ابوبکر صدیق رض کے پاس اور اون کا اس باب مین بحث کرنا کوئی مان سکتا ہے۔

گیارھوین روایت جو ہمنے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علی رض کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکر رض نے فاطمہ ع کو فدک سے محروم کردیا تو آپ بہت غصہ مین آئے اور ایک بہت سخت خط ابوبکر رض کو لکھا جسکے آغاز ان الفاظ سے ہے۔ شقوا متلاطمات امواج الفتن اور جسمین کوئی دقیقہ اپنی مردانگی اور شجاعت کے اظہار

اور مہاجرین و انصار کی گمراہی و ضلال کا باقی نہین رکھا اور اوس عذاب سے جو اونکے لیے خدا نے مقرر کیا ہے بیان کرنے سے بھی تامل نہین فرمایا۔ اگر درحقیقت حضرت علیؓ بذات خود ابوبکرؓ کے پاس تشریف لیگئے ہوتے اور جو کہنا تھا وہ اون سے کہہ آئے ہوتے تو پھر اس خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہان شاید یہ کہا جاے کہ آپ نے اول بالمشافہ گفتگو کی پھر یہ خط لکھا تاکہ رکارڈ یعنی دفتر مین ایک تحریری سند صحابہ کے ملامت کی موجود رہے۔ یا اول یہ خط لکھا ہو اور بعد اوسکے جاکر بالمشافہ گفتگو فرمائی ہو۔ مگر پہلی بات تو اس روایت سے ثابت نہین ہوتی اسلیے کہ اس روایت مین یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کردیا تب آپ نے یہ خط لکھا۔ اور دوسری بات کہ اس خط کے لکھنے کے بعد تشریف لیگئے ہون حضرت فاطمہؑ کے اوس غصہ سے جو آپ کے گھر مین بیٹھ رہنے اور مدد نکرنے پر فرمایا صحیح نہین معلوم ہوتی اسلیے کہ جب حضرت علیؓ ایسا سخت خط لکھ چکے تھے اور غاصبین فدک کو ظالم اور مفسد ٹھہرا چکے تھے اور جو سزا خدا نے اونکے لیے رکھی ہے اوسے بھی ایک طرح سے بیان کردیا تھا اور اگر وصیت پیغمبر مانع نہوتی تو اونکے سر اوڑا دینے کی بھی دھمکی دیدی تھی تو کیونکر ممکن تھا کہ حضرت فاطمہ رضہ آپ کی مدد نکرنے اور مثل جنین کے خانہ نشین ہو جانے پر غصہ فرمائین اور ایسے کلمات سخت سے آپ کو خطاب کرین۔

پھر چوتھی روایت کے دیکھنے سے ایک اور تناقض [illegible] الف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس روایت مین یہ لکھا ہے کہ علی کے فرمانے سے حضرت فاطمہ آیہ ورث سلیمان داؤد سے حجت کرنے کے لیے ابوبکرؓ کے پاس آئین اور اسپر بھی جب ابوبکرؓ نے شہادت طلب کی تو فاطمہؑ ام ایمن اور علیؑ کو لیگئین اور گو علی کی شہادت کا کہ کیا اونھون نے دی کچھ ذکر نہین ہے مگر ام ایمن کی شہادت رد کی گئی۔ اور عمرؓ نے ام ایمن سے یہ کہا کہ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی گواہی کافی نہین اور علیؑ اپنا فائدہ چاہتے ہین اسپر فاطمہؑ کھڑی ہوگئین اور خفا ہوکر ابوبکرؓ و عمرؓ کو

بد دعا دینے لگین اور چلی گئین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ابوبکرؓ کے سامنے شہادت دینے کے لیے آئے تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا سبب نہین معلوم ہوتا کہ اسی وقت جو نہایت موقع اور وقت بحث و گفتگو کا تھا علیؓ نے ابوبکرؓ سے جو کہنا تھا کیون نہ کہا اور فاطمہؓ کو خفا دیکھکر بھی کچھ ہاشمی جلال نہ دکھایا۔ اور گھر جا کر خط لکھا یا دوسرے وقت آکر ابوبکرؓ سے بحث کی۔ اتنا تو بہر حال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت پیش کرنے کے وقت تک حضرت علی رضؓ نے زبان مبارک سے کچھ نہین فرمایا تھا۔ اور نہایت صبر و تحمل سے واقعات کے دیکھنے اور سکوت کرنے کو اختیار کیا تھا۔ مگر اسی روایت مین پھر یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ چالیس دن تک حضرت فاطمہؓ کو سوار کرا کے مہاجرین و انصار کے گھر گھر لیے پھرے اور فاطمہؓ ایک ایک سے فریاد اور استغاثہ کرتی رہین۔ یہان تک کہ معاذ بن جبلؓ سے دو بدو گفتگو ہوئی اور اون سے خفا ہو کر فاطمہؓ چلی آئین۔ اس واقعہ کے بعد جس مین اس روایت کے موافق کم سے کم چالیس روز گذرے ہون گے پھر حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم تنہا ابوبکرؓ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ دوسرے کی بہ نسبت زیادہ نرم دل ہین اور یون کہو کہ اگر فدک تمھارا ہی ہوتا تب بھی اوسکا دینا میرے مانگنے پر تم پر واجب ہے چنانچہ اسکے موافق فاطمہؓ آئین اور یہی بات کہی اوسپر ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ سچ فرماتی ہین کاغذ منگا کر فدک کی سند لکھدی اور جسکو راہ مین عمرؓ نے چھین کر چاک کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی دفعہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کی تعلیم سے ابوبکرؓ کے پاس نہین گئی تھین بلکہ دو مرتبہ پہلے وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لیے دوسرے فدک کو بہ نرمی ابوبکرؓ سے مانگنے کے لیے۔ اور دوسری مرتبہ جہان تک کہ ابوبکرؓ سے تعلق تھا اس روایت کے موافق وہ کامیاب بھی ہوئین۔ بس یہ روایت صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی رضؓ نے کبھی خود ابوبکرؓ کے پاس جانے اور اون سے بحث کرنے یا اونکو ملامت فرمانے کا ارادہ نہین کیا۔ بلکہ حضرت فاطمہؓ کو سکھا کر بھیجدینے ہی پر کفایت فرمائی اور اگر شہادت کے لیے وہ فاطمہ رضؓ کے ساتھ تشریف بھی لے گئے تو اوسوقت کچھ ارشاد نہین فرمایا۔ اور سکوت ہی اختیار کیا۔

پھر اسی چوتھی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے رد ہونے کے بعد چالیس دن تک فاطمہؑ کو مہاجرین و انصار کے یہان لیے لیے پھرے - اس زمانہ مین کوئی اور دوسری کارروائی آپ نے نہین فرمائی - اور جب معاذ بن جبل رضؓ سے گفتگو کرکے اور اون سے خفا ہوکر فاطمہؑ چلی آئین تب پھر آپ نے اونھین ابوبکر کے پاس بھیجا اور وہان فاطمہؑ کی یہ حالت ہوئی کہ عمر رضؓ نے ابوبکر رضؓ کی لکھی ہوئی سند چاک کر دی اور فاطمہؑ کے شکم مبارک پر نعوذ باللہ منہ لات ماری جس سے محسن سقط ہوگئے اور اوسکے بعد پچھتر دن تک فاطمہؑ بیمار رہین اور بعد اوسکے وفات فرماگئین - اس سے ظاہر ہے کہ بعد معاذ بن جبل رضؓ کی گفتگو کے اور فاطمہ رضؓ کے دوبارہ تعلیم پاکر ابوبکر رضؓ کے پاس جانیکا کوئی موقع باقی نرہا تھا کہ فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکالے جانیکی خبر سنکر حضرت علی رضؓ ابوبکر رضؓ کے پاس جاتے اور اون سے سوال وجواب کرتے کیونکہ اسوقت تو حالت پہلے سے بدتر ہوگئی تھی اور ایک تازہ مصیبت پیش آگئی تھی جسکے سامنے فدک کا غصب کچھ حقیقت ہی نہین رکھتا - یعنی حضرت فاطمہ رضؓ پر عمر رضؓ کے ہاتھ سے وہ ظلم وستم ہوا کہ جسے دیکھکر کسی آدمی کی غیرت و حمیت گوارا نہین کرسکتی کہ اوسے برداشت کرے اور ایسے دردناک اور نفرت انگیز اور ذلیل کن ظلم کو دیکھتا ہے اور اوسکا بدلہ نلے - یہ وقت وہ تھا کہ شیر خدا جوش مین آتے اور ذوالفقار علی نیام سے نکال لیتے اور بنت رسول پر جو ظلم وستم ہوا تھا اوسکا بدلہ عمر سے لیتے - تعجب ہے کہ ایسے سخت واقعہ پر شیر خدا صبر فرماوین اور بنت رسول کی یہ ذلت اپنی آنکھ سے دیکھین اور کوئی بات تک زبان سے نہ نکالین - تو اونکے صبر و استقلال سے جس کا ثبوت شیعون کے خیال کے موافق اس سے زیادہ نہوگا کون امید اور خیال کرسکتا ہے کہ وہ ایک وکیل کے نکال دینے پر غصہ مین آتے اور سوال وجواب کرنے کے لیے مہاجرین و انصار کے مجمع مین جاتے اور ابوبکر سے مقابلہ کرتے یا اونکو ایسا سخت خط لکھتے اور اون کو ظالم اور غاصب بتاتے -

اس روایت کو بارھوین روایت سے ملاکر دیکھنے سے غالباً ہر شخص کو ایک حیرت ہوگی اور سوائے اسکے کہ اماموں کے اسرار اور اونکے بھید ہم لوگون کی سمجھ سے باہر ہین کوئی بات

زبان سے نہ نکل سکیگی نہ کوئی وجہ سمجھ مین آئیگی کہ کبھی تو شیر خدا ذرا سی بات پر ایسے غضب ناک
ہو جائین کہ سر اوڑوانے مین بھی دریغ نکرین اور کبھی ایسا سکوت اختیار کرین کہ بڑے سے بڑے صدمہ
پر بھی جس کا بدلہ لینا شرعا و عقلا جائز بلکہ واجب ہو زبان تک نہ ہلائین شاید مظہر العجائب و الغرائب
کی شان یہی ہے کہ ایسی عجیب باتین سرزد ہوں جو انسانی فہم سے باہر اور طاقت بشری سے
خارج ہوں - اس چوتھی روایت مین یہ ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے سند لیکر عمر نے چاک کر دی اور
طمانچہ لگائے اور لاتین ماریں یہان تک کہ حمل ساقط ہو گیا مگر حضرت علیؓ نے اف تک نہ کی - اور
بارھوین روایت مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی کہ اشجع بن مزاحم نے
جسے ابوبکر نے فدک کے انتظام کے لیے مقرر کیا تھا رعایا پر ظلم شروع کیا ہے تو آپ کو تاب نرہی
اس خبر کے سنتے ہی عزیز و اقارب و خدام و ملازمین کو لیکر موقع پر پہونچے اور اشجع کو پکڑ بلوایا اور
گھر کیان سنائین اور اسی پر کفایت نکی بلکہ اوسکا سر اوڑا دیا اور اوسوقت آپ ایسے جوش مین
تھے اور آپ کی آنکھین ایسی چمکتی اور آپ کی ذوالفقار ایسی دمکتی تھی کہ سب تھرتھرانے لگے
اور اشجع کے ہمراہی سب ہتیار پھینک کر بھاگ گئے - اور پھر جب اشجع کے قتل کے بعد خالد
اونکے پاس آئے تو آپ نے اون سے غصہ مین فرمایا کہ کیا تم مجھے بھی مالک بن نویرہ جانتے
ہو اور اسپر جب خالد غصہ مین آئے تو آپ نے ذوالفقار نکالی جسکی چمک دیکھکر وہ گڑگڑانے لگے
اور آپ نے تلوار کے قبضہ کو خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے - اس روایت سے شان
حیدری ثابت ہوتی ہے اور اسد اللہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور زمین و آسمان سے آپ کی شجاعت
و حمیت پر مرحبا اور تحسین کی آوازین آتی ہین اور لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کا غلغلہ ہر شجر
و حجر کی زبان سے سنائی پڑتا ہے - مگر یہ تمام حالت حیرت اور تعجب سے بدل جاتی ہے جبکہ ہم
یہ دیکھتے ہین کہ یہ اسد اللہی شان اوسوقت کیون نہ دکھائی گئی جبکہ عمر نے جو بقول شیعون کے
ایک نامرد اور ذلیل اور کم رتبہ آدمی تھے بنت رسول کو صدمہ پہونچایا - اونکو طمانچہ لگائے اونکو
لاتین مارین اونکا حمل گرا دیا - اس موقع پر کیون ذوالفقار علی نیام مین رکھ لیگئی اور کیون

حیدری کی صولت اور غضنفری ہیبت پر صبر و شکیبائی غالب آگئی۔ حالانکہ شرعاً و عقلاً یہ موقع نہ صبر کا تھا نہ تحمل کا۔ بلکہ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ کے موافق کم سے کم اسکا بدلا ثمر کو دینا تھا تاکہ بنت رسول کی ذلت کا مزہ وہ چکھتے اور اس ظلم و ستم کی سزا خدا کے شیر کے ہاتھ سے پاتے۔ افسوس ہے کہ ان روایتون سے حضرات شیعہ کا یہ مطلب تو حاصل نہوا کہ جو الزام اپنے غلط خیال اور فساد عقیدت کے موافق صحابہ پر اور حضرات شیخین پر لگانا چاہتے تھے وہ ثابت ہو بلکہ ان جھوٹی اور وضعی روایتون سے اہل بیت کرام اور خاندان نبوت پر ایسے جھوٹے داغ لگا دیے گئے اور وہ باتین جس سے اونکی شان ارفع و اعلی تھی بلکہ جنکے خدام اور نام لیوا بھی اوس سے مبرا اور منزہ تھے اونکی طرف منسوب کر دی گئین۔ اور مخالفین اسلام کے لیے ایک ایسا مجموعہ تیار کر دیا گیا کہ جسکے دیکھنے سے نہ صرف اونکو تعجب اور حیرت ہو بلکہ نفس اسلام پر وہ شک اور بانی اسلام اور اوسکے خاندان کے چلن پر شبہ کرنے لگین۔ افسوس ایسی محبت پر۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔

چوتھی روایت مین جو کتاب الاختصاص سے بیان کی گئی ہے یہ لکھا ہے کہ بعد اس کے کہ علی مرتضی فاطمہؓ کو چالیس دن تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر لیکر پھرے اور کسی نے مدد نکی معاذ بن جبلؓ سے و بدو فاطمہؓ سے گفتگو ہوئی وہ اون سے خفا ہو کر چلی آئین تو علی مرتضی رضؓ نے فاطمہؑ سے کہا کہ ابو بکر نرم دل ہین اون سے جاکر فدک مانگو کہ وہ اپنا ہی سمجھکر دیدین چنانچہ وہ گئین اور اون کے سطر حیر مانگنے سے ابو بکر نے فدک کی سند لکھدی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر کچھ سوال و جواب نہوا تھا بلکہ ہنسی خوشی سے صرف حضرت فاطمہؑ کے مانگنے پر ابو بکر نے اونھین سند لکھدی تھی لیکن تیسری روایت مین جو بحوالہ مصباح الانوار بحار الانوار سے نقل کی گئی ہے اوسمین فدک کے سند لکھدینے کا بیان دوسرا ہے اور اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابو بکر وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش ہونے پر قائل ہوے اور فاطمہؑ کے دلائل سنکر مجبور تب فدک کی سند فاطمہؓ کو لکھدی اور اوس پر علی اور ام ایمن کی گواہی بھی ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ سند لکھنے کا سبب ابوبکر کا فاطمہؑ کی حجتون سے قائل ہوجانا تھا۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ فاطمہؑ تنہا تشریف نہ لیگئین تھین بلکہ علی اور ام ایمن بھی اونکے ساتھ تھے ورنہ اونکی گواہی
اوس سند پر جو ابوبکرؓ نے لکھی کیونکر ہوتی اور پھر اوس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راہ مین
عمرؓ فاطمہؓ کو ملے اور اون سے پوچھا کہ آپ کہان سے آتی ہین اوبھون نے کہا ابوبکر کے پاس
سے آتی ہون اور اونھون نے مجھے سند بھی فدک کی لکھدی ہے۔ عمر نے کہا اوسے ذرا مجھے تو
دکھا دیجیے آپ نے ویدی۔ عمر نے اوسپر تھوکا اور اوسے مٹا دیا جب آگے بڑھین تو علی سے ملے
تو اونھون نے فاطمہؑ سے پوچھا کہ آپ اسوقت اتنی خفا کیون ہین تب اونھون نے بیان کیا کہ
عمر نے اونکے ساتھ کیا کیا اوسپر حضرت علیؓ نے فرمایا مارکبوا منی ومن ابیک اعظم من
ھذا فمرضت کہ ان لوگون نے اس سے بڑھکر میرے اور تمھارے باپ کے حق مین اور
دوسری بات نہین کی۔ اور پھر آپ بیمار ہوگئین۔ اس مین ایک تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ سند
لکھنے کے وقت تو علی اور ام ایمن موجود تھے پھر وہ فاطمہؓ کے ساتھ گھر تک کیون نہین آئے کیا
وہ وہان رہگئے یا اور کہین چلے گئے اور فاطمہؑ کو تنہا روانہ کردیا۔ دوسری اسمین یہ ذکر نہین ہے کہ
عمر نے فاطمہؑ کو طمانچہ مارے اور لاتین لگائین اور محسن سقط ہوگئے۔ کیونکہ علی نے صرف اون کو
غصہ مین پایا اور مارکبوا منی ومن ابیک اعظم من ھذا کہکر چپ ہوگئے۔ اس سے
تکذیب اوس ظلم وستم کی ہوتی ہے جو فاطمہؑ کی نسبت عمرؓ کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔

چھٹی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی وہ سب سے زیادہ اہم اور قابل
غور ہے اور اوس سے ہبۂ فدک کے دعوی کی تکذیب ایسی ثابت ہوتی ہے کہ بغیر اسکے کہ
خود اس روایت کو جھوٹا کہا جاے اور یہ خطبہ وضعی قرار دیا جاے دوسرا جواب کوئی بن نہین
پڑتا۔ اور اسی واسطے علماے امامیہ کو اسمین بہت دقت پیش آئی ہے اور نہایت حیران
وششدر ہوکر اوسکے متعلق ایسی باتین بنائی ہین کہ جنکو کوئی شخص مان نہین سکتا۔ اس
روایت کی تکذیب تو علماے امامیہ کر نہین سکتے اسلیے کہ اول تو وہ نہایت صحیح روایتو نمین

سے ہے۔ دوسرے اوس روایت کی بنیاد پر بہت بڑی عمارت صحابہ کے ظلم و ستم کی کھڑی کی ہے وہ اس روایت کے غیر معتبر کہنے سے سب ڈھی جاتی ہے۔

خطبہ کی صحت اور عظمت جو شیعون کے نزدیک ہے وہ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ علماے امامیہ نے اوسکی صحت کی نسبت بہت بڑھے دعوی کیے ہین اور نہ صرف اپنی روایتون سے اوسے بیان کیا ہے بلکہ سنیون کی کتابون سے بھی اوسکے ثابت ہونیکی بہت کوشش کی ہے۔ ملا باقر مجلسی اوسکی نسبت فرماتے ہین اعلم ان ہذہ الخطبۃ من الخطب المشہورۃ التی روتھا الخاصۃ والعامۃ باسانید متظافرۃ کہ اسے سمجھ لو یہ خطبہ مشہورترین خطبون مین سے ہے جسکو شیعہ اور سنی دونو نے معتبر اسناد سے بیان کیا ہے۔ اور کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مین جو خاص اسی خطبہ کی شرح کے لیے لکھی گئی ہے اور ایران مین چھپی ہے اوسکے صفحہ ۱۲ مین لکھا ہے والاحتجاج المشہور کالنور علی الطور المسطور فی کتاب مسطور فی رق منشور المعروف بخطبۃ تظلم الزہراء التی مقصودنا من ہذا الکتاب شرحہا وکل ما ذکر الی ہنا کان مقدمۃ بالنسبۃ الیہا ونحن نشرع الان فی ایراد تلک الخطبۃ الشریفۃ المشتملۃ علی الایات البینات والبراہین الساطعات والحجج الواضحات والدلائل القاطعات۔۔۔۔ الی قولہ وبالجملۃ لا اشکال ولا شبہۃ فی کون الخطبۃ من فاطمۃ الزہراء وان مشائخ ال ابی طالب کانوا یروونہم عن ابائہم ویعلمونہا ابنائہم ومشائخ الشیعۃ کانوا یتدارسونہا بینہم ویتداولونہا بایدیہم والسنتہم اور پھر اسکی فصاحت کی نسبت لکھتے ہین تلک الخطبۃ الغراء الساطعۃ عن سیدۃ النساء التی تحیر من العجب منہا والاعجاب بہا احلام الفصحاء والبلغاء خلاصہ اس کا یہ ہے کہ منجملہ اون حجتون کے جو حضرت فاطمہ ؑ نے ابوبکر سے کین ایک وہ مشہور حجت ہے کہ گویا وہ طور کی روشنی ہے اور لوح محفوظ مین لکھا ہے یعنی وہ خطبہ جو تظلم زہرا کے نام سے مشہور ہے اور جسکی

شرح ہم اس کتاب مین لکھنا چاہتے ہین - اور وہ خطبہ مشتمل ہے کھلی نشانیون اور روشن دلیلون اور واضح حجتون اور قطعی برہانون پر - اور جسکی صحت مین کچھ بھی شبہ نہین ہے اور بزرگان آل ابی طالب ہمیشہ اوسے اپنے آبا و اجداد سے روایت کرتے اور اپنی اولاد کو سکھلاتے چلے آئے ہین اور مشائخ شیعہ کے درس مین وہ رہا ہے اور وہ ہمیشہ اوسے اپنے ہاتون اور زبانون مین رکھتے چلے آئے ہین۔

جبکہ یہ خطبہ شیعون کے نزدیک ایسا صحیح ہے اور کالنور علی الطور سمجھا جاتا ہے تو جو کچھ اوس سے ثابت ہو کہ فاطمہ ؑ نے اوسمین یہ بیان کیا اور فلان چیز کا دعوی فرمایا اوسی کو موافق شیعون کے عقیدے کے صحیح سمجھنا اور جس کا اوسمین ذکر نہوا اوسکو غلط جاننا چاہیے - اسیلیے ہم اس کتاب کے ناظرین سے خصوصًا علماے امامیہ سے امید کرتے ہین کہ اسپر غور فرمائین کہ سارے خطبہ مین کہین اس بات کا ذکر نہین ہے کہ حضرت فاطمہ ؑ نے فرمایا ہو کہ تمنے فدک مجھسے چھین لیا - یا میرے باپ نے مجھے وہ ہبہ کیا تھا - یا وہ میرے قبضہ مین تھا نہ صراحۃً نہ اشارۃً ہبہ کا نام اسمین آیا ہے - جو کچھ اسمین بیان کیا گیا ہے وہ صرف متعلق میراث کے ہے اور جو کچھ ظلم و ستم کا استغاثہ کیا ہے وہ اسی بات پر ہے کہ ترکہ نبوی نہین دیا گیا - اور جو حجتین اور دلیلین اسمین حضرت سیدۃ النساء نے بیان کی ہین مثل وَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ وغیرہ کے وہ سب متعلق میراث کے ہین سا گر فدک درحقیقت پیغمبر خدا صلعم نے آپ کو ہبہ کیا ہوتا اور وہ آپ کے قبضہ مین ہوتا اور ابوبکر صدیق ؓ نے آپ کا قبضہ اوٹھا کر اوسپر اپنا قبضہ کر لیا ہوتا تو کیا ممکن تھا کہ اسمین اوسکا کچھ بھی ذکر نہ کیا جاتا اور ایسی بڑی بات جو صراحۃً شرع اور عقل اور قانون اور عام برتاؤ کے خلاف تھی یعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے لے لینا خلیفۂ وقت سے واقع ہوتی اوسکا اظہار مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کے سامنے نکیا جاتا۔

یہ خطبہ جو حضرت فاطمہ ؑ نے بیان فرمایا طول مین دو جزو سے کم نہین ہے اور فصاحت اور بلاغت مین ہم پلہ قرآن سمجھا گیا ہے اور صحابہ کے ظلم و ستم کا گویا وہ پورا نقشہ ہے اور

اوس وقت یہ فرمایا گیا ہے جبکہ تمام مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی ابوبکر کے پاس موجود تھے۔ اور ایسے دردانگیز لفظون مین بیان کیا گیا کہ سننے والے رونے اور چیخنے لگے تھے تو کیا یہ بات سمجھ مین آتی ہے کہ ایسے موقع اور محل پر حضرت فاطمہؓ اوسی چیز کو بیان نفرماتین جو سب سے زیادہ ضروری اور سب سے بڑھکر اونکی مظلومیت اور خلیفہ وقت کے ظلم کو ثابت کرنیوالی تھی۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑی بات تھی کہ ایسے موقع پر اس خطبہ مین ہبہ کا ذکر نکیا گیا اسلیے علماے امامیہ کی توجہ اس طرف مائل ہوئی اور اونھون نے بھی اس امر کو ضروری سمجھکر اسکے جواب کی فکر کی اور بمصداق الغریق یتشبث بکل حشیش جو کچھ اوسکے جواب مین کہا وہ سراسر لغو اور بالکل بیہودہ ہے جسے کوئی بھی نہین مان سکتا۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار مین اسی خطبہ کی شرح مین ایک مقام پر فرماتے ہین اعلم انہ قد وردت الروایات المتظافرۃ کما ستعرف فی انہا ادعت فدکا کانت نحلۃ لہا من رسول اللہ صلعم فلعل عدم تعرضہا فی ھذہ الخطبۃ لتلک الدعوی لیاسہا عن قبولہم ایاہا اذ کانت الخطبۃ بعد ما رد ابوبکر شہادۃ امیر المومنین ومن شہد معہ وقد کانت المنافقون الحاضرون معتقدین بصدقہ فتمسک بحدیث المیراث لکونہ من ضروریات الدین یعنی روایات مستند جیسا کہ تمکو عنقریب معلوم ہوگا اس باب مین وارد ہوئی ہین کہ حضرت فاطمہؓ نے فدک کے ہبہ ہونے کا رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعوی کیا تھا۔ پس آپ کا اس خطبہ مین دعوی ہبہ فدک سے تعرض نکرنا شاید اس خیال سے ہوگا کہ آپ اوس دعوی کے قبول ہونے سے مایوس ہوگئی ہونگی۔ اسلیے کہ یہ خطبہ بعد رد کرنے ابوبکر کی شہادت امیر المومنین کو مع اور شاہدون کے ہوا تھا۔ اور جو منافق اوسوقت موجود تھے وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے اسلیے حضرت فاطمہؓ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

یہ جواب جیسا کہ اسکے لفظون سے ظاہر ہے ایسا ہے کہ خود جواب لکھنے والے اور

اون کے ہم مذہب دل سے اوسے قبول نکرتے ہون گے اور جو روایتین ہم اوپر نقل کر چکے اکثر اونمین سے اس جواب کی غلطی ظاہر کرتے ہین۔ اس جواب مین جو یہ لکھا ہے کہ خطبہ حضرت سیدہ رض نے اوسوقت بیان کیا جبکہ امیر المومنین اور دیگر گواہون کی شہادت ابو بکر نے رد کردی تھی یہ صحیح نہین ہے۔ اسلیے کہ اس خطبہ کی روایت سے یہ بات ثابت نہین ہوتی کہ بعد تردید شہادت کے یہ خطبہ بیان کیا گیا ہو۔ بلکہ جو روایت احتجاج طبرسی سے ہمنے بیان کی اوسکے ابتدائی الفاظ یہ ہین روی عبد اللہ الحسن باسنادہ عن آبائہ انہ لما اجمع ابوبکر علی منع فاطمۃ فدک وبلغہا ذلک لاثت خمارہا الخ کہ جب ابو بکر رض نے ارادہ کرلیا کہ فدک سے فاطمہ رض کو محروم کرین اور یہ خبر حضرت فاطمہ رض کو پہونچی تو اونھون نے اوڑھنی اوڑھی اور چادر لپیٹی اور اپنے نوکرون اور قوم کی عورتون کو ساتھ لیکر ابو بکر کے پاس آئین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رض کا ابو بکر رض کے پاس یہ تشریف لانا اول ہی مرتبہ تھا اور اوس کا باعث صرف اوس خبر کا پہونچنا تھا جو اونکو ابو بکر رض کے ارادہ کی پہونچی کہ وہ فدک نہین دینا چاہتے۔ یا اوسپر تصرف رکھنے سے مانع آتے ہین۔ اور چونکہ اس روایت مین اس بات کی تصریح نہین ہے کہ یہ خبر کیونکر پہونچی اسلیے ظاہر ہے کہ جواب مین جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعد تردید شہادت کے حضرت فاطمہ رض تشریف لیگئین صرف قیاسی ہے۔ مگر یہ قیاس صحیح نہین معلوم ہوتا اسلیے کہ الفاظ بلغہا ذلک یعنی "جب یہ خبر فاطمہ رض کو پہونچی" اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ اس سے پیشتر حضرت فاطمہ رض کو کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شہادت علی اور ام ایمن وغیرہ کی بغیر اونکی اطلاع کے بلکہ بغیر اونکی طلب کے نہین ہوئی۔ جیساکہ دوسری روایت مین جو ہمنے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے بیان کیا گیا ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہ رض فدک مانگنے کے لیے ابو بکر کے پاس آئین اونھون نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تم سوائے سچ کے کچھ نکہوگی لیکن گواہ لاؤ۔ اوسپر وہ علی رض کو لیگئین اور پھر ام ایمن کو۔ اور چوتھی روایت سے جو ہم نے کتاب الاختصاص سے بحوالہ بحار الانوار نقل کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول حضرت فاطمہ رض

ابو بکرؓ کے پاس آئین اور میراث کا مطالبہ کیا اور جب ابو بکر نے یہ جواب دیا کہ پیغمبرون کا کوئی وارث نہین ہوتا تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائین۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو سلیمانؑ داود کے کیون وارث ہوے اور اوسی کتاب الاختصاص کی روایت مین یہ بھی بیان ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کو خبر ہوئی کہ اونکے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب وہ ابو بکرؓ کے پاس آئین اور اون سے کہا کہ تمنے میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اوسپر میرے گواہ موجود ہین۔ پس یہ سب روایتین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ایک مرتبہ بلکہ دو مرتبہ اس کے پہلے ہوا ہوگا اور اس مین تو کچھ شبہ ہی نہین کہ شہادت خود اونھون نے پیش کی اور اونکے سامنے ابو بکرؓ نے اوسے رد کیا اور اسپر وہ خفا ہوئین۔ تو یہی وقت تھا کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ کو فرمانا تھا فرماتین اور جو کچھ ملامت کرنی تھی وہ شیخین اور اصحاب پر کرتین۔ اوس واقعہ کی نسبت جو اونکے سامنے ہوا ہو کون کہہ سکتا ہے کہ اوسکی خبر فاطمہؓ کو پہونچی اور وہ ابو بکر کے پاس گئین اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ یہ تو اوسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ شہادت بغیر اونکی اطلاع کے یا اونکے پیچھے ہوئی ہوتی اور اونکی غیبت مین ابو بکرؓ نے اوسے رد کیا ہوتا۔ اور پھر اسکی خبر کسی نے حضرت فاطمہؓ کو دی ہوتی اور اوسے سنکر اونھین جوش آیا ہوتا اور وہ ابو بکرؓ کے پاس تشریف لیگئی ہوتین اور یہ خطبہ بیان کیا ہوتا۔ واذ لیس فلیس۔

علاوہ اسکے تیسری روایت جو مصباح الانوار سے ہمنے بیان کی اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ ابو بکرؓ کے پاس گئین اور اون سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتون کے ابو بکر نے قائل ہو کر فدک کی سند لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اوسپر گواہی بھی ہوئی۔ مگر جب حضرت فاطمہؓ باہر تشریف لائین تو عمرؓ نے لیکر اوسے چاک کر دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہان تک معاملہ کا تعلق حضرت ابو بکرؓ سے تھا وہ حسب مرضی جناب سیدہؓ کے طے ہو گیا تھا اور اونھون نے سند بھی لکھکر آپ کے حوالہ کر دی تھی جو کچھ ظلم ہوا وہ عمرؓ کی طرف سے ہوا۔ ایسی حالت مین قیاس مقتضی اس کا ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کو شکایت ہوتی تو وہ ابو بکرؓ کے پاس پس آپ

تشریف لاتین اور فرماتین کہ تمنے میری حجتین سنکر میرے دعوی کو تسلیم کیا اور مجھے سند بھی لکھدی مگر تمھارے رفیق نے اوسے چاک کردیا۔ غرضکہ جو کچھ شکایت کرتین وہ عمرؓ کی کرتین اور اگر ابوبکر نہ سنتے تو صحابہ سے شکایت کرتین اور اون سے فرماتین کہ دیکھو جنکو تمنے خلیفہ کیا ہے اور جو مسلمانون کے سردار بنے ہین اونکی یہ حالت ہے کہ ابھی مجھے سند فدک کی لکھدی اور اون کے رفیق نے اوسے پھاڑ ڈالا اور اب یہ اوسکے ساتھ ہوگئے اور اوسکے کیے کو تسلیم کرلیا یہ کیسا ظلم ہے اور یہ کیسے خلیفہ ہین۔ اگر ایسا فرماتین تو ضرور اصحاب نبی کو جوش آتا اور ابوبکر پر اعتراض کرتے اور عمرؓ کو برا بھلا کہتے۔ اور اگر سب ایسا نکرتے تو کم سے کم وہ لوگ جو رفقاے علی مین سے تھے اور ظاہرا یا باطنا اہل بیت کے طرف دار اونکو موقع ملتا اور فاطمہؑ کی تائید مین بہت کچھ کہتے اور ابوبکرؓ و عمرؓ پر ملامت کرتے۔ یہ باتین جو قرین قیاس ہین وہ تو چھوڑ دی گئین اور رہا تو یہ ہوا کہ حضرت فاطمہؑ پھر ابوبکر کے پاس گئین۔ اور اون سے حجت کی تو صرف میراث کی اور دلیل پیش کی تو صرف ترکہ کے متعلق۔ ان واقعات مین سے کسی واقعہ کا ذکر نکیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا جانا ابوبکرؓ کے پاس بعد تردید شہادت یا بعد تحریر سند یا بعد کسی قسم کی اطلاع کے جو اونکو اول سے ملی ہو نہ تھا۔ بلکہ پہلی ہی خبر جب اونکو ملی تو وہ غصہ مین آئین اور نہایت غیظ وغضب کی حالت مین مع خدام اور زنان بنی ہاشم کے تشریف لیگئین اور صرف میراث کے ندینے پر فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔

علاوہ اسکے پانچوین روایت جو مفضل ابن عمر نے امام جعفر صادق سے بیان کی ہے اور جسے ہم بحار الانوار سے نقل کرچکے ہین ملا باقر مجلسی کے جواب کو بالکل باطل کرتی ہے اسلیے اوسمین فاطمہؑ کا ابوبکرؓ کے پاس جانا اپنی مرضی سے بیان نہین کیا گیا بلکہ حضرت علیؑ کے فرمانے سے کیونکہ اوس روایت مین لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے کہ مین اوسکو ادا کرونگا اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا تو علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ ابوبکر کے پاس جاکر فدک کا ذکر کرو فاطمہؑ نے اوسے

فدک اور خمس اور فئے کا ذکر کیا ابو بکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ اسپر اول تو فاطمہؑ نے بہت کچھ دلیلین پیش کین اور قرآن کی آیتین اپنے دعوی کی تصدیق مین بیان فرمائین مگر جب عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتین چھوڑو اور گواہ لاؤ۔ اوسپر آپ نے علیؓ اور حسنینؑ اور ام ایمن اور اسما کو بلوا بھیجا اور ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی جب وہ شہادتین رد کی گئین تو اوسوقت علیؓ نے فرمایا کہ فاطمہؑ ایک جزو رسول کی ہین جو اونکو ایذا دیگا وہ رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتا ہے اور جو اونکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرتا ہے۔ اسپر عمرؓ نے کہا کہ جو تم اپنی تعریف کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن اون لوگون کی شہادت جسمین اونکا فائدہ ہو مقبول نہین تو علی نے کہا کہ جب ہم ایسے ہین جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہین کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لیے مقبول نہین تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور پھر اسی پر قناعت نہین فرمائی بلکہ جناب امیر نے اونکو برا بھلا بھی کہا اور یہ فرمایا کہ تم لوگون نے خدا اور اوسکے رسول کی سلطنت پر جیت کی اور اوسے اوسکے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکال دیا۔ قریب ہے کہ ظالمون کو اپنے ظلم کا بدلہ معلوم ہوجاے اور یہ آیت پڑھی وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا وَھُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ واقعہ گذرا وہ جناب امیرؓ اور حضرت سیدہؑ کے سامنے گذرا اور دونوسے حجتین ہوئین اور دونو نے قرآنی دلائل پیش کیے اور دونو نے جو کچھ کہنا تھا کہا اور جبکہ اونکا دعوی نہ سنا گیا اور اونکی دلیلین رد کردی گئین اور اونکی شہادتین جھٹلائی گئین تو خود جناب امیرؓ نے جناب سیدہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا۔ وھو خیر الحاکمین۔ تو اسکے بعد کونسا موقع باقی رہا تھا کہ حضرت فاطمہؑ دوبارہ یا سہ بارہ تشریف لاتین اور میراث کے دعوی پر دلائل پیش کرتین اور صحابہ کو برا بھلا کہتین۔ اور کیونکر یہ بات سچ ہوسکتی ہے کہ جب اونکو خبر ہوئی کہ ابو بکرؓ نے فدک سے اون کو محروم کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تب وہ تشریف لاتین اور خطبہ مین بیان کیا جو کچھ بیان کرنا تھا وہ روایت مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؑ کے مواجہہ مین حضرت علی کرچکے تھے اور ابو بکر و عمرؓ کو

ظالم اورخدا اور رسول کی سلطنت کا غصب کرنیوالا علی رؤس الاشہاد کہہ چکے تھے ۔ اوس جلسہ مین کونسی بات تھی جو اوٹھا رکھی گئی تھی جسکے لیے حضرت فاطمہؑ کو پھر تکلیف فرمانے اور ایسے طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنیکی ضرورت باقی رہگئی تھی۔

پانچوین روایت کتاب الاختصاص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تین مرتبہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئین ۔ اول مرتبہ تو یہ خبر پاکر کہ اونکا وکیل فدک سے نکال دیا گیا ۔ دوسری مرتبہ حضرت علیؓ کے فرمانے سے آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لیے ۔ اور تیسرے مرتبہ پھر حضرت امیرؑ کے کہنے پر کہ جب ابوبکر تنہا ہون تب جاؤ کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ نرم دل ہین پس جو کچھ حضرت سیدہؑ کو فرمانا تھا وہ انھین تین موقعون مین سے کسی موقع پر فرمانا چاہیے تھا مگر پہلی مرتبہ تو اس خطبہ کا ارشاد فرمانا ثابت ہی نہین ہوسکتا ۔ اسلیے کہ ابوبکر کا یہ جواب کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا سنکر خود حضرت سیدہؑ کے خیال مین نہین آیا کہ اسکا کیا جواب دین بلکہ وہ سیدھی جناب امیرؑ کے پاس چلی آئین اور اون سے سارا حال کہا اور اونھون نے فرمایا کہ تم جاؤ اور وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی دلیل پیش کرو ۔ تو یہ دلیل جسکا خطبہ مین ذکر ہے ابتدائی تقریر مین بیان کیا جانا اوسکا ثابت نہین ہوسکتا ۔ اسلیے کہ یہ دلیل حضرت فاطمہؑ کے خیال مبارک مین نہ آئی تھی بلکہ حضرت علیؓ نے سکھائی تھی اور اونکی تعلیم کے موافق آپ دوبارہ تشریف لیگئین تھین ۔ دوسری دفعہ بھی اس خطبہ کا بیان فرمانا بعید از قیاس ہے اسلیے کہ اوسوقت اور اوسی جلسہ مین بعد وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کے پیش کرنے کے ابوبکرؓ نے شہادت مانگی ۔ اور حضرت سیدہؑ نے علیؑ اور ام ایمن کو بلاکر شہادت دلائی ۔ اور جو کچھ اوسکے بعد ہوا وہ سب مقابلہ مین حضرت امیرؑ اور جناب سیدہؑ کے ہوا ۔ اور اخیر مین حضرت فاطمہؑ عمرؓ کے اس کہنے پر کہ ایک عورت کی گواہی مقبول نہین ہوسکتی اور علیؓ شہادت سے اپنا نفع چاہتے ہین غصہ مین آکر اوٹھ کھڑی ہوئین اور یہ کہکر اللھم انھما ظلما ابنۃ نبیک صلی اللہ علیہ وآلہ حقھا فاشدد وطأتک علیھما ثم خرجت کہ الٰہی ان دونون نے تیرے نبی کی

بیٹی پر ظلم کیا اور اوس کا حق چھین لیا تو ان پر اپنا سخت عذاب نازل کر۔ اور پھر چلی گئین۔ اگر خطبہ فرمانے کے لیے اسکے بعد تشریف لانا بیان کیا جاے تو وہ ہو نہین سکتا اسلیے کہ اسی روایت مین یہ لکھا ہے کہ اسکے بعد حضرت علیؓ چالیس روز تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر فاطمہؓ کو لیے پھرے اور معاذ بن جبلؓ سے گفتگو بھی ہوئی اور جب کسی نے مدد نکی تب علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم ابو بکرؓ کے پاس جاؤ جبکہ وہ تنہا ہون۔ اور یہ گویا تیسرا موقع تھا جبکہ فاطمہؓ ابو بکرؓ کے پاس گئین۔ اسمین اوس فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنیکا کوئی محل ہی نہ تھا اسلیے کہ اس موقع پر ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی کے مواقق سند لکھدی تھی۔ اور اسکے بعد چوتھا موقع جانے کا اور اس فصیح خطبہ کے پڑھنے کا باقی ہی نرہا تھا۔ اسلیے کہ جناب سیدہ رضؓ اوس ضرب شدید کیوجہ سے کہ عمرؓ نے ماری اور جس سے حمل ساقط ہوگیا ایسی بیمار ہو گئین کہ اوسی مین انتقال فرمایا۔

غرضکہ جو شخص ذرا بھی غور سے ان روایتون کو دیکھے اور ایک کو دوسری سے ملاوے اوسے اس بات کے تصفیہ کرنے مین کچھ شبہ نہین رہسکتا کہ ہبہ کا دعوی چونکہ اسی خطبہ مین بیان نہین کیا گیا اسلیے وہ دعوی جھوٹا ہے۔ اسلیے کہ حضرات امامیہ اس خطبہ کے جھوٹا ہونیکا اقرار نکرین گے اور جب اس خطبہ کو جھوٹا نہ مانین تو ہبہ کے دعوی کے غلط ہونے مین کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

ملا باقر مجلسی اس اشکال کے جواب مین کہ ہبہ کا ذکر اس خطبہ مین کیون نہین ہوا یہ بھی فرماتے ہین کہ جو منافق حاضر تھے وہ ابو بکرؓ کے صدق کے معتقد تھے اسلیے فاطمہؓ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے تھا۔ یہ جواب بھی حیرت انگیز ہے اسلیے کہ اگر حدیث میراث سے تمسک کرنا صرف اسلیے تھا کہ وہ ضروریات دین سے تھا اور سامعین پر اوسکا اثر ہوتا تو ہبہ کا دعوی اوس سے زیادہ اہم اور القبض دلیل الملک کی دلیل حدیث میراث سے کچھ کم ضروریات دین سے نہ تھی۔ بلکہ میراث کے دعوی پر تو ابو بکرؓ کو موقع بھی ملا کہ پیغمبر خدا صلعم کے قول کی سند پر میراث کے عام حکم سے ترکہ نبوی کو مستثنی کر دیا اور جو منافق حاضر تھے اور ابو بکرؓ کے صدق کے معتقد اونھون نے اس روایت مین اونھین سچا جانکر اونکی کارروائی کو جائز قرار دیا لیکن اگر حضرت فاطمہؓ

ہبہ کا دعوی فرماتین اور القبض دلیل الملک کے موافق اپنے قبضہ سے فدک کی ملکیت پر دلیل پیش کرتین تو اسکا کوئی جواب ابوبکرؓ کے پاس نہ تھا اور نہو سکتا تھا اور سامعین اونکے ظلم وستم کے قائل ہوجاتے۔ اور حضرت سیدہؑ کے دعوی کی تصدیق کرتے۔ اور سب چلا اوٹھتے اور پکارنے لگتے کہ القبض دلیل الملک ضروریات دین سے ہے۔ اور فاطمہؑ کا قبضہ اوٹھا دینا اور اونکے وکیل کو نکالدینا صریح ظلم ہے۔ اور اگر وہ اپنے نفاق اور ابوبکر کے ساتھ شریک ہونیکی وجہ سے اظہار ایسا نکرتے تو ابوبکرؓ کے ظلم وستم کی حجت تو پوری ہوجاتی۔

وہ واقعہ جو بعد اس خطبہ کے ارشاد اور گھر مین واپس جانے کے واقع ہوا وہ ایسا عجیب اور حیرت انگیز ہے جسکا اثر نہ صرف فدک کے دعوی پر پڑتا ہے بلکہ اصل اصول شیعون کے مذہب کا درہم وبرہم ہوجاتا ہے۔ یعنی جناب امیر اور حضرت فاطمہ کی عصمت کے دعوی پر بہت کچھ موثر ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے حضرات شیعہ اوسمین ایسے حیران ہین کہ نہ کچھ اوس کا جواب بن سکتا ہے نہ کوئی بات اپنے اصول کے قائم رکھنے کے لیے اونکے خیال مین آتی ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ یہ خطبہ ارشاد فرما کر مایوس ہوئین تو اون پر ایسا رنج وغم طاری ہوا کہ وہ سیدھی اپنے باپ کی قبر پر تشریف لیگئین اور وہان جاکر بہت کچھ بین کیا اور دردانگیز اشعار پڑھے اور بہت روئین۔ اور پھر وہان سے گھر کو لوٹین حضرت امیرالمومنینؑ اون کے انتظار مین بیٹھے تھے آتے ہی آپ نے جناب امیر سے یہ خطاب کیا کہ جسطرح بچہ مان کے پیٹ مین پوشیدہ ہوتا ہے اوسی طرح تم پردہ نشین ہوگئے ہو اور مثل ڈرے ہوے تہمت زدون کے گھر مین چھپ رہے ہو۔ اور بعد اسکے کہ زمانہ کے شجاعون کو ہلاک کیا اور اون کے کثرت کی پروا نکی اور اون کی شوکت کو خاک مین ملایا اب ان نامردون اور ذلیلون سے مغلوب ہوگئے ہو۔ ابو قحافہ کا بیٹا ظلم وجبر سے میرے باپ کی بخشی ہوئی چیز اور میرے بیٹون کی معاش مجھسے چھینے لیتا ہے۔ اور باواز بلند مجھسے جھگڑا کرتا ہے۔ انصار میری مدد نہین کرتے اور مہاجرین نے اپنے آپ کو علیحدہ کرلیا ہے۔ اور تمام آدمیون نے آنکھین بند کرلی ہین نہ اونکا کوئی دفع کرنیوالا ہے نہ میرا مددگار

خشمناک مین باہر گئی اور غمناک واپس آئی ۔ تمنے اپنے آپ کو ذلیل کیا ۔ بھیڑیے پھاڑتے ہین اور تم اپنی جگہ سے ہلتے نہین ۔ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے مین مر گئی ہوتی ۔ افسوس میرے حال پر جسپر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا ۔ اور میرا مددگار سُست ہو گیا اسکا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہون اور میری فریاد خدا سے ہے فقط۔

اس بیان سے آپکے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر المومنین ؑ نے کچھ بھی آپ کی مدد نہین فرمائی اور اس تمام مصیبت کے وقت مین آپ گھر مین چھپے بیٹھے رہے جو کچھ کیا وہ حضرت سیدہ ؑ نے خود ہی کیا وہی دعوی کرنے کے لیے تشریف لیگئین اونھین نے سوال و جواب کیے اونھین نے جو کچھ سنانا تھا سنایا اور جو کچھ کہنا تھا کہا ۔ اور جیسا کہ فرماتی ہین خشمناک باہر گئی اور غمگین واپس آئی ۔ اور جناب امیر نے اپنے آپ کو مثل جنین پردہ نشین کر لیا اور اپنے آپ کو ذلیل بنا لیا ۔ بھیڑیون نے پھاڑا اور شیر خدا اپنی جگہ سے نہ ہلے ۔ اور حضرت علی ؑ کے اس طرح پر علیحدہ رہنے سے جناب سیدہ ؑ کو وہ صدمہ پہونچا کہ جسپر فرمانے لگین کہ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے مین مر گئی ہوتی اور اس حالت پر اپنے باپ کو یاد کرنے لگین اور اپنا رنج اس طور پر ظاہر کیا کہ جسپر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور جناب امیر کی مدد نکرنے اور اس کارروائی مین کچھ حصہ نہ لینے پر یہ صدمہ ہوا کہ آخر اون سے نرہا گیا اور حضرت علی ؑ کی نسبت یہ کلمہ زبان سے نکل ہی گیا کہ میرا مددگار سُست ہو گیا مین اسکا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہون ۔

جناب سیدہ ؑ کی اس دردانگیز تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایتین جن مین بیان کیا گیا ہے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ مین ابو بکر رض کے پاس گئے اور اون سے مباحثہ کیا اور فاطمہ ؑ کے وکیل ہوکے بکال دینے پر ابو بکر صدیق رض کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور نہایت قوی دلیلون سے اونکا ظلم و ستم ثابت کیا وہ سب جھوٹی ہین ۔ خصوصاً وہ روایتین جنمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ رض کے مواجہہ مین جناب امیر نے شیخین رض سے مباحثہ کیا اور ملامت کی ۔ اور جب اونھون نے کچھ نہ سنا تو یہ کہکر کہ خدا تمھین اسکا بدلہ دیگا اور آیہ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ سنا کر

رنج اور غصہ مین اوٹھ کر چلے آئے جھوٹی اور بے بنیاد ہین۔ اسلیے کہ اگر حضرت علی نے ایسا کیا ہوتا اور ابوبکر رض
و عمر سے حجتین کی ہوتین توکیون حضرت فاطمہ ابوبکر کی مجلس سے واپس آ کر حضرت علی رض پر اپنا رنج و غصہ ظاہر
کرتین اور باوجود عصمت و طہارت کے وہ کلمات ارشاد فرماتین جنکا معمولی آدمیون کی زبان سے نکلنا بھی
متانت اور ادب اور صبر کے خلاف ہے۔ کیا حضرت علی ع کی اون کوششونکا جو اونھون نے فدک کے
معاملہ مین کین اور اون مدلل تقریرون کا اور اون لاجواب مباحثون کا جو اونھون نے ابوبکر و عمر سے کیے
اگر سچ مانین جائین یہی نتیجہ ہوتا کہ حضرت سیدہ گھر مین آ کر ایسے وقت مین جبکہ کوئی سوائے علی رض کے
سننے والا نہوا اون سے یہ فرمائین کہ "مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان در خانہ گریختہ و بعد
ازان کہ شجاعان دہر را برخاک ہلاک افگندی مغلوب این نامردان گردیدہ اینک پسر ابوقحافہ بظلم و جبر
بخشیدہ پدرم او معیشت فرزندانم را از من می گیرد و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود را بہ پناہ کشیدہ اند
نہ دفعی وارم و نہ یاوری و نہ شافعی۔ خشمناک بیرون رفتم و غمناک بر گشتم خود را ذلیل کردی۔ گرگان میدزم
و می برند و تو از جای خود حرکت نمیکنی کاش پیش ازین مذلت و خواری مردہ بودم"

اگرچہ درصورت اسکے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ مین سوال وجواب کرنے کے لیے تشریف لیگئے
ہوتے یہ خطاب اور یہ ارشاد حضرت سیدہ کا تعجب انگیز ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا آپنے غصہ
اور رنج مین حضرت علی سے وہ فرمایا جو صحیح نہین تھا یا جناب امیر کی کوششین آپکے نزدیک کافی نہ تھین۔
مگر جناب امیر کا جواب اس سے بڑھکر حیرت انگیز ہے۔ اسلیے کہ درصورت صحیح ہونے اون روایتون کے
جنمین حضرت علی رض کے جانیکا ذکر ہے آپ کو اسطرح سے جناب سیدہ کو تسلی دینی تھی کہ تم اسوقت غصہ
اور رنج مین واقعات کا خیال نہین کرتین اور میری کوششون کی کافی قدر نہین کرتین مین نے کونسا
دقیقہ اوٹھا رکھا ہے اور کونسی کوشش جو مجھے کرنی تھی وہ باقی ہے۔ تمھارے وکیل کے نکال دینے
کی خبر سنتے ہی مین ابوبکر و عمر کے پاس گیا اور بین المہاجرین والانصار اون سے لڑا اور تمام حجتین اونکے
سامنے پیش کین اور ہر طرح سے اونھین قائل کیا۔ اور پھر کیا یہ بات تم بھول گئین کہ آپ کے سامنے
شہادت دینے کے بعد مین نے اون سے کیسی مدلل گفتگو کی اور جب اونھون نے نہ سنا تو مین نے

بر ملا اونھین ظالم و گنہگار ٹھہرایا اور خدا کے عذاب سے بھی اونھین ڈرایا اور تمھین اپنے ساتھ لیکر اپنے گھر چلا آیا۔ اس سے زیادہ مین اور کیا کر سکتا تھا مگر بجاے اسکے کہ ان واقعات کو یاد دلاتے فرمایا تو یہ فرمایا کہ صبر کرو۔ تمھارا اور تمھاری روزی کا خدا ضامن ہے اور خداوند تعالی نے آخرت مین جو تمھارے لیے مہیا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان بدبختون نے تمسے چھین لیا۔

اب سنیے کہ اسکا جواب حضرات شیعہ کیا دیتے ہین اور اس مشکل سے نکلنے مین کیسے کچھ ہاتھ پاون مارتے ہین۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۲۳ مین فرماتے ہین کہ اب ہم اس مشکل کو دفع کرتے ہین جو غالبا لوگون کے دلونمین اس سوال و جواب کے سننے سے پیدا ہوئی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اعتراض فرمانا حضرت فاطمہؓ کا جناب امیر المؤمنینؓ پر کہ اونھون نے اونکی مدد نکی اور حضرت سیدہؓ کا جناب امیر کو خطاوار ٹھہرانا باوجود اس بات کے جاننے کے کہ وہ امام ہین اور واجب الاتباع اور معصوم۔ اور باوجود اس بات کے سمجھنے کے کہ اونھون نے کوئی کام نہین کیا الا بحکم خدا اور مطابق وصیت رسول کے جو حضرت سیدہؓ کی عصمت اور بزرگی کے خلاف ہے۔ یہ فرماکر ملا صاحب اسکا یہ جواب دیتے ہین فاقول یمکن ان یجاب عنه کہ ممکن ہے کہ اسکا یون جواب دیا جاے۔ جواب کے آغاز سے پہلے ہی جو الفاظ ملا صاحب نے بیان فرماے وہ خود اس بات کو بتاتے ہین کہ خود ملا صاحب اس جواب کو قابل تسلی و تشفی نہین سمجھتے تھے۔ پھر اس جواب کی تشریح فرماتے ہین بان هذه الكلمات صدرت منها لبعض المصالح الخ یعنی یہ باتین جو آپ نے بیان فرمائین وہ صرف بعض مصلحتون کی وجہ سے تھین ورنہ حقیقت مین کچھ آپ جناب امیرؓ کے کامون سے خفا نہ تھین بلکہ راضی تھین اور اس کہنے سے غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگون کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور اونکے افعال کی شناعت معلوم ہوجاے اور جناب امیر کا سکوت اسلیے نہ تھا کہ آپ ان لوگون کی باتون کو پسند کرتے ہون یا اس سے راضی ہون اور اسطرح کی باتین مصلحتا کہنا عادات اور محاورات مین درست ہین جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی اپنے بعض خواص پر کسی معاملہ مین جو رعیت سے سرزد ہوا ہو عتاب کرے گو وہ جانتا ہو کہ وہ خواص اس گناہ سے بری ہے مگر اس عتاب سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ گنہگار رعیت کے جرم کی عظمت لوگون پر معلوم ہوجاے۔ اور مثال

اسکی حضرت موسیٰؑ کا فعل ہے کہ جب وہ اپنے قوم کیطرف غصہ مین لوٹے اور تختیان پھینک دین اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑ کے اپنی طرف کھینچی اس سے کچھ غرض اونکی ہارونؑ پر عتاب ظاہر کرنا نہین تھا بلکہ لوگون کو بتانا کہ وہ سمجھ جائین کہ اونکی خطا کیسی عظیم ہے۔ اور اونکا جرم کیسا شدید ہے۔ آپ کا غصہ اور رنج کی شدت مین جناب امیرؓ سے اس قسم کی باتین کرنا باوجودیکہ آپ جناب امیرؑ کی کارروائی کی حقیقت سے خوب واقف تھین کچھ آپکی عصمت اور عظمت کے خلاف نہین ہے جسکے ادراک سے بندون کے ذہن عاجز ہین۔

اسی جواب کو حق الیقین مین ان لفظون سے بیان کیا ہے "مؤلف گوید کہ درین مقام تحقیق بعضی از امور ضرورست۔ اول دفع شبہ چند کہ ممکن ست در خاطرہا خطور کند۔ اگر کسی گوید کہ اعتراض فاطمہؑ بر حضرت امیرؑ باوجود عصمت ہر دو چہ صورت دارد جواب گوئیم کہ این معارضہ محمول بر مصلحت ست از برای آنکہ مردم بدانند کہ حضرت امیرؑ ترک خلافت برضای خود نکردہ و بغصب فدک راضی نبودہ و در قرآن بسیاری از معاملات با حضرت رسول شدہ و غرض تہدید و تادیب دیگران ست و ازین قبیل ست آنچہ از حضرت موسی صادر شد در وقتیکہ بسوی قوم برگشت و ایشان عبادت گوسالہ کردہ بودند از انداختن الواح و سر و ریش ہارونؑ اگرفتند بہ پیش کشیدند با آنکہ می دانست کہ ہارون تقصیر ندارد تا آنکہ بر قوم ظاہر شود شناعت عمل ایشان۔ و مانند عتابی کہ حق تعالی بہ حضرت عیسی خواہد کرد کہ آیا تو گفتی بمردم کہ مرا و مادر مرا دو خدا بدانید با آنکہ میداند کہ او نگفتہ است و مثل این بسیارست"۔

اور صاحب لمعۃ البیضا بھی قریب قریب اسکی تاویل کرتے ہین کما یقول وما فعلت بالنسبۃ الی علی تلک الجرأۃ والجسارۃ مع علمہا بانہ امام مفترض الطاعۃ ولا یلیق بمثلہ ہذہ المخاطبۃ من مثلہا الا لابداء شناعۃ ما فعلہ ابوبکر من تلک الفعلۃ الفظیعۃ علی الامۃ واثبات کفر العمرین کما فعل موسیٰؑ باخیہ من الاخذ بلحیتہ و الضرب علی راسہ حتی یعلم القوم شناعۃ عبادۃ العجل صفحہ ۳۹۳۔

اور صاحب ناسخ التواریخ اس سوال وجواب کے متعلق یہ فرماتے ہین۔ "مکشوف باد کہ اسرار اہل بیت مستورست از مدرکات امثال ما مردم۔ بلکہ مقدادؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ با منزلت السلمان منا اہل البیت بیرون ادب گام نزنند و در رعیدای خاطر تمنای این طلب نہ کنند۔ و فتی نمیدانم کجا دیدہ ام کہ سلمانؓ در خدمت

امیرالمومنینؑ از غصب خلافت و تقاعد آنحضرت اظہار ضجرتی کرد۔ علیؑ فرمود ہان ای سلمانؓ میخواہی از اسرار
اہل بیت آگاہی بدست کنی بدیہی است کہ بیرون اہل بیت ہیچ آفریدہ را توانائی حمل این بارگران نیست ہمانا فاطمہؑ (کدورت ۱۲)
کہ محدثہ بود و بحکم احادیث صحیحہ بعلم ماکان و مایکون عالم بود لاجرم ازان پیش کہ رسول خدا وداع جہان گوید حوادث
ہائلہ نازل گردد از مخالفت امت در امر خلافت و ضبط فدک و عوالی آگاہی داشت و بحکم عصمت کہ تشریف موہوبۂ
یزدانی ست جز بحکم خدا و رضای علی مرتضی سخنی نمی فرمود سخن او سخن عمل عمران بود و کلمۂ او ودیعۂ خداوند در حمن
دمناعت محل او از ملکوت و ملک رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد۔ و چہ بسیار وقت حسنین را گرسنہ می خوابانید
و بلغۂ یک شبۂ ایشان را بہ سائلی می رسانید مملکت دنیا در چشم او با پر ذبابی بہ میزان نمی رفت فدک و عوالی چیست و حاصل
عوالی کدام ست۔ اگر گوئی این خطاب و خطبہ چہ بود و این ہمہ فزع و شکوہ چہ واجب می نمود و پس در حضرت امیرالمومنین
اظہار جسارت کردن و معذرت جستن با جلباب عصمت بینونت داشت۔ پاسخ این سخن را بدین گونہ ساختگی کنیم
کہ اسرار اہل بیت مستور ست تا شرحی کہ مسطور افتاد و الا آنکہ گوئیم بحکم مدرکات عقول ناقصۂ خود آنحضرت ہمی خواست
کہ ظالم را از عادل و حق را از باطل باز نماید تا آنانکہ خمیر مایۂ فطرت ایشان از ترشحات زلال ولایت بہرہ یافتہ از طریق
ضلالت و غوایت باز شوند و بہ شاہراہ شریعت و ہدایت روند۔ انتہی صفحہ ۹۱۔

ہم اگرچہ ان جوابات کی نسبت ضرورت کچھ بیان کرنیکی نہین دیکھتے اسلیے کہ ہر ایک سمجھدار آدمی خود
ان جوابات سے اوسکی وقعت کا اندازہ کر سکے گا۔ اور اوسے یقین ہو جائیگا کہ بجز اسکے کہ یہ معاملات اسرار امامت
سے سمجھے جائین انسانی فہم سے خارج ہین مگر مختصراً کچھ کہنا مناسب سمجھتے ہین۔

بحارالانوار مین جو جواب ملا باقر مجلسی نے دیا ہے کہ مصلحتاً حضرت سیدہؑ نے حضرت امیرالمومنین سے
ایسی باتین فرمائین۔ اور غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگون کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور اونکے افعال کی
شناعت ظاہر ہو جاوے۔ غالباً ہر شخص اس جواب کو تعجب اور تاسف کی نظر سے دیکھے گا۔ اور سمجھ لیگا کہ جب کچھ
جواب نہ بنا تو بمجبوری بفحواے الغریق یتشبث بکل حشیش یہ سمجھکر کہ کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی چاہیے ملا صاحب نے
جو دل مین آیا وہ لکھدیا مگر اپنا خیال نفرمایا کہ یہ باتین جو حضرت سیدہ نے جناب امیر سے فرمائین وہ گھر مین کہین تھین
جہان سواے آپ کے یا گھر کے لوگون کے کوئی غیر نہ تھا جنکو سنانا منظور ہو۔ اور غیرون کے سنانے کے لیے

کوئی موقع بھی باقی نہ تھا۔ اسلیے کہ نہ جناب امیر نے کوئی دقیقہ ملامت اور الزام کا صحابہ پر اوٹھا رکھا تھا۔ اور نہ
بین المہاجرین والانصار ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ظلم و ستم کی کوئی بات باقی رکھی تھی۔ اور نہ جناب فاطمہ ع
نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ مین اونکی نسبت جو کچھ کہنا تھا اوسمین سے کچھ اوٹھا رکھا تھا کافر اور مرتد اور جہنمی
ہونا تک تو اونکا علی رؤس الاشہاد بیان فرما دیا تھا۔ وہ کونسی بات باقی رہگئی تھی جسے حضرت علی ع پر لکھکر سناتین۔
ہان ملا صاحب اگر یہ فرماتے تو ممکن تھا کہ آسمان کے فرشتہ ہمدردی کرنے اور تسلی دینے کے لیے آپ کی دولت سرا
مین آئے تھے اونکو صحابہ کا کفر و نفاق اور اونکے جور و تعدی سنانی منظور ہو گی۔ اونکے سنانے کے لیے غالبا
حضرت معصومہ نے حضرت امیر کو مخاطب کر کے یہ خطاب فرمایا ہوگا اور حضرت ہارون ع اور حضرت موسیٰ ع کی تمثال
جو ملا صاحب نے دی ہے وہ بھی اپنے دل کے خوش کرنے کے لیے بیان فرمائی۔ ورنہ اوسکو اس سے کیا نسبت
اول تو یہ بات تسلیم نہین کی گئی کہ حضرت ہارون ع پر عتاب لوگون کے دکھانے کے لیے کیا گیا تھا۔ سوا اسکے جو
کچھ حضرت موسیٰ ع نے کیا وہ علی رؤس الاشہاد تھا۔ نہ آنکہ گھر مین بیٹھکر اور تنہائی مین جہان کوئی دیکھنے والا
سوائے فرشتون کے نہو۔ علاوہ برین جناب امیر نے اس خطاب کو جو حضرت سیدہ نے کیا اپنے ہی نسبت
خیال کیا تھا نہ جیسا کہ ملا صاحب سمجھتے ہین اوسی مصلحت پر مبنی خیال فرمایا تھا۔ اسلیے کہ اسکے جواب مین
جو آپ نے فرمایا اوسکے الفاظ یہ ہین فقال لها امیر المؤمنين لا ويل لك بل الويل لشانئك
ثم نهنهي عن وجدك يا بنت الصفوة وبقية النبوة فما غنيت عن ديني ولا اخطأت
مقدوري فان كنت تريدين البلغة فرزقك مضمون وكفيلك مامون وما اعد لك
افضل مما قطع عنك فاحتسبي الله فقالت حسبي الله وامسكت اسکا ترجمہ فارسی مین فاضل مجلسی
حق الیقین مین اسطرح پر کرتے ہین۔ کہ جناب امیر در جواب ارشاد فرمودند کہ صبر کن و آتش خود را فرونشان ای دختر
برگزیدۂ عالمیان و ای باقی ماندۂ ذریت پیغمبر۔ من سستی در امر دین خود نکردم و آنچہ از جانب خدا مامور بودم بعمل
آوردم و آنچہ مقدور بود از طلب حق خود دران تقصیر نکردم۔ و روزی ترا و اولاد ترا خدا ضامن است۔ اس جواب
سے کون شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علی نے اوس خطاب کو حضرت فاطمہ ع کے اپنی ذات پر محمول نہین فرمایا تھا
اور اون کے غصہ کو اپنی نسبت نہین خیال کیا تھا۔ ورنہ آپ کیون یہ فرماتے کہ مین نے کچھ کوتاہی نہین کی

اور جہانتک مجھسے ہوسکتا تھا اوسمین دریغ نہین کیا۔ بلکہ اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً حضرت سیدہ کو اونکی غلطی پر آگاہ کرنا منظور تھا۔ اور یہ کہنا کہ آپ غلطی پر ہین کیون آپ مجھپر خفا ہوتی ہین اور کیون مجھے ایسی سخت سُست باتین کہتی ہین اور کیون مجھے مثل جنین کے پردہ نشین ٹھہراتی ہین مین نے آپ کی مدد مین کوتاہی نہین کی۔ مین نے آپ کے دعوی کی تائید کی آپکے سامنے صحابہ سے جھگڑا کیا۔ اور جہانتک ممکن تھا اونکو ملامت کی۔ اونکا ظلم وستم ثابت کیا۔ اور چونکہ یہ سب باتین مین نے آپکے سامنے کین پھر بھی آپ مجھپر خفا ہوتی ہین اور مجھے بزدل اور خائف ٹھہراتی ہین یہ آپ کی شان سے بعید ہے۔ اور چونکہ یہ وہ باتین ہین جو شیعون کی روایتون مین بہ تفصیل منقول ہین اس سے وہ حضرت سیدہ کی عصمت مین خلل پیدا کرتے اور بمقتضاے بشریت آپ کو بیجا غصہ کرنیوالا اقرار دیتے ہین۔ سچ یہ ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہین اور بے بنیاد اور غلط بات کے ثابت کرنے مین رقص ابجل فرماتے ہین۔ ہر موقع کے لیے اونھون نے ایک روایت بنائی۔ اور ہر اعتراض کے لیے حضرات نے اپنے نزدیک ایک جواب گڑھا اور جھوٹ کو سچ کرنا چاہا۔ کاش وہ ایک ہی روایت اور ایک بات پر قائم رہتے تو اتنی دقت پیش نہ آتی۔ اور ایسی فضیحت نہوتی۔ مگر کثرت روایات اور اختلاف اقوال نے ہمکو جواب دینے کی محنت سے بچالیا۔ اور اوس تناقض اور اختلاف نے جو اونکی روایتون اور بیانو نمین ہے اونکے دعوی کو ایسا باطل کردیا کہ نہ کسی عدالت مین اونکے دعوی کی ڈگری ہوسکتی ہے۔ نہ غلط بیانی اور جھوٹی شہادت کے پیش کرنیکے الزام سے وہ بچ سکتے ہین

تقریظ دلپذیر وتحریر بی نظیر از تازہ افکار طبع نازک خیال نکتہ فہم جادو مقال ناثر عدیم البدل ناظم اکمل مولوی محمد مجیب اللہ صاحب وکیل درجۂ اول حیدرآباد دکن المتخلص بمجیب

حامداً ومصلیاً خاکپاے انام محمد مجیب اللہ برائے نام۔ ناظرین کی خدمت مین عرض پیرا ہے کہ مین نے آیات بینات کا دوسرا حصہ جسمین فدک کا بیان ہے اول سے آخر تک دیکھا مصنف نے بڑی محنت و ذہانت و لطافت کے پیرایہ مین پہلے فدک کی حقیقت مین بعد اوسکی پیداوار اور حدود اربعہ اور یہ امر کہ زمانۂ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم مین اوسکی آمدنی کس مصرف مین خرچ کیجاتی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اوسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا آیا وہی حالت اوسکی